بی۔ایڈ۔سال اول

(B.Ed. 1st Year)

متعلم اور اکتساب کی نفسیات

Psychology of Learner and Learning

کورس کوڈ (BEDD101CCT)

نظامت فاصلاتی تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

گچی باؤلی۔حیدرآباد۔032 500

Psychology of Learner and Learning

متعلم اور اکتساب کی نفسیات

بی۔ایڈ۔سال اول (B.Ed. 1st Year)

کورس کوڈ- **BEDD101CCT**

ایڈیٹر

ڈاکٹر محمد مشاہد

ایسوسی ایٹ پروفیسر

شعبۂ تعلیم وتربیت، مانو، حیدرآباد

نظامت فاصلاتی تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد

مؤلفین

(۱) **ڈاکٹر شفاعت احمد** (اکائی ۔۱ ،۲)

اسسٹنٹ پروفیسر

کالج آف ٹیچر ایجوکیشن، دربھنگہ

(۲) **ڈاکٹر محمد مشاہد** (اکائی ۔۳، اکائی ۵ ۔ B)

ایسوسی ایٹ پروفیسر

شعبۂ تعلیم وتربیت، حیدرآباد

(۳) **ڈاکٹر تلمیذ فاطمہ نقوی** (اکائی ۔۴)

اسسٹنٹ پروفیسر

کالج آف ٹیچر ایجوکیشن، بھوپال

(۵) **ڈاکٹر محمد مظفر حسین خان** (اکائی ۔۵۔A)

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبۂ تعلیم وتربیت، حیدرآباد

اکائی ۔1۔ تعلیمی نفسیات کی فطرت اور طریقہ

Nature and Methods of Educational Psychology

ساخت

1.1 تعارف

1.2 مقاصد

1.3 نفسیات: مفہوم، فطرت و وسعت

1.2.1 نفسیات کا مفہوم

1.2.2 نفسیات کی فطرت

1.2.3 نفسیات کی وسعت

1.4 تعلیمی نفسیات: مفہوم، فطرت و وسعت

1.3.1 تعلیمی نفسیات کا مفہوم

1.3.2 تعلیمی نفسیات کی فطرت

1.3.3 تعلیمی نفسیات کی وسعت

1.5 تعلیمی نفسیات کا طریقہ کار

1.4.1 مشاہدہ باطن

1.4.2 مشاہدہ

1.4.3 تجزیاتی اور

1.4.4 کیس اسٹڈی

1.6 مدرس کے لئے تعلیمی نفسیات کی ضرورت و اہمیت

1.7 فرہنگ

1.8 یاد رکھنے کے نکات

1.9 نمونہ امتحانی سوالات

1.10 سفارش کردہ کتابیں

1.1 تعارف Introduction

اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ انسان بے فکری اور بے نیازی کی زندگی گزارتے ہوئے بالآخر تہذیب و تمدن کے دور میں داخل ہوا ہے۔ ہر دور میں تعلیم اس کی ضرورت رہی ہے۔ پہلے تعلیمی انسانی غیر رسمی طور پر محدود تھی اور آخر میں اس کے ساتھ رسمی طور پر بھی دی جانے لگی۔ رسمی طور پر تعلیم اسکول، کالج اور دیگر اداروں کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ اسکول میں طلبا مختلف طبقہ اور مختلف عمر کے ہوتے ہیں اس لیے ان کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

اس اکائی میں طلبا کو نفسیات کے مفہوم کی جانکاری ملے گی کہ نفسیات کسے کہتے ہیں کیونکہ اکثر لوگ نفسیات کو ذہنی عمل کی سائنس تصور کرتے ہیں۔ لیکن دراصل اس کا مفہوم اس سے کچھ مختلف ہے۔ اس اکائی سے آپ یہ بھی جان سکیں گے کہ نفسیات کی فطرت کیسی ہے اور وسعت کتنا ہے۔ آپ تعلیمی نفسیات کی مفہوم، فطرت و وسعت کے بارے میں بھی جان پائیں گے۔ اس اکائی میں آپ تعلیمی نفسیات کے مختلف طریقہ کار کے بارے میں سمجھ سکیں گے اور ان طریقوں کا استعمال مختلف اوقات میں کیسے کیا جائے۔ اس اکائی میں اس بات پر بحث کی گئی ہے کہ مدرس کے لیے تعلیمی نفسیات کی ضرورت و اہمیت کیوں ہے۔

1.2 مقاصد Objectives

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ نفسیات کا مفہوم، فطرت اور وسعت بیان کر سکیں۔
- ☆ تعلیمی نفسیات کا مفہوم، فطرت و وسعت بیان کر سکیں۔
- ☆ مشاہدہ باطن کی توضیح کر سکیں۔
- ☆ تعلیمی نفسیات کا مشاہدہ کا طریقہ کا وضاحت کر سکیں۔
- ☆ تجرباتی اور کیس اسٹڈی طریقہ کی وضاحت کر سکیں۔

1.3 نفسیات: مفہوم، فطرت و وسعت Psychology: Meaning, Nature and Scope

نفسیات کی تعریف کرنا ایک مشکل کام اس لئے کہ اس کی وسعت بہت وسیع ہے۔ لیکن جب بھی ہم انفرادی طور پر لوگوں سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں تو عام شخص یہی بتاتا ہے کہ یہ مضمون انسانوں کے بارے میں کچھ بتاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں اس کا مفہوم وسیع ہے۔

1.3.1 تعلیمی نفسیات کا مفہوم (Meaning of Psychology)

دور جدید میں نفسیات سے مراد انسان اور حیوان کی وہ ساری سرگرمی چاہے وہ جسمانی ہو یا ذہنی کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اگر اس کے لفظی معنی میں جائیں تو پتہ لگتا ہے کہ یہ الفاظ یونانی زبان سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ نفسیات کا مطالعہ سب سے پہلے یونانی فلسفیوں نے شروع کیا اور جو نام سرفہرست ہے وہ پلیٹو کا ہے۔ اس کے شاگرد ارسطو نے ان کے فکر کو آگے بڑھاتے ہوئے بتایا کہ روح جاندار کا اہم جُز ہے اور اس کے سبھی عمل کی بنیاد روح ہے۔ اس لئے نفسیات کو ایک صدی تک روحانی سائنس کے طور پر مانا جانے لگا۔ یہ الفاظ یونان زبان کے دولفظوں سے مل کر بنا ہے یعنی سائیکی (Psyche) اور لوگس (Logos)۔ سائیکی کا مطلب روح (soul) اور لوگس کا مطلب مطالعہ (study) ہے۔ تو اس کا لفظی معنی روح کا مطالعہ کرنا ہے۔ روح کا مطالعہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اور فلسفی لوگ روح کا مطالعہ کے مفہوم کو واضح نہیں کر سکتے تھے اس لئے آگے چل کر اس طرح کے مفہوم کو مسترد کر دیا گیا۔

یونانی فلسفیوں نے اسے روح کا مطالعہ نہ مان کر دماغ کا مطالعہ تصور کرنے لگے۔ لیکن ان فلسفیوں کے سامنے دماغ کے تصور کو واضح کرنے میں وہ سبھی دشواریاں پیش آئیں جو روح کے تصور کو واضح کرنے میں پیش آئی تھیں۔ لہٰذا آگے چل کر اسے دماغ کا مطالعہ تسلیم نہیں کیا گیا کیونکہ کچھ ماہرین بھی اس بات پر اتفاق نہیں رکھتے تھے کہ آخر کیسے دماغ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد کچھ ماہرین جیسے فرائڈ (Freud) اور جُنگ (Jung) نے انسانی نفس کی دو سطح کی ہیں یعنی شعور (concious) اور دوسرا لاشعور (unconcious) ہی انسان کے طرز عمل کو اثر انداز کرتا ہے۔ اسی دوران ماہرین نفسیات نے تحت الشعور (subconcious) کو دریافت کیا اور نفسیات کو ان تینوں سطح سے موسوم کیا جانے لگا۔ لیکن بیسویں صدی کی ابتدا میں جے. بی. واٹسن (J.B. Watson) نے اسے طرز عمل کی سائنس (Science of behaviour) تسلیم کیا۔ جدید دور میں اسے طرز عمل کا مطالعہ کہا جاتا ہے۔ طرز عمل سے مراد انسان اور چرند و پرند کے وحرکات وسکنات ہیں جنہیں دوسروں کے ذریعہ براہ راست، تجربہ یا آلات کی مدد سے دیکھا وسمجھا جاسکتا ہے۔ ماہرین نفسیات نے ان طرز عمل کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک کو ظاہری طرز عمل اور دوسرے کو باطنی طرز عمل۔ ظاہر ہے کہ ظاہری طرز عمل میں انسان اور چرند و پرند کے وہ طرز عمل آتے ہیں جن کو براہ راست طور پر دیکھا جاسکتا ہے جیسے بات کرنا، چلاّنا، ہنسنا، رونا، اور دوسری طرف باطنی طرز عمل میں وہ طرز عمل آتے ہیں جنہیں براہ راست طور پر نہیں بلکہ تجربہ اور آلات کی مدد سے دیکھا وسمجھا جاسکتا ہے جیسے ذہنی تناؤ اور خوف وغیرہ، نفسیات میں ان دونوں طرز عمل کو دیکھا جاتا ہے اس لئے اسے طرز عمل کا سائنس کہا جاتا ہے۔

جیسا کی بورنگ لونگفیلڈ اور ویلڈ (Boring Longfield & Wield) نے کہا ہے کہ ’’نفسیات انسانی فطرت کا مطالعہ ہے‘‘ جبکہ اسکنر (Skinner) نے نفسیات کو طرز عمل اور تجربہ کا علم کہا ہے۔ وہیں کرو اور کرو (Crow & Crow) نے نفسیات کو انسانی طرز عمل اور انسانی تعلق کا مطالعہ کہا ہے۔ جیمس ڈریور (James Drever) کے مطابق ’’نفسیات ایک حقیقی سائنس ہے جو انسانوں اور حیوانوں کے اس طرز عمل کا مطالعہ کرتی ہے جو طرز عمل ان کے اندر کے احساسات اور خیالات کی ترجمانی کرتا ہے‘‘۔ اوپر کی تعریف سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ نفسیات انسان اور حیوان کے طرز عمل کے مطالعہ کا سائنس ہے۔ یہ انسانی مسائل میں سائنس کے اطلاق کی شمولیت

کرتا ہے۔

1.3.2 نفسیات کی نوعیت (Nature of Psychology)

یہ حقیقت ہے کہ نفسیات کی نوعیت سائنٹیفک ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی نوعیت کو سائنٹیفک کیوں کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ سائنس علم کا منظّم میدان ہے جسے بڑی ہوشیاری سے حالات کا مشاہدہ کر کے جمع کیا جاتا ہے۔ نفسیات میں تجربے کیے جاتے ہیں اور مشاہدہ ہوتا ہے اور دوسرے اسے دہرا سکتے ہیں۔ اس میں معطیات جمع کیا جاتا ہے۔ اکثر مقداری شکل میں معطیات جمع ہوتے ہیں جو دوسرے بھی اس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ یہ سائنٹیفک طرز نظر فرد کی تجربہ کے بنیاد پر رویہ کی تشکیل سے مختلف ہوتا ہے کچھ ایسی چیزوں سے جس کی جانچ نہیں ہوسکتی۔ اس طرح تجربات اور مشاہدہ سائنٹیفک نفسیات کی اہم چیز ہے۔ ایک سائنس کے طور پر نفسیات منظّم ہے۔ تجربات اور مشاہدہ سے معطیات ضروری ہیں لیکن اس کو تجربہ کے ساتھ معنی دینا ضروری ہے تاکہ واقعہ کی سمجھ ہو سکے۔ نفسیات سائنٹیفک اس لیے بھی ہے کہ اس میں سچائی ہوتی ہے اور سبھی جگہ اس کا نتیجہ ایک ہی ہے۔ یہ سچائی کی تلاش پر زور دیتا ہے۔ یہ وجہ اور اثرات کے تعلق پر یقین رکھتا ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے نفسیات کی نوعیت کو مندرجہ ذیل نکات کے طرز پر دیکھ سکتے ہیں:

۱۔ نفسیات انسان اور حیوان کے طرز عمل کا سائنس ہے۔

۲۔ نفسیات میں مکمل طرز عمل یعنی ظاہری اور باطنی طرز عمل شامل ہیں۔

۳۔ نفسیات میں توارث اور ماحول دونوں کے اثرات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

۴۔ نفسیات کے ذریعہ انسان اور حیوان کے طرز عمل سے متعلق نئے نئے مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔

۵۔ نفسیات کے ذریعہ انسان اور حیوان کے طرز عمل کو سمجھ کر ترمیم اور ان کے طرز عمل کے بارے میں پیشن گوئی کی جاتی ہے۔

۶۔ نفسیات ایک حقیقی سائنس ہونے کی وجہ سے اس کے ذریعہ دریافت اور تعمیر کردہ نظریات عالمگیر اور مستند ہوتے ہیں۔ اسے تجربات سے دیکھا، جانچا اور ثابت کیا جاسکتا ہے۔

1.3.3 نفسیات کی وسعت (Scope of Psychology)

نفسیات کی وسعت سے مراد اس کے مطالعہ کی اس حد سے ہے جس حد تک اس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کی وسعت کو دو حصوں میں سمجھا جاسکتا ہے۔ ایک اس کے عملی اور اطلاق کے حدود اور دوسرا ان کی شاخیں۔ نفسیات کی عملی اور اطلاق بہت وسیع ہے۔ یہ انسان اور حیوان کے طرز عمل کے مطالعہ اور تشریح کرتا ہے یہاں اس بات کا بھی علم ہونا چاہیے کہ طرز عمل اور انسان وحیوان کے معنی وسیع ہیں۔ طرز عمل میں زندگی سے وابستہ سرگرمی اور تجربات کی شمولیت ہے چاہے وہ وقوفی، تاثراتی، تصوری، غیر شعوری کچھ بھی ہو۔ اس طرح نفسیات کی

ضرورت زندگی کے ہر پہلو میں ہے تاکہ انسان کی ترقی وفلاح و بہبود ہو سکے۔انسان تجربات کے بنیاد پر سیکھتا ہے اور تجربے سے مسائل حل کیئے جاتے ہیں۔انسان کا طرزعمل واقع میں پیچیدہ ہے جسے مشاہدہ کے بنیاد پر بھی سمجھا جا سکتا ہے۔اس میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ جانور کے ساتھ چرند پرند بھی شامل ہیں۔

مخصوص مطالعہ کے لئے نفسیات کو مختلف شاخوں میں بانٹا جاتا ہے۔انسانوں میں بھی دونوں طرح کے انسانوں،عمومی اور غیرعمومی انسانوں کے طرزعمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس بنیاد پر انسانی نفسیات کی دو شاخوں کا جنم ہوا۔عمومی نفسیات (General Psychology)اور غیر عمومی نفسیات (Abnormal Psychology)۔عمومی نفسیات میں عام انسانوں کے طرزعمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔وہیں دوسری طرف غیر عمومی نفسیات میں غیر عمومی انسانوں (ذہنی طور پر پسماندہ یا اعلیٰ ذہانت والے) کے مسائل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

نفسیات کو دو اور شاخوں میں بانٹا جاتا ہے۔ایک خالص نفسیات اور دوسرا عملی نفسیات۔خالص نفسیات مضمون کے نظریات اور بنیاد فراہم کراتے ہیں اور اس کے مواد نفسیاتی اصول اور نظریات کی تشکیل سے رابط رکھتا ہے اور تجربہ کے لئے مختلف طریقے اور تکنیک کا مشورہ دیتا ہے۔عملی نفسیات میں خالص نفسیات کے اصول،قوانین اور نظریات کا استعمال حالات زندگی میں ہوتا ہے۔زندگی کے عموماً سبھی شعبوں، سماجی،سیاسی،صنعتی اور تعلیمی حلقوں میں نفسیاتی اصولوں اور ضابطوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔اس میں سماجی نفسیات (Social Psychology)،سیاسی نفسیات (Political Psychology)،صنعتی نفسیات (Industrial Psychology)، فوجی نفسیات (Milatary Psychology)،طبی نفسیات (Clinical Psychology)شامل ہیں۔اس طرح دورجدید میں نفسیات میں نئی نئی شاخوں کا فروغ ہورہا ہے جس سے اس کی وسعت میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

1.4 تعلیمی نفسیات: مفہوم،فطرت و وسعت

(Educational Psychology: Meaning, Nature and Scope)

جیسا کہ ہم جانتے ہیں تعلیمی نفسیات عملی نفسیات کے شاخوں میں سے ایک ہے جو تعلیمی میدان میں آنے والے مسائل سے تعلق رکھتا ہے۔عام طور پر تعلیم کے مسائل کو سمجھنے اور ان کو حل کرنے میں ماہرین نفسیات اصولوں اور ضابطوں کے استعمال کے علم کو تعلیمی نفسیات کہتے ہیں۔لیکن دراصل میں تعلیمی نفسیات کا مفہوم جدا ہے۔

1.4.1 تعلیمی نفسیات کا مفہوم Meanin of Educational Psychology

ہم تو یہ جانتے ہیں کہ تعلیم کا مقصد انسانوں کے اندر میں مثبت تبدیلی لانا ہے اور نفسیات جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ نفسیات ایک حقیقی سائنس ہے جس میں انسان کے طرزعمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ظاہر ہے دونوں کا تعلق انسانوں اور حیوانوں کے طرزعمل سے ہے اور ان

دونوں میں باہمی ہم آہنگی ہے۔تعلیم سے انسانوں کے طرزعمل میں تبدیلی لائی جاتی ہے کہ وہ سماج کا ایک اچھا رکن بن سکیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسانوں کے طرزعمل کو سمجھنا ایک پیچیدہ کام ہے۔اسی پیچیدگی کو سمجھنے اور دور کرنے کے لئے نفسیات کی مدد لینی ہوتی ہے جس کی وجہ سے نفسیات کی ایک نئی شاخ کا فروغ حاصل ہوا۔ جیسے تعلیمی نفسیات کہتے ہیں بالکل واضح ہے کہ تعلیمی نفسیات ،نفسیات کی ایک شاخ ہے۔ یہ ایک عملی نفسیات ہے۔

تعلیمی نفسیات میں نفسیات کے علم کو تعلیم کے میدان میں لاگو کرتا ہے۔ یہاں پر انسانوں کے طرزعمل کا مطالعہ ہوتا ہے، خاص طور پر تعلیمی ماحول سے متعلق متعلم کا طرزعمل۔ دوسرے لفظوں میں تعلیمی نفسیات ،نفسیات کی وہ شاخ ہے جو تعلیمی ضرورت اور ماحول سے تعلق ایک متعلم کا طرزعمل کا مطالعہ کرتا ہے۔

متعدد دانشوروں نے تعلیمی نفسیات کو اصطلاحی لفظوں میں ہمہ گیر کرنے کی کوشش کی ہے جیسے کرو اینڈ کرو (Crow and Crow) کے لفظوں میں ''تعلیمی نفسیات فرد کی پیدائش سے ضعیفی کی عمر تک کے سیکھنے کے تجربوں کا بیان اور تشریح کرتی ہے''۔اسکنر (Skinner) کے مطابق ''تعلیمی نفسیات کے تحت تعلیم سے متعلق مکمل طرزعمل اور شخصیت آجاتی ہے۔جبکہ ساروے ٹیلفورڈ (Sarwrey & Telford) کا کہنا ہے کہ تعلیمی نفسیات کا تعلق سیکھنے سے یہ نفسیات کا وہ جُز ہے جو تعلیم کے نفسیاتی پہلوؤں کی سائنٹیفک تفتیش سے خصوصی طور سے متعلق ہے۔

مندرجہ بالا تعریف سے یہ صاف ہے کہ تعلیمی نفسیات کا مطلب تعلیمی میدان میں آنے والے مسائل کو حل کرنے کے لئے نفسیات کے نظریات واصولوں کا استعمال کیا جانا ہے۔

1.4.2 تعلیمی نفسیات کی فطرت Nature of Educational Psychology

یہ بات واضح ہے کہ تعلیمی نفسیات کی نوعیت سائنٹیفک ہے۔ وہ اپنی تحقیقات کے لئے سائنسی طریقوں وتکنیکوں کا استعمال کرتی ہے۔ یہ بات تو سبھی سمجھتے ہیں کہ جیسے سائنس میں مسئلہ کا چناؤ ہوتا ہے اسی طرح تعلیمی نفسیات میں بھی مسئلہ کا چناؤ ہوتا ہے، وہاں مفروضہ ومقاصد تیار کئے جاتے ہیں یہاں بھی مفروضہ ومقاصد تیار کئے جاتے ہیں۔ معطیات جمع کئے جاتے ہیں اور تجربہ کیا جاتا ہے اوران سے حاصل شدہ نتائج پر تعلیمی مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔ اساتذہ اپنا طریقہ تدریس تعلیمی نفسیات کے نتائج پر متعین کرتے ہیں اور اسی وجہ سے تعلیمی نفسیات کی نوعیت کو سائنٹیفک کہا جاتا ہے۔ سارے اور ٹیلفورڈ (Sarwey and Telford) نے بھی لکھا ہے کہ تعلیمی نفسیات اپنے تحقیق کے خاص طریقوں میں سائنٹیفک طریقوں کا استعمال کرتی ہے۔ کرو اینڈ کرو (Crow & Crow) نے بھی لکھا ہے کہ تعلیمی نفسیات کو عملی سائنس مانا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ انسانی طرزعمل کے تعلق میں سائنٹیفک طریقے سے طئے کئے گئے اصولوں اور قوانین کے مطابق سیکھنے کی تشریح کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلات کی بنیاد پر تعلیمی نفسیات کی فطرت کو مندرجہ ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ تعلیمی نفسیات ایک عملی نفسیات ہے۔

۲۔ تعلیمی نفسیات، نفسیات کی شاخ ہے۔

۳۔ تعلیمی نفسیات کے استعمال سے انسان کے طرزِ عمل کو بہتر بنانے میں مدد ملتی ہے۔

۴۔ تعلیمی نفسیات میں صرف انسانوں کے ہی طرزِ عمل کا مطالع کیا جاتا ہے کیونکہ حصول تعلیم انسان کے اندر میں ہی ہے۔

۵۔ تعلیمی نفسیات ایک عملی سائنس ہے۔

۶۔ تعلیمی نفسیات میں دونوں یعنی تعلیم اور نفسیات دونوں شامل ہیں۔

۷۔ تعلیمی نفسیات ان سارے عوامل، تکنیک، قوانین، شامل ہیں جس کا تعلق بچے کے نشو ونما سے ہے۔

۸۔ تعلیمی نفسیات اکتسابی حالات اور کتسابی عمل کو بہتر اور موثر بنانے سے جُڑا ہے۔

1.4.3 تعلیمی نفسیات کی وسعت Scope of Educational Psychology

تعلیمی نفسیات تعلیم کا سائنس ہے جو خاص کر درس وتدریس کے درپیش مسائل سے واسطہ ہے اور اساتذہ کو متعلم کے طرزِ عمل میں تبدیلی کرسکیں تاکہ اس کی پوری شخصیت کی نشو ونما ہو سکے۔ تعلیمی نفسیات کے میدان اور موادِ مضمون کو ہم مندرجہ ذیل نکات پر واضح کر سکتے ہیں۔

(۱) متعلم کو سمجھنے میں مدد: تعلیمی نفسیات سے متعلم کے جسمانی، افزائش اور اس کے جینیاتی، ذہنی، لسانی، جذباتی اور سماجی نشو ونما کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ ہم سبھی جانتے ہیں کہ انسان کی نشو ونما و افزائش کے لئے مرحلے ہیں جیسے شیر خوارگی (Infant)، طفولیت (Childhood)، عنفوانِ شباب (Adolescence) اور بلوغت (Adulthood) کے مرحلے سے گزرتا ہے۔ ایک استاد کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ مندرجہ بالا متعلم کے نشو ونما کے مراحل کو سمجھیں اور اس کی سمجھ تعلیمی نفسیات سے ممکن ہے۔ کیونکہ جدید دور میں تعلیم کا مفہوم بھی یہی ہے کہ بچوں کی پوری شخصیت کی نشو ونما کی جائے۔

(۲) مختلف طریقہ کار کی جانکاری: تعلیمی نفسیات سے مشاہدہ باطن، مشاہدہ، تجربہ، کیس اسٹڈی کی جانکاری ملتی ہے۔ دوسرا ایسا کوئی مضمون نہیں ہے جس کا تعلق اس طریقہ کار سے ہو اور وہ متعلم کے طرزِ عمل کو سمجھنے میں مدد کرتا ہو۔ مشاہدہ باطن کا تعلق صرف متعلم یا شاگرد سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اساتذہ سے بھی ہے کیونکہ یہ طریقہ خود کو سمجھنے میں مدد کرتا ہے۔ مشاہدہ کا طریقہ اکثر استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ بہت سے مسائل حل کئے جاتے ہیں۔

(۳) انفرادی اختلافات: دو بچے ایک جیسے نہیں ہوتے۔ نہ صرف جسمانی طور پر بلکہ ذہنی طور پر بھی۔ ایسا کیوں ہوتا ہے اور تعلیم کے عمل میں اس کی کیا اہمیت ہے، ان سب کا مطالعہ تعلیمی نفسیات کی وسعت میں آتا ہے۔ بچوں کی ذہنی صلاحیت ایک جیسی نہیں ہوتی یہ سبھی مانتے ہیں لیکن اس کا مطالعہ تعلیمی نفسیات فراہم کرتی ہے اور ساتھ میں ذہانتی پیمائش اسی مضمون کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ بچوں کے

رجحان اور رویہ کا مطالعہ بھی اس مضمون کے ذریعہ فراہم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ایک استاد کو یہ جانکاری رکھنی چاہئے کہ بچوں کا رجحان اور رویہ کسی مخصوص مضمون کے لیے کیا ہے۔ اگر ایک استاد یہ جانتا ہے تو اس کی درس و تدریس بہتر ہوگی۔

(۴) **بچوں کے خصوصی اہلیتوں کا مطالعہ:** تعلیمی نفسیات بچوں کے خصوصی اہلیتوں کا بھی مطالعہ کرتا ہے اور ان کے طرز عمل کو قابو کرنے اور ان کی تعلیم کے لئے مخصوص تدریسی طریقوں کا ارتقا بھی کیا جاتا ہے۔

(۵) **اکتسابی عمل:** متعلم کو جاننے اور کس طرح کا تجربات فراہم کرنے کے بعد سب سے بڑا مسئلہ یہ سامنے آتا ہے کہ یہ اکتسابی تجربات کیسے حاصل کئے جائیں۔ اس لئے یہ اکتساب کی نوعیت اور اکتساب کیسے بہتر ہو اس سے تعلق ہے۔ تعلیمی نفسیات طلبا کے ذہنی سطح سے ہی متعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکتساب حالات کی اس طرح سے ترتیب ہو کہ طلبہ کی آموزش بہتر ہو سکے۔ اس لئے اس میں اکتساب نظریات، اصول اور قوانین کا مطالعہ ساتھ حافظہ اور بھولنا پر بھی ذور دیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تعلیمی نفسیات اپنے اندر بہت سے معلومات سمیٹے ہوئے ہے۔ بچوں کی صلاحیت جیسے نشوونما، اکتساب، ذہانت، حافظہ، کس طرح بہتر ہو اس کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح تعلیم کے میدان میں جو بھی مسائل درپیش ہیں اس کا حل تعلیمی نفسیات میں ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ تعلیمی نفسیات کا دامن بہت وسیع ہے اور تعلیم اور نفسیات سے جڑے ہوئے تمام معاملات کا مطالعہ اس میں کیا جاتا ہے۔

1.5 تعلیمی نفسیات کا طریقہ کار: مشاہدہ باطن، مشاہدہ، تجرباتی اور کیس اسٹڈی

(Methods of Educational Psychology: Introspection, Observation, Experimental and Case Study)

تعلیمی نفسیات متعلمین کا طرز عمل اس کے تعلیمی ماحول کے تعلق میں مطالعہ کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ طرز عمل کے ہر پہلو کو ایک طرز نظر یعنی مشاہدہ کے ذریعہ مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ نتیجتاً ماہرین نفسیات نے تعلیمی نفسیات کے مطالعہ کے طریقہ کار کو سائنسی شکل فراہم کی اور ساتھ ہی ساتھ ان کے مطالعہ کے لئے دیگر سائنسی طریقوں کو فروغ دیا۔

1.5.1 مشاہدہ باطن Introspection

مشاہدہ باطن سب سے پرانا طریقہ ہے۔ جب نفسیات کا ارتقا ہوا تب طرز عمل کے مطالعہ کے لئے اسی طریقہ کا استعمال کیا جاتا تھا جس میں صرف طرز عمل کو اندرونی مشاہدہ خود کے ذریعہ کیا جاتا تھا تو اسے مشاہدہ باطن کہتے تھے۔

انٹروسپیکشن (Introspection) لفظ لاطینی زبان کے دو لفظ یعنی انٹرو (Intro) اور اسپائری (Spiere) سے مل کر بنا ہے۔ انٹرو کا مطلب ہے within یعنی اندر اور اسپائری کا مطلب ہے دیکھنا (look)۔ اس طرح مشاہدہ باطن کا لفظی معنی ہوا اپنے اندر دیکھنا۔ انسانی طرز عمل کے ضمن میں اس کا مطلب کسی فرد کے ذریعہ اپنے طرز عمل کا خود مطالعہ کرنا ہوتا ہے۔ اسٹاوٹ (Stout) کے مطابق ”اپنے

نفس کی سرگرمیوں کا منظم طریقے سے مطالعہ کرنا ہی مشاہدہ نفس ہے''۔

اس طریقہ کو دوطرح سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ایک مدعی (Subject) کے ذریعہ خود اپنے طرزِ عمل کا مطالعہ کرنا اور دوسرا مدعی کے ذریعے مطالعہ نگار کو اپنے طرزِ عمل کا مطالعہ کرنے کے لئے کہنا۔ جدید میں اس کا استعمال میں اکثر انہیں جس فرد کے طرزِ عمل کا مطالعہ کرنا ہوتا ہے وہ اسی فرد (مدعی) سے اپنے طرزِ عمل کا مطالعہ خود کرنے اور اس کی وجوہات کو خود جاننے، پہچاننے کے لئے کہتے ہیں۔اور اس کے ذریعہ مطالعہ کے نتیجے کو اسی سے پوچھ کر لکھتے ہیں۔مشاہدہ باطن کے ذریعے یہ مطالعہ کے مراحل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) سب سے پہلے مدعی کسی باہری چیز یا عمل کے تئیں اپنے ردِعمل کو دیکھتا، سمجھتا ہے۔

(۲) اس کے بعد وہ اپنی ذہنی ردِعمل کا تجزیہ کرتا ہے اور اس ردِعمل کے وجوہات کا پتہ لگاتا ہے۔

(۳) آخر میں وہ اپنے ردِعمل کی خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ لیتا ہے پھر ان میں اصلاح کی فکر کرتا ہے۔

مشاہدہ باطن کی خوبیاں:

(۱) یہ طریقہ کفایتی ہے۔اس طریقہ میں کسی بھی طرح کے وسائل یا آلات کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۲) اس طریقہ کار کا استعمال کسی بھی وقت کسی بھی جگہ کیا جاسکتا ہے۔

(۳) یہ آسان طریقہ ہے اور ہر فرد کو آسانی سے فراہم بھی ہے۔

(۴) اس طریقہ کار کے ذریعہ مدعی کی نفسیاتی حالت کی جانکاری براہ راست حاصل ہوتی ہے۔

(۵) یہ واحد ایسا طریقہ ہے جس کی مدد سے ایک فرد اپنے جذبات اور احساسات کو جان سکتا ہے۔

(۶) اس طریقہ کار کے ذریعہ کسی انسان کے طرزِ عمل کے کسی دیگر طریقہ سے حاصل نتائج کی جانچ کی جاسکتی ہے۔

مشاہدہ باطن کی خامیاں

اس طریقہ کار کی خامیاں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اس طریقہ سے حاصل شدہ معطیات کی تصدیق ممکن نہیں ہے۔

(۲) اس طریقہ کار سے حاصل شدہ معطیات کی استحکام اور بھروسہ مندی کی کمی رہتی ہے۔

(۳) یہ طریقہ مدعی کو اپنی اہلیت اور صلاحیت پر منحصر کرتی ہے۔اس میں فرد کو اپنے ہی تجربات، غور وفکر اور فیصلے شامل ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کی نوعیت موضوعی ہوتی ہے۔اس کے نتیجوں پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔

(۴) اس طریقہ کار کا استعمال شیر خوار، اطفال اور کند ذہن افراد پر نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان میں اپنی ذہنی کیفیات کو سمجھنے اور ان کا تجربہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے۔

(۵) مشاہدہ باطن کی یہ خامی ہے کہ مدعی کے ذریعہ کچھ حقائق چھپائے جاسکتے ہیں۔ایسی حالت میں یہ طریقہ بے کار اور بے معنی ہوجاتا ہے۔

1.5.2 مشاہداتی طریقہ Observation Method

مشاہدہ کا مطلب ہوتا ہے، دیکھنا اور مشاہداتی طریقہ کار کا لفظی معنی ہیں کسی چیز یا عمل کو با مقصد دیکھنا۔ قدرتی طور پر ہم بہت سارے چیز کو دیکھتے ہیں اور ہم لوگوں کا عمل اور طرز عمل بھی دیکھتے ہیں اور ان کے بارے میں ایک ادراک بنا لیتے ہیں۔ ہم دوسرے لوگوں کو دیکھتے ہیں ان کے باتوں کو سنتے ہیں اور ہم کچھ نتیجہ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس مشاہدہ کی بنیاد پر ان کے خصوصیات، خامیاں، محرک، احساسات کے بارے میں نتیجہ نکالتے ہیں۔

مشاہدہ کے معنی ہیں انسانی طرز عمل کے مطالعے کے ضمن میں اس کا مطلب ہوتا ہے انسان کے ظاہری طرز عمل کو دیکھنا، سمجھنا، اور اس کے متعلق حقائق کا پتہ لگانا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کا جیسا طرز عمل ہے ویسا دیکھنا۔ مثال کے طور پر کسی طلبا کو اس کے درجہ میں حصولیابی کے تعلق سے اچھا یا خراب مانا جاتا ہے تو اس کی بنیاد مشاہدہ ہے۔

مشاہداتی طریقہ کے مراحل

مشاہداتی طریقہ کے چار مراحل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) طرز عمل کا مشاہدہ: پہلا مرحلہ میں مشاہدہ کار فرد کے ظاہری طرز عمل کو محتاط طریقے سے دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ مثال کے طور پر جب ہم کسی بچے کا سماجی طرز کو اگر دیکھنا ہو تو اس سے ہم کھیلتے ہوئے یا جب وہ مل جل کر بیٹھتے ہیں تو مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

(۲) مشاہدہ کئے ہوئے طرز عمل کو ریکارڈ کرنا: دوسرے مرحلے میں مدعی کے ان طرز عمل کو سلسلہ وار شکل میں لکھتا ہے۔ طرز عمل کو قلم بند کرنے کے بعد وہ مدعی کے باہری طرز عمل کی بنیاد پر اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگاتا ہے۔

(۳) طرز عمل کا تشریح اور تجزیا: جب مشاہدہ کئے ہوئے طرز عمل کو ترتیب وار طور پر لکھ لئے جاتے ہیں تو اس کی بنیاد پر مدعی کے طرز عمل کا تجزیہ کرتا ہے اور اس کی تشریح کرتا ہے۔

(۴) تعمیم: تجربہ اور تشریح کے بنیاد پر کچھ تعمیم کئے جاسکتے ہیں اور حاصل حقائق کی تعمیر کر کے اصول وضوابط قائم کیے جاتے ہیں۔

مشاہدہ کے طریقے

مشاہدہ کے طریقے مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) قدرتی مشاہدے: قدرتی مشاہدہ کو غیر رسمی مشاہدہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ قدرتی مشاہدہ کا مطلب ہے کہ مشاہدہ قدرتی حالت میں کی جائے۔ یعنی جس میں مشاہدہ نگار مدعی کے طرز عمل کا مشاہدہ بغیر کسی منصوبہ بندی کے غیر اختیاری حالات میں کرتا ہے۔ اس میں نہ تو کوئی اصول ہے اور نہ کوئی نظریات۔ مشاہد کار قدرتی حالات کو قلم بند کرتا ہے۔

(۲) شریک مشاہدہ: جب مدعی کو بہت نزدیک سے دیکھنا ہو تو مشاہدہ نگار اس مدعی کے گروپ میں شامل ہو جاتا ہے اور وہ اس کا دوست بن کر ان تمام چیزوں کو قلم بند کرتا جاتا ہے جس کے لئے وہ اس گروپ میں شامل ہوا ہے۔

(۳) غیر شریک مشاہدہ: اس طریقہ میں مشاہد کار مخصوص طرز عمل کو غیر شریک طور پر کرتا ہے۔ حالانکہ یہ قدرتی حالات میں ہی ہوتا

ہے اور اس لئے مدعی کو یہ پتہ نہیں لگتا کہ اس کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔

(۴) تعمیری مشاہدہ: یہاں مشاہد کار ایک خاکہ بناتا ہے اس میں ضمرہ بندی کرتا ہے جس مقصد کے تحت مشاہدہ کیا جانا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کو کہہ سکتے ہیں کہ مشاہد کار مدعی کے طرز عمل کا مشاہدہ اختیاری حالات میں منصوبہ بند طریقے سے کرتا ہے جس میں وقت معین ہوتا ہے اور عمل کے حدود بھی طے ہوتے ہیں۔

(۵) غیر تعمیری مشاہدہ: یہاں مشاہدہ کار نہ تو خاکہ بناتا ہے نہ ہی کوئی حدود طئے کرتا ہے۔ بلکہ یہ شریک مشاہدہ کے طرح ہی ہے۔ بغیر منصوبہ کے طرز عمل کا مشاہدہ کرتا ہے۔

مشاہداتی طریقہ کار کی خوبیاں

بچوں کا مشاہدہ اور اس کے طرز عمل کا مشاہدہ کے مشاہداتی طریقہ بہت فائدہ مند طریقہ ہے۔ اس طریقہ کا استعمال اکثر کیا جاتا ہے جس کے مندرجہ ذیل خوبیاں ہیں:

(۱) اس طریقہ میں طرز عمل کو لکھا جاتا ہے۔ یہ طریقہ زیادہ معقول، بھروسہ مند اور معروضی ہوتا ہے۔

(۲) اس طریقہ سے کسی بھی بچے کے طرز عمل کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے چاہے وہ شیر خوار، اطفال، نوبلوغ اور بالغ فرد ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) اس طریقہ سے مخصوص بچے کے طرز عمل کا بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ ان کے صلاحیتوں، رجحان، دلچسپیوں کو سمجھا جاسکتا ہے۔

(۴) اس طریقے سے کسی مخصوص فرد اور افراد کے گروہ یا دونوں کے طرز عمل کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

(۵) غیر تعمیری اور قدرتی مشاہدے افراد کے طرز عمل کا صحیح پتہ لگانے میں معاون ہوتا ہے۔ کیونکہ مشاہدے قدرتی ماحول میں ہوتا ہے اس لئے حاصل شدہ مطعیات کی تجربہ کے بنیاد پر ان کے طرز عمل میں اصلاح کی جاسکتی ہے۔

(۶) اس طریقہ کا استعمال سبھی حالات یعنی جسمانی سرگرمی، ورکشاپ اور جماعت میں بھی کیا جاسکتا ہے۔

مشاہداتی طریقہ کار کی خامیاں

اس طریقہ کار کی کچھ خامیاں بھی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) طرز عمل کو سوفی صدی لکھنا ممکن نہیں ہے جس کی وجہ سے نتیجے درست نہیں ہوتے۔

(۲) مشاہدہ نگار کی اپنی تعصب نتیجے کو موثر کرتی ہے۔

(۳) اس طریقہ کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اگر مدعی کو پتہ لگ گیا کہ اس کا مشاہدہ کیا جارہا تو جس مقصد کے تحت مشاہدہ کیا جارہا ہے اس کا حصول ممکن نہیں ہے۔

(۴) یہ طریقہ دوسرے سائنسی طریقہ کی بہ نسبت کم بھروسہ مند ہے۔

(۵) اس طریقہ سے حاصل شدہ نتائج کو جانچنا ممکن نہیں ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ صاف ہے کہ اگر محتاط طور پر اس کا استعمال کیا گیا تو اس کے نتائج مثبت ہوں گے اس لئے اس کا مشاہدہ کار اہل، تربیت یافتہ اور غیر مفاد پرست ہو تو زیادہ فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔

1.5.3 تجرباتی طریقہ کار Experimental Method

ابھی تک جو بھی طریقہ کار کی بات ہوئی ہے وہ طریقہ طرز عمل کو مشاہدہ کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان طریقوں میں معروضیت، سائنسی معروضیت اور واجبیت کی کمی ہے۔ اس کمی کو دور کرنے میں تجرباتی طریقہ کار ایک اہم رول ادا کرتا ہے کیونکہ یہ طریقہ زیادہ سائنٹیفک اور معروضیت رکھتا ہے۔ یہ وہی طریقہ ہے جس نے نفسیات کو سائنس کا درجہ فراہم کرایا۔

ولیم وڈینٹ (William Wundt) نے 1879 میں جرمنی کے لیپجینگ (Leipzing) میں نفسیاتی لیبراٹوری قائم کیا تھا اور تب سے تجرباتی طریقہ کار مشہور ہوا۔ اس طریقہ کا استعمال ایک کنٹرول حالات میں کیا جاتا ہے جس میں زیادہ توجہ تجربہ پر ہوتا ہے اور تجربہ کار کرکے دیکھتا ہے۔ لفظ ایکسپریمنٹ (experiment) لاطینی زبان کے ایکسپریمنٹم (Experimentum) سے آیا ہے جس کا مطلب ہوتا ہے، ایک کوشش (trial) یا جانچ (test)۔

تجرباتی طریقہ کار میں مشاہدہ کار مدعی کے طرز عمل کا مطالعہ ایک کنٹرول حالات میں کرتے ہیں۔ تجربہ ہمیشہ تجربہ گاہ میں ہوتا ہے اس لئے تجربہ گاہ ضروری ہے۔ تجرباتی طریقہ میں دو لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک تجربہ کرنے والا اور دوسرا جس پر تجربہ کیا جارہا ہو۔ یہاں تیسری بات جو دھیان میں رکھنی چاہیے وہ ہے کنٹرول حالات (Controlled situations) یا کنٹرول متغیرہ۔ کنٹرول حالات سے مطلب ایک ایسی حالات سے ہے جس میں آزاد متغیرہ میں کھل کر جوڑ توڑ کرنا ممکن ہو اور ساتھ ہی ساتھ دوسرے متغیرہ جن کے اثرات منحصر متغیرہ پر پڑ سکتا ہے، کنٹرول ہوتا ہے۔ نفسیات اور تعلیمی نفسیات میں ان کا استعمال کئی طریقے سے ہوتا ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ انسانوں کے طرز عمل کے وجوہات کا پتہ لگایا جاسکے کہ وہ اس طرز عمل کیونکر کر رہا ہے۔ دوسرا جو اہم ہے وہ یہ ہے کہ نظریات اور اصولوں کا ارتقا ہو اور تیسرا یہ کہ جو نظریات اور اصول ہمارے سامنے ہے اس کی دوبارہ جانچ کی جاسکے۔

تجرباتی طریقہ کے مرحلے

یہ بات واضح ہے کہ تجربہ کرنا ایک پیچیدہ کام ہے۔ اسلئے تجربہ کرتے وقت مندرجہ ذیل مراحل کو دھیان میں رکھنا چاہئے۔

(ا) مسئلہ کا چناؤ: کسی بھی تجربہ میں سب سے پہلا مرحلہ مسئلہ کے چناؤ کا ہوتا ہے۔ انسانی طرز عمل کے مشاہدہ کے بنیاد پر مسئلہ کا چناؤ کیا جاتا ہے۔ مسئلہ کو مخصوص طور پر سمجھا جاتا ہے اور اس کی تشریح کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر مان لیجئے کہ طلبا امتحانات میں نقل کرتے ہیں۔ اس کو روکنے کے لئے کئی لوگ یہ مشورہ دیں گے کہ محتاط نگرانی کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ محتاط نگرانی میں بھی نقل ہوئی ہے تو یہی مسئلہ تجربہ کے طرف لے جاتا ہے۔

(۲) مفروضات کی تشکیل: مفروضات کا مطلب کسی مسئلہ کا فوری حل ہوتا ہے۔اس لئے اس مرحلے میں تجربہ کار مسئلہ کا فوری حل سوچتا ہے۔مفروضات کئی طریقے کے ہوتے ہیں۔اگر اوپر کی مثال لی جائے تو یہ مفروضہ بن سکتا ہے کہ محتاط نگارنی اور لچک نگرانی سے نقل میں کوئی واضح فرق نہیں ہے۔

(۳) جانچ کی صورت حال پر کنٹرول: ایک تجربہ کار تب تک درست نتیجہ نہیں دے سکتا جب تک متغیرہ کو قابو نہ کر لے۔اگر تجربہ کا انعقاد مختلف طلبا کے ساتھ کیا جاتا ہے جن کا اقدار مختلف ہے تو نتیجہ بھی مختلف ہوگا۔اس لئے اس کا اثر کا مطالعہ کرنے کے لیے بقیہ سبھی متغیرہ پر اختیار یا قابو کیا جاتا ہے۔

(۵) جانچ کے خاکے کا انتخاب: جانچ کے کئی خاکے ہیں۔اس لئے تجربہ کار کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ خاکے کا انتخاب کرے کہ کون سا خاکہ کس جانچ اور مقاصد کے لئے موزوں ہے۔

(٦) مفروضات کی جانچ اور تجزیہ: مفروضات کی جانچ اور تجزیہ کے انعقاد کے ذریعے کیے جاتے ہے اور جب مطعیات جمع کر لئے جاتے ہیں تو تجزیہ اور مفروضات کی جانچ کی جاتی ہے۔مفروضات یا تو منظور کئے جاتے ہیں یا رد کئے جاتے ہیں اور اس کی بنیاد پر نتیجہ نکالا جاتا ہے۔

(۷) تعمیم: نتیجہ میں تجربہ کار اپنے ہی تجربہ کے نتیجہ کا بازیافت کرتا ہے اگر وہ اپنے کئے ہوئے تجربات کو درست پاتا ہے تو اسے اصول یا ضوابط میں ماخوذ کرتا ہے۔

تجرباتی طریقہ کار کی خوبیاں:

تجرباتی طریقہ زیادہ سائنٹفک ہے اور اس کی مندرجہ ذیل خوبیاں ہیں:

(۱) تجرباتی طریقہ ایک نظم و ترتیب رکھتا ہے۔

(۲) تجرباتی طریقہ کار میں متغیرہ اور حالات کو کنٹرول کیا جاتا ہے جو زیادہ درست مشاہدہ میں مدد کرتا ہے۔

(۳) تجرباتی طریقہ سائنسی، معروضی، معقول اور بھروسہ مند طریقہ ہے۔

(۴) اس طریقہ سے حاصل شدہ نتائج درست اور بھروسہ مند ہوتے ہیں۔

(۵) اس طریقہ سے حاصل شدہ نتائج کی دوبارہ جانچ کی جاسکتی ہے۔

(٦) یہ طریقہ مسئلہ کا درست معلومات دیتا ہے۔

(۷) یہ طریقہ وجہ اور اثرات کے درمیان تعلق قائم کرتا ہے۔

تجرباتی طریقہ کی خامیاں

اس طریقہ کی خامیاں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) تجرباتی طریقہ کے لئے تجربہ گاہ کی ضرورت ہوتی ہے اور تجربہ گاہ میں ساز وسامان چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مہنگا ہے۔

(۲) تجرباتی طریقہ میں کافی وقت درکار ہے۔

(۳) تجربہ کا انعقاد قدرتی نہ ہو کہ مصنوعی ہوتا ہے جو اصل زندگی سے الگ ہے۔ تجربہ گاہ میں مدعی محتاط ہو جاتا ہے۔ اپنی فطری رد عمل نہ کر کے محتاط ردعمل کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے اختراعی کی کمی ہو جاتی ہے۔

(۴) تجرباتی طریقہ کے لئے خصوصی علم کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے یہ مانا جاتا ہے کہ سبھی اساتذہ تجربہ نہیں کر سکتے۔

(۵) مدعی کے طرز عمل سے متعلق بقیہ سبھی متغیرات کو قابو کرنا ممکن نہیں ہے۔

(۶) اس کی وسعت محدود ہے کیونکہ نفسیات کے سبھی مسئلہ کا حل اس طریقہ سے ممکن نہیں ہے۔

تجربہ کا طریقہ ایک بہترین طریقہ ہے کیونکہ نفسیات کے جتنے بھی نظریات اور اصول آئے ہیں اسی کے نتیجہ میں آئے ہیں۔ لیکن صرف یہ واحد طریقہ نہیں ہے جس کے استعمال کر کے ہی انسانوں کے طرز عمل کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

1.5.4 کیس اسٹڈی طریقہ Case Study

کیس اسٹڈی کا طریقہ ایک مخصوص تحقیقی طریقہ ہے۔ تعلیم کا مقصد چونکہ بچے کی شخصیت کی پوری نشوونما ہے اور بچے کی شخصیت کی پوری نشوونما میں مختلف افراد، مختلف گروہ، ادارے اور واقعات کا مثبت رول ہوتا ہے۔ اسی لئے سبھی کے طرز عمل کو سمجھنا اور اسے ایک سمت میں نشوونما کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ یہ ضروری ہو جاتا ہے کی کسی فرد یا بچے یا بالغ شخص کے کسی غیر معمولی طرز عمل کے وجوہات کا پتہ لگانے اور مناسب سمت دینے کے لئے اس کی زندگی کے بارے میں تفصیل سے جاننے کی ضرورت پڑتی ہے۔ نشوونما کے سبھی مراحل جس سے وہ گذر چکا ہے اس کو جاننا ہے۔ ہر مرحلے میں مدعی کے توارثی، خاندانی اور سماجی ماحول، جسمانی نشوونما، جذباتی نشوونما، اخلاقی نشوونما، رجحان، دلچسپی اور عادتوں، اس کی تعلیمی ترقی وغیرہ کے ضمن میں معلومات حاصل کی جاتی ہے۔ پیدائش سے لے کر اس کے موجودہ عمر تک کے مخصوص واقعات جن کی وجہ سے ان کا طرز عمل متاثر ہوا ہے ان کی پوری معلومات حاصل کی جاتی ہے۔ کسی فرد کے بارے میں اس طرح کی جانکاری حاصل کرنا ہی کیس اسٹڈی کہلاتا ہے۔ لیکن یہاں صرف یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کی کیس اسٹڈی صرف فرد کی ہوتی ہے بلکہ یہ بھی یاد رکھیں کہ اس کے کئی اقسام ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) **فرد یا شخص:** یہاں فرد یا شخص سے مراد یہ ہے کہ چاہے وہ بچہ ہو، نوجوان ہو یا بالغ ہو اس کا کیس اسٹڈی ہو سکتا ہے کسی خاص مقصد کے تحت۔

(۲) **گروپ:** لوگوں کے مجموعہ کا مطالعہ جیسے ایک خاندان یا دوستوں کے چھوٹے گروپ کا کیس اسٹڈی

(۳) **مقام:** کسی مقام کا بھی کیس اسٹڈی کیا جا سکتا ہے۔

(۴) تنظیم: ایک تنظیم، ایک کمپنی کا مطالعہ کہ کیسے ایک ساتھ کام کرتے ہیں۔

(۵) واقعات: کسی مخصوص سماجی یا ثقافتی واقعات کا مطالعہ

کیس اسٹڈی کے مندرجہ ذیل مراحل ہیں:

(۱) تیاری: پہلا مرحلہ میں تحقیق کارکوان سبھی اقسام یا مواد سے واقفیت حاصل کرتا ہے جن کی تفتیش کرنی ہے۔ اس کے لئے تحقیق کارکوان سبھی مطالعہ، سروے، تجربات ونظریات کا تجزیہ کرتا ہے جو اس سے متعلق ہو۔ تحقیقی الفاظ میں اس لفظ کو متعلقہ مواد کا جائزہ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ مواد ہیں جو ایک تحقیق کار کو آگے کی تفتیش میں مدد کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ ایک طرح کا تعارف ہے جو تحقیق کار کو نقل کرنے سے بھی بچاتا ہے اور تحقیق کے لئے راہ ہموار کرتا ہے۔

(۲) مدعی کا چناؤ: مدعی کا چناؤ ایک اہم مسئلہ ہے کیونکہ اسی کے اوپر پورے تحقیق کا دارومدار رہے۔ اس مرحلے میں یہ دھیان میں رکھنا ہے کی مدعی کا چناؤ کیوں کرنا ہے۔ اس تحقیق کے مقاصد کیا ہیں۔

(۳) معطیات جمع کرنا: اگر کسی فرد کا کیس اسٹڈی کرنا ہے تو اس فرد کے بارے میں مکمل جانکاری یا معلومات حاصل کرنی ہوگی جیسے اس کا نام، عمر جنس اور اس کے ماں باپ کا تعلیمی سطح وغیرہ کی معلومات حاصل کرتا ہے اور انہیں قلم بند کرتا ہے۔ اس کے بعد مطالعہ نگار مدعی کے ماں باپ اور خاندان کے دیگر ارآکین سے مدعی کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرتا ہے۔ یہ معلومات ماں کے شکم سے لے کر موجودہ وقت کا ہوتا ہے جیسے جب وہ ماں کے شکم میں تھا تو ماں کی جسمانی وذہنی صحت کیسی تھی۔ اس کی جذباتی کیفیت کیسی تھی یعنی وہ خوش رہتی تھی یا غمگین رہتی تھی؟ جب اس کے بچے کی پیدائش ہوئی تو اس وقت بچے کی صحت کیسی تھی، کن حالات میں ان کی پرورش ہوئی؟ اس کے طرز عمل میں یہ تبدیلی کیسے آئی؟ اس کی دلچسپیاں کیا ہیں؟ عادتیں کیا ہیں وغیرہ۔ تحقیق کاران سبھی نکات کو قلم بند کرتا ہے۔

تحقیق کار فرد سے متعلق مزید جانکاری کے لئے سماج کی مدد لیتا ہے۔ کیونکہ انسان ایک سماجی جانور ہے وہ سماج میں ہی رہ کر اپنی فلاح و بہبود کرتا ہے۔ سماج لوگوں کے مجموعہ کا نام ہے جس کے کچھ خاص مقاصد ہوتے ہے۔ اس لئے فرد سے متعلق تحقیق کار پڑوسیوں دوستوں، ہم جماعت ساتھیوں اور اساتذہ وغیرہ سے مدعی کے موجودہ حالات کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہے اور اس کو قلم بند کرتا ہے۔

(۴) معطیات کا تجزیہ کرنا: حاصل شدہ معطیات کے بنیاد پر تحقیق کار معطیات کا تجزیہ کرتا ہے اور فرد کے مخصوص طرز عمل کا پتہ لگاتا ہے۔

کیس اسٹڈی کی خوبیاں

اس طریقے کی خوبیاں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) نئی تحقیق کے لئے محرک کا کام کرتا ہے۔ کبھی کبھی کوئی کیس اسٹڈی کسی خاص طرز عمل کو دیکھتا ہے جس سے ایک نئے کیس کا پتہ لگتا ہے۔

(۲) کیس اسٹڈی سے مدعی کے مخصوص طرزعمل کے وجوہات کی تفصیل اوراس کی درست معلومات حاصل کی جاسکتی ہے۔

(۳) یہ طریقہ بھروسہ مند ہوتا ہے کیونکہ جب ہم کسی فرد سے متعلق جب ہم معطیات جمع کرتے ہیں تو اس میں سچائی ہوتی ہے اور اس کے بنیاد پر معقول نتیجہ نکلتا ہے۔

(۴) اس طریقے کی مدد سے غیر معمولی بچوں کے طرزعمل کے عناصر کا پتہ لگا کر انہیں دور کیا جاتا ہے۔ان کے طرزعمل کو مناسب سمت فراہم کی جاتی ہے۔

کیس اسٹڈی طریقہ کی خامیاں

اس طریقہ کی مندرجہ ذیل خامیاں ہیں:

(۱) نقش ثانی ممکن نہیں ہے۔ یہ ایک وقت میں ایک فرد کے طرزعمل کا مطالعہ اوراس کے حصول معطیات صرف اسی فرد کے لئے درست ہے اوراس کے نتائج کو دہرایا نہیں جاسکتا۔

(۲) اس میں بہت زیادہ وقت درکار ہے۔

(۳) خود تحقیق کار کے تعصب کا شکار ہوسکتا ہے۔

(۴) یہ طریقہ مطالعہ نگار کی مہارت اور مدعی سے متعلق افراد کے ذریعہ فراہم کی گئی معلومات پر منحصر کرتا ہے۔عموماً پڑوسی، دوست، گروپ وہ سب جانکاری نہیں دیتے جو مدعی کے بارے میں اہم ہوتی ہیں۔ والدین بھی جان بوجھ کر اکثر باتیں چھپالیا کرتے ہیں۔اس لئے درست نتیجہ نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلات سے یہ ظاہر ہے کہ کیس اسٹڈی طریقے کی ایک الگ اہمیت ہے۔اس طریقہ کے ذریعہ بہت سے بچے جیسے کمزور، شرارتی، پسماندہ، کند ذہن کے طرزعمل کا مطالعہ کرکے ان کی ان کمزوریوں کو سمجھا اور دور کیا جاسکتا ہے۔

1.6 مدرس کے لئے تعلیمی نفسیات کی ضرورت و اہمیت Need and Importance of Educational Psychology for the Teacher

تعلیم ہی ایک واحد ذریعہ جس سے انسان حیوان سے الگ ہوتا۔تعلیم سے نہ صرف انسان ترقی کرتا ہے بلکہ ملک کی ترقی بھی تعلیم پر منحصر ہے۔جس ملک کے لوگ جتنے تعلیم یافتہ ہوں گے وہاں کا معیار اتنا ہی اونچا ہوگا۔ دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں ہے جو اس بات سے انکار کرلے۔سقراط نے بھی تعلیم کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ تعلیم کا مطلب ہے ہر انسان کے دماغ میں پوشیدہ شکل میں کائنات سے تسلیم شدہ موجودہ خیالات کو واضح کرنا اور گاندھی جی کی باتوں کو غور کریں تو وہ کہتے تھے کہ تعلیم سے میرا مطلب ان بہترین خوبیوں کا اظہار ہے جو بچے کے جسم، دماغ اور روح میں پوشیدہ ہیں۔

اس طرح ایجوکیشن کا مطلب آ گاہی علم ہے۔ہم سبھی جانتے ہیں کہ تعلیم کئی طریقے سے دی جاتی ہے۔اس میں ایک رسمی تعلیم بھی

ہے۔ کسی بھی ملک کی رسمی تعلیم کا معیار وہاں کے علم فراہم کرنے والے پر ہی منحصر کرتا ہے۔ علم فراہم کرنے والے کو معلم، مدرس، استاد اور ٹیچر کہا جاتا ہے۔ درس وتدریس ایک پیچیدہ عمل ہے۔ لیکن ایک فن بھی ہے۔ اس کے لئے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ دور جدید میں تعلیمی نفسیات اساتذہ کے لئے بہت اہم ہے اور اس سے اساتذہ کو زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہئے۔ تعلیمی نفسیات ایک مدرس کو طریقہ تدریس اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو اجاگر کرتی ہے اور ان کو ایک کامیاب مدرس بنانے میں معاون ہوتی ہے۔

تعلیمی میدان میں تعلیمی نفسیات کا تعاون کو نکارہ نہیں جاسکتا۔ تعلیم ایک استاد کو بنیادی مہارت فراہم کرتا ہے اور اسی مہارت اور رہنمائی کی وجہ سے تعلیمی عمل میں آنے والے پیچیدگی اور مسائل کو حل کرتا ہے۔ اساتذہ کے لئے اس کی افادیت، ضرورت اور اہمیت کو مندرجہ ذیل نکات پر تفصیل سے سمجھا جاسکتا ہے۔

(۱) تعلیم کے تصور کو سمجھنے میں معاون: درس وتدریس کے میدان میں ایک استاد کے لئے یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ تعلیم کے تصور کو واضح طور پر سمجھیں۔ حالانکہ مختلف ماہرین نے اپنے اپنے طریقوں سے تعلیم کی تعریفات بیان کی ہیں لیکن تعلیمی نفسیات میں تعلیم کی سائنسی تعریف بیان کی گئی ہے۔ اس کے مطالعہ سے اساتذہ کو تعلیم کا تصور بہتر طور پر واضح ہوجاتا ہے اور وہ تعلیم کو صحیح شکل فراہم کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔

(۲) تعلیم کے مقاصد کی حصولیابی کے امکان اور ہدف متعین کرنے میں معاون: فلسفیوں، ماہرین عمرانیات، سماجیات وسیاسیات ہی تعلیم کے مقاصد کو متعین کرتے ہیں لیکن یہ مقاصد کس سطح پر کس حد تک اور کیسے حاصل کئے جاسکتے ہیں اس کام میں تعلیمی نفسیات اساتذہ کو مدد فراہم کرتی ہے۔

(۳) تعلیمی نصاب کی تعمیر اور انتخاب میں معاون: نصاب کی تعمیر کرتے وقت تعلیمی نفیاست مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے اساتذہ بچوں کی جسمانی اور ذہنی عمر اور ان کی ذہنی پختگی کے نظریہ سے تعلیم کی مخصوص سطح کے لئے مناسب نصاب تعلیم کی تشکیل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں اور ساتھ ہی مناسب مواد مضمون اور تدریسی سرگرمیوں کے انتخاب میں کامیاب ہوتے ہیں۔

(۴) متعلم سے واقفیت: تعلیم کے میدان میں متعلم کی اپنی اہمیت ہے۔ آج کے دور میں نصاب، متعلم کے اردگرد ہی رہتا ہے جسے طفل مرکوزیت ہی کہتے ہیں۔ اُسکی وجہ یہی ہے کہ تعلیم کا مقصد بچے کی پورے شخصیت کی نشوونما کرنا ہے۔ اس لئے معلم کے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ درس وتدریس کی کامیابی کے لئے وہ متعلم کی پوشیدہ صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہو۔ تعلیمی نفسیات بچوں کی ذہانت، دلچسپیاں، رجحان، نقطہ نظر، اکتسابی یا فطری صلاحیتیں اور اہلیتیو ں سے واقفیت کراتی ہے۔ اساتذہ تعلیمی نفسیات کی جانکاری کے بعد یہ سمجھ پاتے ہیں کہ نشوونما کے مختلف مراحل ہیں جس میں متعلم کی سماجی، جذباتی، دانشورانہ طبعی اور جمالیاتی ضرورتوں کا ادراک سے واقفیت کراتی ہے۔ تعلیمی نفسیات سے متعلم کی اکتساب کے لئے آمدگی کے اصول اور اس کی واقفیت ایک استاد کو ملتی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ استاد طلبہ کی آمدگی کا خیال رکھے۔ یعنی اگر طلبا سبق کو سیکھنے میں آمادہ ہے تو ایک استاد کو یقین ہوجاتا ہے کہ اس کے درس وتدریس کی کامیابی ممکن ہے۔

ایک استاد کے لئے یہ جانکاری رکھنی ضروری ہوتی ہے کہ طلبہ کے شعوری حالات کیسے ہیں لیکن اس کی جانکاری بھی تعلیمی نفسیات ہی

فراہم کرتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ استاد کو طلبہ کی شعوری اور لاشعوری طرز عمل سے بھی واقفیت کراتی ہے کیونکہ ہم جانتے ہے کہ شعوری و لاشعوری طرز عمل یقینی ہے۔ایک استاد کے لیے تعلیمی نفیاست مفید ہے کیونکہ یہ سبق کے تصرف سے ہی طلبا میں محرک پیدا کرسکتا ہے۔ بچے اکثر گروہ میں بھی کارم کرتے ہیں لیکن گروہی طرز عمل کیا ہے، یہ کیسے کام کرتا ہے، اس کی خصوصیات کیا ہیں اس کی بھی جانکاری تعلیمی نفسیات ہی فراہم کراتی ہے۔

(۵) درس وتدریس کے فن اور طریہ کار کی رہنمائی: جب عملی تدریس کا وقت آتا ہے تو طریقہ تعلیم کے انتخاب کا مرحلہ آتا ہے۔ تعلیمی نفسیات میں اس کا حل موجود ہے۔ تعلیمی نفسیات چونکہ اکتسابی اصولوں، ضابطوں، نظریات وطرز نظر کو پیش کرتی ہے اور انہیں اصولوں، ضابطوں، نظریات وطرز نظر کے بنیاد پر ماہرین تعلیم نے متعین تدریسی طریقوں کو تعمیر کیا ہے۔اس لئے مدرس کو چاہئے کہ درپیش حالات کے لحاظ سے موزوں طریقہ ہائے تعلیم کا انتخاب کرے۔

(۶) اکتسابی ماحول: یہ تعلیمی نفسیات کا اہم اصول ہے کہ تعلیمی سرگرمی اکتسابی ماحول کی ضرورت ہوتی ہے۔ اکتسابی ماحول ایک طرفہ نہیں ہوسکتا۔ یہ معلم اور متعلم کے باہمی تعلق یا اشتراک سے ہی ممکن ہے۔ یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ طریقہ کا انتخاب موقع اور ماحول کے ساتھ ہونا چاہئے۔ مدرس کو تعلیمی نفسیات کے ان اصولوں سے واقف ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اس بات کا فیصلہ کرسکے کہ کہاں انفرادی تدریس ہو کہاں گروہی سرگرمی کی ضرورت ہے۔گروہی محرکات یا گروہی طرز عمل کے پس منظر میں گروہی تدریس کی افادیت سے معلم کو واقف ہونا چاہئے۔

(۷) توارث اور ماحول: بچے کی نشو ونما میں یہ دونوں عوامل اثر انداز ہوتے ہیں یعنی مدرس کو چاہئے کہ بچے کہ توارث اور ماحول سے واقف ہو۔ تعلیمی نفسیات مدرس کو ان پیچیدگیوں سے آگاہ کراتی ہے۔اس طرح وہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ اپنے درس وتدریس کو متعلم کے توارث اور ماحول کے مطابق ڈھال سکے۔

(۸) اساتذہ کو اپنے آپ کو سمجھنے میں معاون: ایک کامیاب استاد بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ تعلیمی نفسیات کے اصولوں اور نظریات سے واقف ہوں اور یہ کام نفسیات بہ خوبی کرتا ہے۔ کیونکہ ایک استاد اپنے آپ کی اہلیت وصلاحیت کو سمجھنے لگتا ہے جس سے وہ اپنی سرگرمیوں کی پیائش وتعین قدر کرسکتے ہیں۔ جس کی بنیاد پر اگر کوترمیم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ کرسکتے ہیں جس سے وہ ایک اچھے استاد بن سکتے ہیں۔ کیونکہ تعلیمی نفسیات کے اصولوں کے تحت مدرس خود اپنی صلاحیتوں سے آگاہ ہوجاتا ہے۔خود اپنے طرز سلوک کا انداز، شخصیت کی خصوصیات، محرکات، ہم آہنگی وغیرہ کا مطالعہ کرسکتا ہے۔

(۹) مشاورت خدمات: تعلیمی نفسیات کے اصولوں کے تحت مدرس ایک ماہرانہ انداز میں بچوں سے زیادہ بہتر طریقہ پر واقفیت رکھتا ہے۔اس کی وجہ سے بچوں کی صلاحیتوں، دلچسپیوں اور رجحانات کی بہتر طور پر نشاندہی کرسکتا ہے۔ اور اس کے فروغ کے سمت اور رفتار کے بارے میں رائے قائم کرسکتا ہے۔جس کی وجہ سے وہ بچوں کے بہتر فروغ کے لئے رہنمائی کرسکتا ہے۔

(۱۰) نظم وضبط کی برقراری میں مدد: تعلیمی نفسیات ایک طرف بچوں کی فطرت، ان کی کمزوریوں، محاسن، دلچسپیوں، اور

رجحانات کی نشاندہی کے اصول سے واقفیت کراتی ہے تو دوسری طرف تدریسی فن کے اصولوں سے آگاہ کرتی ہے۔جس میں ان کے حقیقی تصور کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جو معلم تعلیمی نفسیات کا علم رکھتے ہیں وہ اسکول اور جماعت میں نظم وضبط بنائے رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔اس کے علاوہ متعلمکی ضرورتیں، مقصد کے حصول کے زبردست خواہش کا وجود، تھکن اور محرک کے پہلوؤں سے آگاہی کے علاوہ طرز عمل کا انداز اس کی شخصیت کی خصوصیات معلم کو جماعت میں نظم وضبط کی تعمیری فضا میں مددگار رہوتی ہے۔

(۱۱) جانچ: تعلیمی نفسیات میں تعلیمی حصولیابی کی پیائش اورتعین قدر کی معروضی جانچ کے طریقوں کوفروغ دیا گیا ہے۔ یہ وہی طریقہ ہے جس سے یہ اندازہ لگا سکے کہ اس کے طرز عمل میں کس قسم کی تبدیلیاں آرہی ہے اوراس میں پوشیدہ صلاحیتیں فروغ پارہی ہیں۔

(۱۲) جماعت کے مسائل کا حل: تعلیمی نفسیات میں بے شمار مسائل کے حل موجود ہیں۔ایک معلم یہ بھی جانتا ہے کہ اسکول اور جماعت میں بے شمار مسائل ہوتے ہیں مثلاً کچھ بچے جماعت میں کچھ طلبہ پسماندگی کے ہیں تو کچھ طلبہ غیر حاضر رہتے ہیں اور تعلیمی نفسیات اس طرح کے مسائل کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

مندرجہ بالاتفصیلات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا کہ درس وتدریس ایک پیچیدہ عمل ہے۔جس میں سائنس وٹکنالوجی کی مدد لینی ہوتی ہے۔ہاں یہ بات بھی واضح ہے کہ تعلیمی نفسیات معلم کی پیشہ ورانہ فروغ کے لئے نہایت اہم ہے اور درس وتدریس میں اسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

1.7 فرہنگ Glossary

Nature (فطرت) : کسی چیز کی بنیادی یا معقول خصوصیات خاص طور پر جب اس کے خصوصیات کے طور پر دکھا جاتا ہے۔

Scope (وسعت) : اس علاقے یا موقع کی حد جس سے کوئی تعلق ہے یا اس سے متعلقہ ہے۔

Meaning (مفہوم) : لفظ متن، تصور یا عمل کا کیا مطلب ہے۔

Psychology (نفسیات): انسانی طرز عمل کا سائنسی مطالعہ

Psyche (سائیکی) : روح کو کہا جاتا ہے جو کہ ایک یونانی لفظ ہے۔

Logos(لوگس) : مطالعہ کو کہا جاتا ہے جو کہ ایک یونانی لفظ ہے۔

Concious(شعور) : کسی کے اردگرد کے بارے میں آگاہ اور جواب دینا۔

Subconcious(تحت شعور): یہ دماغ کے حصے سے تعلق ہے جو کوئی مکمل طور پر باخبر نہیں ہے بلکہ کسی کے عامال اور احساسات پر اثر انداز ہوتا ہے۔

Unconcious (لاشعور): دماغ کا حصہ جو ذہنی دماغ کے قابل نہیں ہے لیکن اس کے رویے اور جذبات پر اثر انداز ہوتا ہے۔

Behaviour (طرز عمل): انسان کا برتاؤ ماحول میں کیسا ہوتا ہے۔

Learning (اکتساب) : تجربے، مطالعہ یا تدریس کے طرف سے علم یا مہارت کے حصول

Method (طریقہ) : کچھ حاصل کرنے کے لئے ایک خاص طریقہ کار، خاص طور پر ایک منظّم یا قائم کیا ہوا۔

Introspection (مشاہدہ باطن): کسی کی اپنی ذہنی اور جذباتی عمل کا امتحان یا مشاہدہ۔

Observation (مشاہدہ): معلومات حاصل کرنے کے لئے احتیاط سے نگرانی کرنے کا عمل۔

Experiment (تجربہ): دریافت کرنے کے لئے ایک سائنسی طریقہ۔

Case Study (کیس اسٹڈی): ایک عمل یا تحقیق کا ریکارڈ جس میں تفصیلی توجہ سے کسی مخصوص شخص، گروہ یا صورتحال کی فلاح و بہبود کے لئے۔

1.8 یادر کھنے کے نکات Points to Remember

- ☆ نفسیات ایک حقیقی سائنس ہے جو انسانوں اور حیوانوں کے اس طرز عمل کا مطالعہ کرتی ہے جو طرز عمل ان کے اندر کے احساسات اور خیالات کی ترجمانی کرتا ہے۔
- ☆ نفسیات میں مکمل طرز عمل یعنی ظاہری اور باطنی طرز عمل شامل ہیں۔
- ☆ تعلیمی نفسیات کا مطلب تعلیمی میدان میں آنے والے مسائل کو حل کرنے کے لئے نفسیات کے نظریات واصولوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔
- ☆ تعلیمی نفسیات ایک عملی نفسیات ہے۔
- ☆ تعلیمی نفسیات کے استعمال سے انسان کے طرز عمل کو بہتر بنانے میں مدد ملتی ہے۔
- ☆ مشاہدہ باطن کا لفظی معنی اپنے اندر دیکھنا ہے۔
- ☆ مشاہدہ باطن کا انسانی طرز عمل کے ضمن میں اس کا مطلب کسی فرد کے ذریعہ اپنے طرز عمل کا خود کا مطالعہ کرنا ہے۔
- ☆ مشاہداتی طریقہ کار کا لفظی معنی ہیں کسی چیز یا عمل کو با مقصد دیکھنا۔
- ☆ ایک کنٹرول حالات میں طرز عمل کے مطالعے کو تجرباتی طریقہ کہتے ہیں۔
- ☆ مفروضات کا مطالب کسی مسئلے کا فوری حل ہوتا ہے جو ایک رخ فراہم کرتا ہے۔
- ☆ کیس اسٹڈی کا طریقہ ایک مخصوص تحقیقی طریقہ ہے جس میں کسی فرد، گروہ یا تنظیم کی تفصیل معلومات حاصل کی جاتی ہے۔
- ☆ تعلیمی نفسیات تعلیم کے تصور کو سمجھنے میں معاون ہے۔
- ☆ تعلیمی نفسیات تعلیمی نصاب کی تعمیر میں مددگار رہے۔

1.9 نمونہ امتحانی سوالات Model Examination Questions

طویل جوابی والے سوالات Long Answer Type Questions

(۱) نفسیات کا مفہوم، نوعیت اور وسعت بیان کریں۔

(۲) تعلیمی نفسیات سے آپ کیا سمجھتے ہیں، اس کی نوعیت اور وسعت کو مثال کے ذریعہ واضح کریں۔

(۳) مشاہدہ باطن طریقہ کار پر ایک تفصیلی نوٹ لکھیں۔

(۴) مشاہداتی طریقہ کار اور تجرباتی طریقہ میں فرق واضح کیجئے۔

(۵) خصوصی بچوں کی طرز عمل کو گہرائی سے دیکھنے کے لئے کون سا طریقہ موزوں ہے۔ اس طریقہ کی خوبی اور خامیوں کو بیان کریں۔

(۶) تعلیمی نفسیات ایک استاد کے لئے کیسے افادیت رکھتی ہے۔ تفصیل سے سمجھائیے۔

مختصر جوابی کی قسم کے سوالات Short Answer Type Questions

(۱) نفسیات اور تعلیمی نفسیات میں فرق واضح کریں۔

(۲) مشاہدہ طریقہ کار کی خصوصیات بیان کریں۔

(۳) تجرباتی طریقہ کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔

(۴) ایک استاد کے لئے تعلیمی نفسیات کی اہمیت بیان کیجئے۔

مختصر ترین جوابی کے سوالات Very short Answer type Questions

(۱) نفسیات کی تعریف بیان کیجئے۔

(۲) تعلیمی نفسیات کا دائرہ کار لکھیے۔

(۳) مشاہداتی طریقہ کے مرحلے بیان کیجئے۔

(۴) شریک مشاہدہ کی مثال دیجئے۔

(۵) ساختہ مشاہدہ کی مثال دیجئے۔

معروضی قسم کے سوالات

Objective Type Questions

(۱) سائیکی (Psyche) کا مطلب ہے۔

(a) روح

(b) دماغ

(c) طرزِ عمل

(d) ان میں سے کوئی نہیں

(۲) نفسیات کس کو کہتے ہیں۔

(a) طرزِ عمل کا مطالعہ

(b) دماغ کا مطالعہ

(c) شعور کا مطالعہ

(d) ان میں سے کوئی نہیں

(۳) تعلیمی نفسیات کا بنیادی مقصد ہے۔

(a) تعلیمی طریقوں کی تفہیم کے لئے

(b) اساتذہ کو بچے کی تعلیم میں نفسیات کی سمجھ دیتا ہے

(c) موثر تدریس کے لئے ضروری تعلیمی پس منظر فراہم کرنے کے لئے

(d) تعلیمی تحقیق کے لئے نظریاتی خاکہ فراہم کرنے کے لئے

(۴) تجرباتی نفسیات کا موجد کسے کہا جاتا ہے۔

(a) بورنگ (Boring)

(b) ہل (Hull)

(c) وڈنٹ (Wundt)

(d) ٹول مان (Tolman)

(۵) پہلا تجرباتی نفسیاتی لیباریٹری کہاں قائم کی گئی؟

(a) برلین (Berlin)

(b) بوسٹون (Boston)

(c) فرینک فورٹ (Frankfurt)

(d) لیپجینگ (Leipzing)

(۶) ان میں سے کون سا طریقہ تعلیمی نفسیات کو سائنس کا مقام عطا کروایا۔

(a) مشاہداتی طریقہ

(b) تجرباتی طریقہ

(c) کلینکل طریقہ

(d) سروے طریقہ

(۷) نفسیات کا سب سے پرانا طریقہ کون سا ہے۔

(a) مشاہدہ باطن

(b) مشاہداتی

(c) کیس اسٹڈی

(d) تجرباتی طریقہ

(۸) اس طریقہ کا نام بتائیں جو ایک وقت میں ایک ہی شخص یا تنظیم کا مطالعہ کرتا ہے۔

(a) کیس اسٹڈی

(b) سوال نامہ

(c) کلینیکل طریقہ

(d) تجرباتی طریقہ

(۹) تعلیمی نفسیات کس سے تعلق ہے۔

(a) متعلمین سے

(b) تدریسی عمل سے

(c) تدریسی حالات سے

(d) مندرجہ بالا سبھی

(۱۰) ایک استاد کا بنیادی کام ہے۔

(a) معین نصاب کی تدریس

(b) اکتساب کے لئے طلبہ کو محرک اور رہنمائی کرنا

(c) بالغوں کے مطالبات اور توقعات کے مطابقت کی عادات کو فروغ دینا

(d) تشخیص اور معاون امداد فراہم کرنے کے لئے جہاں بھی ضرورت ہے

(۱۱) کسی بھی تجربہ میں متغیرہ ہوتے ہیں: متغیرہ ہے

(a) آزاد (b) انحصار (c) آرگینسمیک (d) یہ سبھی

(۱۲) انسانی نشوونما منحصر کرتی ہے۔

(a) تقریباً فرد کی جینیاتی طور پر (b) انفرادی وسائل کے طرف اشارہ کرتے ہیں جس پر انفرادی کنٹرول میں ہے۔ (c) توارث اور ماحول کی وجہ سے (d) عوامل انفرادی طور پر فرد سے مختلف ہوتی ہے۔

1.10 سفارش کردہ کتابیں Suggested Books

(۱) جدید تعلیمی نفسیات: پروفیسر محمد شریف خاں، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ

(۲) تعلیمی نفسیات کے پہلو: ڈاکٹر آفاق ندیم خاں و سید معاز حسین، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ

(۳) نفسیاتی اساس تعلیم: مرزا شوکت بیگ، محمد ابراہیم خلیل، سید اصغر حسین، دکن ٹریڈرس بک سیلر حیدرآباد

(۴) تعلیم اور اس کے اصول: محمد شریف خاں، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ

(۵) نایاب تعلیمی نفسیات: شاذیہ رشید جدران پبلی کیشنز لاہور

(۶) تعلیمی نفسیات اور رہنمائی: ملک محمد موسیٰ/شاذیہ رشید، جدران پبلی کیشنز

(۷) Kulshestra, S.P. (1997), Educational Psycholgy - Raj Printers - Meerut

(۸) Mangal, S.K (2003), Advanced Educational Psychology Prentice Hill of India Pvt. Ltd. New Delhi

(۹) Schopler, J. Weisz, J. King R & Morgan, C (1993), Introduction to Psychology - Prentice Hill of India Pvt. Ltd., New Delhi

اکائی۔ 2۔ متعلم کا نمو اور نشوونما

Growth and Development of the Learner

Structure | **ساخت**

Introduction	تعارف	2.1
Objectives	مقاصد	2.2
Growth and Development of the Learner	نمو اور نشوونما	2.3
The Concept and Nature	2.3.1 تصور اور نوعیت	
Difference between Growth and Development	2.3.2 نمو اور نشوونما میں فرق	
Principles of Development	2.3.3 نشوونما کے اصول	
Factors influencing Growth and Development: Heriditary and Environment	2.3.4 نمو اور نشوونما کو اثر انداز کرنے والے عوامل: توریث اور ماحول	
Stages of Growth and Development	نمو اور نشوونما کے مراحل	2.4
Infancy	2.4.1 شیر خوارگی	
Childhood	2.4.2 بچپن	
Adolescence	2.4.3 عنفوانِ شباب	

Theories of Development	نشو ونما کے نظریات	2.5
Congnative (Piget) Theory	2.5.1 وقوفی (پیاجے) نظریہ	
Psycho-Social (Erikson) Theory	2.5.2 نفسی سماجی (ایکریسن)	
Moral (Kohlberg) Theory	نظریہ	
Psycho-Analytic Theory	2.5.3 اخلاقی (کوہل برگ)	
Language Developement theory of Noam	نظریہ	
Chomsky	2.5.4 نفس تجزیہ (فرائڈ) نظریہ	
	2.5.5 زبان کی ارتقا کا نوم چومسکی	
	نظریہ	
Glossary	فرہنگ	2.6
Points to Remember	یاد رکھنے کے نکات	2.7
Model Examination Questions	نمونہ امتحانی سوالات	2.8
Suggested Books	سفارش کردہ کتابیں	2.9

2.1 تعارف Introduction

انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ نے اس کو عقل وشعور دیا۔ ماں کے شکم سے ہی بچے کی نشو ونما شروع ہوجاتی ہے اور بدلاؤ آتا رہتا ہے۔ اگر شیر خوارگی کے زمانے میں بچوں کی شکل وصورت، سائز بھی بدلتے رہتے ہیں۔ بدلنے کا انداز ان میں ایک جیسا نہیں ہوتا ہے۔ لیکن عموماً سبھی انسانوں کی نشو ونما ایک جیسی ہوتی اور ایک منظّم شکل میں ہوتی ہے۔ انسان کی نشو ونما میں اس کے توارث کے ساتھ ساتھ اس کی پرورش کس طرح کی جارہی ہے پر منحصر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بچے کی تبدیلیاں مختلف انداز میں ہوتی ہے جیسے اس کا قد کو لیجئے یہ اس بات پر بھی منحصر کرتا ہے کہ اسے کس طرح کے غذا فراہم کی گئی۔

انسان کی نشو ونما کا مطالعہ کئی جسمانی، ذہنی، سماجی، جذباتی، لسانی پہلوؤں کے طور پر کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی نمو یا افزائش تمام مقداری تبدیلیوں کو مقرر کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ نمو کا مطلب ہی ہوتا ہے کیمیاتی تبدیلیاں اور کیفیتی تبدیلیوں کو نشو ونما کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔ انسان زندگی کے مختلف مرحلے سے گزرتا ہے اور یہ تبدیلیاں لازمی ہے اور وقوع پذیر ہوتی رہتی ہے کہ کس فرد کے اندر مخصوص ترقیاتی اعمال تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں۔ یہ بھی واضح ہے کہ انفرادی اختلاف، جسمانی، سماجی، جذباتی نفسیاتی سماجی طور پر پائے جاتے ہیں یعنی یہ رفتار الگ ہوتی ہے اور جو بہت حد تک نشو ونما کے اصولوں پر منحصر کرتی ہے۔

یہ اس کورس کی دوسری اکائی ہے۔اس اکائی میں ہم نشوونما اور افزائش کے تصور، نوعیت، نمو اور نشوونما سے فرق اور نشوونما کے اصولوں پر بحث کریں گے۔اس اکائی میں نمو اور نشوونما کو اثر انداز کرنے والے عوامل یعنی توارث اور ماحول پر بحث ہوگی۔نشوونما کے مختلف مراحل یعنی شیر خوارگی، بچپن اور عنفوانِ شباب کے دوران کس طرح کی تبدیلیاں یا بدلاؤ آتا رہتا ہے اس کا ذکر ہوگا۔بہت سارے ماہرین نے اپنے نظریات پیش کیے ہیں۔اس پر بحث کی جائے گی۔

2.2 مقاصد Objectives

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد طلبہ اس لائق ہوجائیں گے کہ:

☆ نمو کا مفہوم بیان کرسکیں گے۔

☆ نشوونما کی تعریف بیان کرسکیں گے۔

☆ نشوونما اور نمو میں فرق کرسکیں گے۔

☆ نشوونما اور نمو کے مراحل کو بیان کرسکیں گے۔

☆ نشوونما کے اصولوں کی وضاحت کرسکیں گے۔

☆ نشوونما کے نظریات کو واضح کرسکیں گے۔

2.3 نمو اور نشوونما Growth and Development

اگر آپ اپنے ماضی کو دیکھیں اور خاص کر شیر خوارگی اور بچپن کے واقعات تو آپ کو محسوس ہوگا کہ زیادہ تر چیزیں آپ بھول چکے ہوں گے اور کچھ دھندلی سی یادیں آرہی ہوں گی۔یہ وہ دن تھے جس کی بنیاد پر آپ کی تشکیل ہوئی ہے۔کتنی تبدیلیاں آپ میں آئی ہوں گی جس کا تعلق براہ راست آپ سے ہے۔یہی ساری چیزیں نمو اور نشوونما کے تصور، نظریات اور اصول کا مرکز ہے۔

2.3.1 تصور اور نوعیت The concept and nature

نمو، نشوونما، بالیدگی، افزائش، پختگی یہ تمام وہ لفظ ہیں جو ایک جیسے لگتے ہیں اور اکثر اصطلاحات میں یہ الفاظ ایک دوسرے کے متبادل استعمال کیا جاتا ہے۔لیکن ان میں فرق ہیں۔نمو سے مراد انسانوں میں واقع ہونے والے ان تبدیلیوں سے ہیں جس میں قد، وزن، سائز اور اندرونی اعضاء وغیرہ میں جسمانی تبدیلیاں شامل ہیں۔اس لئے اسے مقداری یا کیمتی تبدیلیاں کہتے ہیں۔اسکے جسمانی اعضاء میں بیرونی اور اندرونی دونوں اعضا شامل ہیں۔بیرونی اعضا جو اوپر دکھائی دیتے ہیں جیسے انسان کا پورا جسم جس میں ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، سر، پیٹ شامل ہیں اور اندرونی اعضا میں مختلف نظام جیسے دل، ہڈی، حاضمہ شامل ہیں۔یہ تبدیلیاں انسان کے عمر کے ساتھ ہوتی رہتی ہیں۔فرینک (Frank) کے مطابق ''نشوونما خلیوں میں ہونے والے اضافے سے ہوتا ہے جیسے لمبائی اور وزن میں اضافہ،،۔

اس طرح نمو کی تعریف جسم اوراس کے حصوں کی شکل اور وزن کے بڑھنے سے کیا جاتا ہے اوراس میں جسمانی تناسب اور بحیثیت مجموعی قد اور وزن میں آئی تبدیلیاں شامل ہیں۔

اس کے برعکس نشو ونما سے مراد انسانوں میں وقوع ہونے والے ان تبدیلیوں سے ہیں جو دورانِ حمل سے موت کے درمیان پائی جاتی ہے۔نشو ونما میں نمو کے ساتھ ساتھ اس کے جسمانی اور ذہنی طرز عمل میں ہونے والی تبدیلیوں سے ہوتا ہے۔نشو ونما ایک مسلسل چلنے والا عمل ہے جس کے ذریعہ انسان میں کیفیتی تبدیلیاں شامل ہیں جو نمو کے مقداری یا کیمیتی تبدیلی کے ساتھ واقع ہوتی ہیں۔نشو ونما میں نمو کا جز ہمیشہ جڑا ہوا ہوتا ہے۔نشو ونما کے نتیجہ میں انسان کے اندر کئی خصوصیات اور صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں۔کیفیتی تبدیلی کو محسوس کیا جاسکتا ہے لیکن ناپا نہیں جاسکتا۔جسم کے مختلف حصوں میں مشترکہ طور پر تبدیلیاں آئی ہیں۔یہ تبدیلیاں مخصوص سمت کے جانب ہوتی ہیں یعنی وہ پیچھے جانے کے بجائے آگے کے جانب چلتی ہیں۔کرو اور کرو (Crow and Crow) کے مطابق نشو ونما ایک ساختی تبدیلی ہے۔

اس طرح نشو ونما کی وضاحت ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے کہ ہر تبدیلی کو ہم نشو ونما نہیں کہہ سکتے صرف ترقی پذیر تبدیلیاں ہی نشو ونما کے زمرے میں آتی ہیں۔یہ ایک مسلسل جاری رہنے والا عمل ہے۔

انسان کا جسم کی نمو دورانِ حمل سے شروع ہوجاتا ہے لیکن یہ مسلسل چلنے والا عمل نہیں ہے بلکہ ایک عمر تک چل کر مکمل ہوجاتی ہے۔ ماحولیاتی اور توارث سے متاثر ہوکر یہ تبدیلیاں ہوتی ہیں اور اس پر منحصر کرتی ہیں۔لڑکے اور لڑکیوں کی جسمانی نمو بھی ایک عمر تک جاکر مکمل ہوجاتی ہے اور یہی حال دماغ اور ذہنی صلاحیتوں میں ہونے والی قدرتی تبدیلیاں بھی ایک معین عمر تک پہنچ کر مکمل ہوجاتی ہے، انسان کے اسی جسمانی ذہنی نمو اور نشو ونما کی حالت کو پختگی کہتے ہیں۔

وولف اینڈ وولف (Woolf and Woolf) کے مطابق ''پختگی کے معنی نشو ونما کی اس متعین سطح سے ہے جس میں بچے اس کام کو کرنے کے قابل ہوجاتے ہیں جنہیں اس سطح سے قبل نہیں کر سکتے تھے۔،،

جیسا کہ ہم جانتے ہیں نشو ونما اور نمو کے کئی مرحلے ہیں اور سبھی مرحلے کی اپنی اپنی خصوصیات ہوتی ہے۔مثال کے طور پر دوران حمل میں یہ کام شروع ہوجاتا ہے اور ایک متعین وقت کے بعد ہی بچے کی پیدائش ہوتی ہے اور یہ متعین وقت ہی اُس مخصوص اعضا کی پختگی کہلاتی ہے۔ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ شیر خوارگی کے زمانے میں نمو کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے اور بچپن کے زمانے میں یہ رفتار متوسط ہوجاتی ہے اور عنفوانِ شباب میں سست ہوجاتی ہے۔ایسا بھی وقت آتا ہے جب یہ مکمل ہوجاتی ہے اور اس کی مکمل کو پختگی کہتے ہیں۔

اس طرح پختگی سے مراد انسان کے اس جسمانی، فطری اور ذہنی نمو اور صلاحیتوں کے اس فطری نشو ونما کے عمر سے ہے جس کے بعد اس میں کوئی نمو اور نشو ونما کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

2.3.3 نمو اور نشو ونما میں فرق Difference between Growth and Development

مندرجہ بالا نمو اور نشو ونما کا مطلب سمجھنے کے بعد ان دونوں کے فرق کو مندرجہ ذیل طور پر سمجھنا آسان ہوگا۔

نمبر شمار	نمو (Growth)	نشو ونما (Development)

1	نمور سے مراد انسان کی جسامت اور وزن میں ہونے والے اضافے سے ہوتا ہے۔	نشوونما سے مراد انسان میں جسامت اور وزن کے ساتھ ساتھ اس کے علم مہارتوں اور طرز عمل میں ہونے والی ترقی امور تبدیلیوں سے ہے۔
2	نمو ایک ایسا پہلو ہے جس کے اندر تبدیلی کو ناپا اور تولا جاسکتا ہے جیسے لمبائی ، اونچائی، وزن وغیرہ۔	نشوونما کے اندر جسامت اور وزن کے ساتھ قابلیت اور کیفیتی بھی تبدیلی رہتی ہے اور کاموں کے طریقہ میں درستگی ہوتی ہے۔
3	نمور کی ایک حد ہوتی ہے جسے پختگی کہتے ہیں۔	نشوونما کی کوئی حد نہیں ہوتا۔ یہ مسلسل چلنے والی عمل ہے جو تاحیات جاری رہتا ہے۔
4	نمو صرف جسمانی اعضا اور ان کی عملی قوتوں میں ہونے والے اضافے تک محدود رہتی ہے۔	نشوونما کا میدان حد درجہ وسیع ہوتا ہے اس میں جسمانی اضافے کے ساتھ ساتھ ذہنی، لسانی، جذباتی، سماجی اور اخلاقی ارتقا سبھی شامل ہیں۔
5	نمور صرف کیمیتی ہوتی ہے ۔ اسے ناپا جاسکتا ہے۔	نشوونما کیمیتی کے ساتھ کیفیتی بھی ہوتی ہے۔اس کی کیمیتی پہلوؤں کو ناپا جاسکتا ہے لیکن کیفیتی پہلوؤں کو ناپا نہیں جاسکتا۔ اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اس لئے خصوصی طریقہ وتراکیب کی ضرورت ہے۔
6	نمو کی رفتار شیر خوارگی کے زمانے میں زیادہ ہوتی ہے بعد میں کم اور سست ہوجاتی ہے۔	نشوونما ہمیشہ عام سے خاص کے طرف ہوتی ہے۔

2.3.3 نشوونما کے اصول Principles of Developement

کسی بھی شئے کا مشاہدہ اور مطالعہ کرنا ایک پیچیدہ عمل ہے اور اشرف المخلوقات کا مطالعہ تو یقیناً پیچیدہ ہے کیونکہ قدرت نے اسے ایک دماغ دیا ہے جس کا استعمال انسان مختلف طریقے سے کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسانوں کے طرز عمل کو سمجھنا ایک پیچیدہ کام ہے۔ لیکن ماہرین نفسیات نے انسانی نشوونما کے اس عمل کو بہت محنت اور باریکی سے مطالعہ کیا ہے اور اس کی نشوونما کے مراحل کے تعیم میں جو حقائق

رونما ہوئے انہیں نشو ونما کے اصول کی شکل میں پیش کیا۔نشو ونما کے اہم اصول مندرجہ ذیل ہے:

(1) تسلسل کا اصول (Principle of Continuity)

قرارِ حمل سے لے کر موت تک نشو ونما کی ایک مسلسل عمل ہے۔اس میں کوئی بھی نشو ونما اچانک نہیں ہوتی بلکہ رفتہ رفتہ ہوتی ہے۔ اسکینر (Skinner) کے لفظوں میں نشو ونما کے عمل کے تسلسل کا اصول صرف اس بات پر زور دیتا ہے کہ انسان میں کوئی اچانک تبدیلی نہیں ہوتی۔تبدیلیاں مسلسل جاری رہتی ہیں اور زندگی کی اُس مدت تک جاری رہتی جب تک کہ انسان کی روح فنا نہیں ہوجاتی۔مثلاً انسان کی جسمانی نمو رفتہ رفتہ ہے اور پختگی حاصل کرنے کے بعد اس کی نمو رک جاتی ہے۔

(2) ترتیب واریت کا اصول (Principle of Sequentiality)

ماہرین نفسیات شرلے (Shirley) اور گیسیل (Geseel) نے اس بات پر متفق ہیں کہ نشو ونما ترتیب وار یا باضابطہ ہوتی ہے۔ یعنی متعین ترتیب میں ہوتی ہے۔اس اصول کے مطابق ہر جاندار چاہے انسان ہو یا جانور اپنی تخلیق کے مطابق نشو ونما کے نمونے پر چلتا ہے۔مثال کے طور پر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ بولنا نہیں جانتا۔اب وہ جس ماحول میں رہتا ہے وہی زبان سیکھتا ہے۔شروعاتی دنوں میں صرف اس کے رونے کی آواز سنتے ہیں لیکن وہ ماحول سے دوسرے کی آواز سنتا ہے اور اس کی نقل کر کے بولنے کی کوشش کرتا ہے۔یہی ترتیب کا اصول ہے۔الگ الگ ممالک میں یہ ترتیب ایک جیسی ہی ہوتی ہے۔اگر ہم چاہیں کہ بچہ پیدا ہوتے ہی بولنے لگے تو یہ ناممکن ہے، کیونکہ پیدائشی صلاحیت بھی ترتیب وار آئی ہیں۔

(3) یکسانی نمونے کا اصول (Principle of Unifrom Pattern)

کائنات میں مختلف نسل موجود ہے چاہے وہ انسان ہو یا حیوان۔تمام مخلوق کی اپنی خصوصیات ہے۔لیکن تمام کی پیدائش اور نشو ونما ایک جیسی ہوتی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق کی نشو ونما ایک خاص نمونے میں ہی ہوتی ہے۔مثال کے طور پر قرارِ حمل سے لے کر بچے کا پیدائش کا لمحہ نومہینہ کا ہوتا ہے۔یہی یکسانیت کا اصول ہے۔نوزائدہ بچہ کو کوئی چوسنا نہیں سکھاتا بلکہ سبھی بچے کی یہ صلاحیت پیدائشی ہے اور سبھی ممالک میں یہ یکساں ہیں۔ماہرین نفسیات نے یہ واضح کیا ہے کہ بچہ تقریباً چار ماہ کی عمر میں پیٹ کے بل کھسکتا ہے۔تقریباً 6 ماہ کی عمر میں گھٹنوں کے بل چلتا ہے اور دس ماہ کی عمر میں اپنے پیروں پر کھڑا ہوتا ہے اور تقریباً 12 ماہ کی عمر میں اپنے پیروں سے چلنے کے قابل ہوجاتا ہے۔سبھی ممالک میں یہ نشو ونما ایک جیسی ہی ہوتی ہے جو کہ یکسانیت کے اصول پر منحصر ہے۔

(4) نشو ونما کے متعین رخ کا اصول (Principles of Direction of Developement)

اس اصول کے مطابق بچے کی نشو ونما سر سے پیر کے طرف ہوتی ہے بلکہ ایک متعین سمت کے طرف ہوتی ہے۔مثلاً اپنی زندگی کے پہلے ہفتے میں صرف اپنے سر کو اٹھا پاتا ہے۔تین مہینے کے اندر آنکھوں کا ٹھراؤ کر سکتا، مطلب آنکھوں کی رفتار پر قابو کر سکتا ہے۔چھ ماہ میں وہ اپنے ہاتھوں کی ہرکت پر اختیار حاصل کر لیتا ہے اور نو ماہ میں وہ سہارہ لئے بغیر بیٹھ سکتا ہے اور بارہ ماہ میں وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

(5) عمومی سے خصوصی ردعمل کا اصول (Principle of General to Specific Responses)

ماہرین نفسیات نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے انسان کا ردّعمل تجربات کے بنیاد پر تبدیل ہوتا ہے۔ یہ ردّعمل میں تبدیلی عمومی سے خصوصی کی طرف ہوتی ہے۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا چھوٹا بچہ مٹی کو ہی منہ میں ڈالتا ہے کیونکہ یہ قدرتی ہے جو عام ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ وہ منہ میں صرف کھانے ہی ہی چیزوں کو رکھتا ہے یہ خصوصی نشوونما ہے۔

(6) انضمام کا اصول (Principle of Integration)

نوزائدہ بچہ دوسروں پر منحصر کرتا ہے۔ اس کی بہت سی سرگرمی اس کے کنٹرول میں نہیں ہے۔ وہ بچہ جو کچھ سیکھتا ہے وہ جُز کی شکل میں سیکھتا ہے اور پر جُز سے کل کے جانب مکمل ہوتی ہے۔ اس حقیقت کو ماہرین نفسیات نے انضمام کے اصول کے طور پر پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر بچہ جب پانچ سال کی عمر تک پہنچتا ہے اور جب کسی چیز کو تو اس کے اوپر وہ اپنا پورے ہاتھ کا پنجہ رکھتا ہے اور پھر انگلیوں کے استعمال سے یہ کام کو سیکھتا ہے اور بڑا ہو کر پورے ہاتھ کا استعمال ایک ساتھ ہوتا ہے یعنی دیکھنے، استدلال لگانے، سمجھنے اور ہاتھ سے اٹھانے کا عمل ایک ساتھ ہوتا ہے اسی کو انضمام کہتے ہیں۔

(7) نشوونما کے مختلف رفتار کا اصول (Principle of Different Rate of Development)

نشوونما کی رفتار یکساں نہیں ہوتی۔ ماہرین نفسیات مانتے ہیں کہ زیادہ تر حالات میں نشوونما اور نمو کی رفتار مختلف ہوتی ہے۔ لڑکے اور لڑکیوں کی نشوونما میں فرق پایا جاتا ہے۔ یہ بات اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نشوونما کے مختلف مرحلے میں رفتار مختلف ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ابتدائی بلوغت کے دور میں ہاتھ، پیر، ناک، اپنی زیادہ سے زیادہ نشوونما کو پہنچتے ہیں اور ذہنی نشوونما بعد میں پروان چڑھتی ہیں اور آخر میں یہ سست پڑ جاتی ہیں۔

(8) باہمی تعلق کا اصول (Principle of Interrelation)

ماہرین نفسیات اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ نشوونما چاہے وہ سماجی، جذباتی، اخلاقی، جسمانی، ذہنی اور لسانی کچھ بھی ہو سبھی میں باہمی تعلق ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے پر منحصر کرتے ہیں۔ آپ نے یہ تو سنا ہی ہوگا کہ اچھے دماغ کے ئے اچھی صحت کی ضرورت ہوتی ہے یا اس کو یوں کہیں کہ جب جسمانی نشوونما ہوتی ہے تو وزن اور جسامت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور ان کی صلاحیت میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

(9) توارث اور ماحول کے باہمی اثر کا اصول (Principle of Interaction of Heredity and Environment)

انسان کی نشوونما میں دو عوامل خاص طور پر شامل ہے۔ ایک کو توارث اور دوسرے کے ماحول کہا جاتا ہے۔ توارث کا مطلب وسیع ہے لیکن یہاں اس بات کو سمجھ لینا ہے کہ بچہ اپنے والدین، آبا و اجداد سے کچھ خصوصیات کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور چونکہ انسان سماج میں رہتے ہیں اور سماج لوگوں کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے جسے قدرتی اور سماجی ماحول کہا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ اس کی نشوونما ہوتی رہتی ہے۔ توارث

کے ذریعہ جوخصوصیات آ گئی ہے اسے تبدیل نہیں کیا جاسکتا لیکن ماحول کے اثرات سے اس میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔اس لئے نشو ونما کو باہمی اثر کا نتیجہ کہا جاتا ہے۔

(10) انفرادی اختلاف کا اصول (Principle of Individual Difference)

کوئی دو بچے ایک جیسے نہیں ہوتے۔ یہ ماہرین نفسیات مانتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جڑواں بچے بھی ایک جیسے نہیں ہوتے یعنی ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہیں۔اس کی نشو ونما میں بھی انفرادی اختلاف پایا جاتا ہے۔سماجی نشو ونما، ذہانیت، جذباتی نشو ونما میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

2.3.4 نمو اور نشو ونما کو اثر انداز کرنے والے عوامل: توارث اور ماحول Factors influencing Growth and Development: Heredity & Environment

ہمیشہ یہ زیر بحث رہا ہے کہ کون سے عوامل ہیں جو نشو ونما کو اثر انداز کرتے ہیں اور یہ بات سامنے آئی کہ نشو ونما کے جو بنیادی عوامل ہیں وہ ہیں توارث (Heredity) اور ماحول (Environment)

عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ بچے کا رنگ وروپ، ذہن اور مزاج میں وہ اپنے والدین کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ عناصر صرف والدین ہی نہیں بلکہ اسکو یوں کہیں کہ آباؤاجداد، نسل، والدین، جنین (Genes) کی شمولیت ہے۔لیکن بعض اوقات اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ جیسے کند ذہن ماں باپ کے بچے ذہین ہوتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بچوں کو یہ خصوصیات صرف والدین ہی نہیں بلکہ اس کے آباؤاجداد سے بھی ملتے ہیں۔اس لئے توارث کا عام زبان میں انسان کی پیدائشی خصوصیات کو کہتے ہیں۔جیمس ڈریور (James Drever) نے توارث کی تعریف اس طرح کی ہے۔''والدین کے جسمانی اور ذہنی خصوصیات کو بچوں میں منتقل ہونا ہی توارث کہلاتا ہے۔''

پیٹرسن (Peterson) کے لفظوں میں انسان ایسے والدین کے ذریعے سے آباؤاجداد کی جو خصوصیات حاصل کرتا ہے اسے توارث کہتے ہیں،،

ورڈ ورتھ کے مطابق ''توارث میں وہ سبھی باتیں شامل ہیں جو زندگی کی شروعات کرتے وقت پیدائش کے وقت نہیں بلکہ پیدائش سے نو ماہ قبل قرارِ حمل کے وقت موجود ہوتی ہے۔،،

اس طرح توارث کا مطلب وہ ساری خصوصیات سے ہے جو انسان اپنی نسل آباؤاجداد اور والدین سے حاصل کرتے ہیں۔

توارث کے قوانین Laws of Heredity

توارث کے مندرجہ ذیل قوانین ہیں:

(1) مشابہت کا قانون Law of Resemblence

مشابہت کا لفظی معنی ہے ایک کا کسی دوسرے کے ساتھ کسی چیز کا ملنا ہوتا ہے۔ اور مشابہت کے قانون کا مطلب ہے جیسے والدین ہوتے ہیں ویسے ہی اولاد ہوتی ہے۔ بچے کا رنگ وروپ، قد وقامت اور ذہانت اپنے ماں باپ کی طرح ہوتا ہے۔ ذہین ماں باپ کے بچے ذہین اور کند ذہن ماں باپ کے بچے کند ذہن ہوتے ہیں۔

(2) تغیر کا قانون Law of Variation

اس قانون کے مطابق بچہ اپنے والدین سے مشابہت نہ رکھتے ہوئے ان میں کچھ نہ کچھ فرق ہوتا ہے۔ ایک والدین کے تمام بچے ایک جیسے نہیں ہوتے ان کی ذہانت، رنگ وروپ، قد وقامت میں فرق پایا جاتا ہے۔ ان کی جسمانی اور ذہنی صلاحیت بھی مختلف ہوتی ہے۔

(3) مراجعت کا قانون Law of Regression

انسان کے اندر میں دو خصوصیات پائی جاتی ہے۔ ایک عمومی اور دوسرا خصوصی۔ اس قانون کے مطابق بچے اپنے والدین سے صرف عمومی خصوصیات ہی حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے توارث کی جبلت عمومی یعنی اوسط کے جانب ہوتی ہے۔ اس کے وجوہات کو دیکھیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ والدین کے تناسل میں سے ایک زیادہ اور دوسرا کم طاقتور ہوتا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ والدین میں ان کے آباؤاجداد میں سے کسی ایک کا تناسل زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔

نمو اور نشوونما کو اثر انداز کرنے والے دوسرے عنصر ماحولیات ہے۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو وہ قدرت کے بنائے ہوئے دنیا میں سانس لیتا ہے اور پھلتا پھولتا ہے۔ اس کا مطلب پورے ماحول سے ہے۔ اگر غور وفکر کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ انسان ایک جس ماحول میں رہتا ہے وہ دو طرح سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک ماحول کو قدرتی کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ قدرت کی طرف ہمیں فراہم ہے اور دوسرا سماجی ماحول کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے کے والدین کسی نہ کسی سماج سے تعلق رکھتے ہیں۔ چونکہ انسان ایک سماجی جانور ہے۔ انسان، انسانوں کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

قدرتی ماحول کا مطلب ہیں پہاڑ، پٹھار، آب وہوا اور درجہ حرارت سے ہوتا ہے جو ہمیں قدرت کی طرف سے فراہم ہے اور دوسرا سماجی ماحول کا مطلب انسان کے ان خاندانی، سماجی، تہذیبی، مذہبی اور سیاسی حالات سے ہوتا ہے جس میں وہ رہتا ہے اور نشوونما میں دونوں طرح کے حالات کو ماحول کہتے ہیں۔

ووڈورتھ (Wood worth) کے مطابق ''ماحول میں وہ تمام بیرونی اجزاء شامل ہیں جو خود کو اس کی زندگی کے آغاز سے متاثر کرتے رہتے ہیں،،۔

بورنگ لونگ فیلڈ اینڈ ویلڈ (Boring Longfield & Wild) کے مطابق ''جنس کے علاوہ فرد پر اثر انداز ہونے والے ہر شئے ماحول کہلاتی ہے۔،،

مندرجہ بالا تفصیل سے ظاہر ہے کہ انسان کے اوپر ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ یہ ماحول بچے کا قرارِ حمل سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ بچے کی ماں کسی ماحول میں ہے بچے کینشو ونما ویسی ہی ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ بچے کی نشو ونما میں توارث اور ماحول دونوں کے اثرات شامل ہیں۔

2.4 نمو اور نشو ونما کے مراحل Stage of Growth and Development

انسانی نشو ونما رفتہ رفتہ ہوتا رہتا ہے یعنی یہ تسلسل کا بنیاد پر منحصر ہے۔ ماہرین نفسیات نے انسانی نشو ونما کو مختلف مرحلے میں دیکھا ہے جن کی اپنی خصوصیات ہیں۔ یہ خصوصیات ہر مرحلے میں مختلف ہوتی ہیں۔ یہ مرحلے یا درجہ بندی مطالعہ کرنے میں مدد کرتا ہے اور اس درجہ بندی کو مندرجہ ذیل جدول میں دیکھایا گیا ہے۔

جدول 1.0 نشو ونما کے مراحل

عمر گروہ	نشو ونما کا مرحلہ	اسکول جانے کا مرحلہ
پیدائش سے 2 سال تک	شیر خوارگی	-
2 سے 6 سال تک	ابتدائی بچپن	ابتدائی سے پہلے
6 سے 12 سال تک	ثانوی بچپن	ابتدائی
12 سے 18 سال	عنفوان شباب	ثانوی اور اعلیٰ ثانوی
18 سے 40 سال	ابتدائی بلوغیت	-
40 سے 65 سال	پختہ بلوغت	-
65 سے زیادہ	معمر بلوغت	-

مندرجہ بالا جدول میں انسانی زندگی کے عرصہ کو زمانوں میں دکھایا گیا ہے اور نشو ونما کے ہر مرحلے کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں۔

2.4.1 شیر خوارگی (Infancy)

0 سال سے 2 سال عمر تک کے عرصے کو شیر خوارگی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں بچہ اپنے والدین پر منحصر رہتا ہے۔ پیدائش کے وقت عام طور سے بچے کا سر بڑا ہوتا ہے اور اس کا وزن پونڈ کا ہوتا ہے اور پہلے سال کے اندر ہی تین گنا ہوتا ہے۔ بچے کے قد میں اس دوران تیزی سے اضافہ ہوتا ہے۔ بچے اس دوران لگ بھگ 18 سے 20 گھنٹہ سوتے ہیں۔ بھوک لگنے سے جاگ جاتے ہیں اور بچے کی غذا صرف ماں کے دودھ پر ہی منحصر ہوتی ہے۔ بچے کی صحت کسی حد تک ماں کے صحت پر منحصر کرتی ہے۔ ابتدائی تین ماہ کی عمر تک

نظریں نہیں ٹھہرتی ہے اور ساتھ آٹھ مہینہ تک اپنے گرفت پر قابو نہیں ہوتا ہے۔ ان میں اپنے والدین کے ساتھ لگاؤ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

چھ ماہ کی عمر میں بچہ بیٹھنا شروع کر دیتا ہے اور نو ماہ کی عمر تک سہارا لے کر کھڑا ہونا شروع کر دیتا ہے۔ اور 12 سے 15 ماہ کی عمر تک بغیر کسی سہارے کے چلنے لگتا ہے۔ اس مرحلے میں بچے کی جسمانی نشوونما تیزی سے ہوتی ہے۔ عمر کے پہلے سال میں ہڈیوں اور دیگر عضو کو اپنی نشوونما ہو جاتی ہے۔ دانت نکل آتے ہیں۔ ذہنی نشوونما پیدائش سے ہی شروع ہو جاتی ہے جس میں بہت تیزی ہوتی ہے۔ اس مرحلے میں بچہ چیزوں کو دیکھ کر، چھو کر، سیکھتا ہے اور پھر تجربات سے سیکھ جاتا ہے۔ اس سے وہ ذہن کو اور زیادہ وسعت کے ساتھ استعمال کرنا سیکھ جاتا ہے۔ اس لئے ان کا ذخیرہ الفاظ تقریباً 10 الفاظ اور دوسرے سال میں لگ بھگ 50 الفاظ کا ہو جاتا ہے۔ چند دنوں میں وہ اپنے ماں کی آواز پہچاننا شروع کر دیتے ہیں اور ان سے لگاؤ اور تعلق کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی عمر میں اسے پیار کی ضرورت ہوتی ہے اور اسے پیار و محبت ملنے پر اعتماد کا ایک احساس پیدا ہوتا ہے۔ نویں، دسویں اور بارہویں ماہ کے درمیان پیار، ہمدردی، غصہ اور دوستانہ سلوک واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ تقریباً بارہ ماہ کی عمر میں بچے اپنے بڑوں کی نقل کرتے ہیں اور مخصوص اشیا کے ساتھ آوازوں کو جوڑنے لگتے ہیں اور دادا، ماما اور پاپا جیسے الفاظ نکالنا شروع کرتے ہیں۔ بچہ ایک ماہ کا ہوتے ہوتے، تکلیف و آرام کا احساس کرنے لگتا ہے۔

حرکی صلاحیت سر سے پیر کے طرف بڑھتی جاتی ہے۔ جیسا کی اوپر بتایا جا چکا ہے۔ پیدائش کے وقت بچے کا سر بڑا ہوتا ہے اور اسے زیادہ کنٹرول کر سکتا ہے۔ یہ نشوونما کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلے سر اُس کے بعد کندھے، بازو اور پیٹ اور آخر میں ٹانگیں اور پیر۔ عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ بچوں کی رکی طرز عمل عمومی سے خصوصی ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر دو ماہ کا بچہ کسی رنگین چیز کو صرف ٹکٹکی لگا کر دیکھتا ہے اور اپنے ہاتھ پاؤں پھینکنے لگتا ہے۔ یہ سب عمومی خصوصیات ہیں۔ پھر 6 - 7 ماہ کی عمر میں وہ اپنے ہاتھ کو اس اشیا کی طرف لے جاتا ہے جو خصوصی کا مثال ہے۔ اس مرحلے میں جذباتی نشوونما جس میں غصّہ، پیار، لگاؤ، درد، دکھ، خوشی کے جذبات کی نشوونما ہو جاتی ہے اور اس کے طرز عمل سے یہ ظاہر ہونے لگتا ہے اور اس کا مظاہرہ اپنے طرز عمل کے ذریعے کرتے ہیں۔

ابتدائی بچپن Early Childhood

دو سال سے 6 سال کے عمر کے عرصے کو ابتدائی بچپن کے نام سے موسوم ہوتا ہے اور اسے اسکول سے پہلے کا عرصہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس عرصے میں بچے میں نئے طرز عمل کی نشوونما کے ساتھ سیکھی ہوئی مہارتوں میں اصلاح بھی کرتے ہیں تا کہ نئے ماحول کے ساتھ ہم آہنگی ہو سکے سماج کا ایک اچھا رکن بن سکے۔

حالانکہ پیار و محبت کے جذبات شیر خوارگی کے زمانے سے ہی نشوونما کے دائرے میں آتے ہیں لیکن اس عرصے میں بھی اس کے اندر پیار و محبت جیسے مثبت جذبات دیکھنے میں آتے ہیں۔ بچے اپنے گروہ یا ہم عمر ساتھیوں کے ساتھ کھیلنا اور سماجی خصوصیات کی نقل بھی کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اور کچھ بچے گڑیا کے ساتھ بھی کھیلنے لگتا ہے اور اس دوران اس کے جذبات بھی واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہے۔

یہ مرحلے تجسس کا بھی مرحلہ ہے کیونکہ اسی مرحلے میں وقوفی صلاحیتوں کا تیزی سے پھیلاؤ کے ذریعے اس کی ذہنی نشوونما کی خصوصیت معین ہوتی ہے۔ اس عرصے میں انفرادی طور پر کوئی کام کرنے پر زور دیتے ہیں اور ساتھ ساتھ اپنے آس پڑوس کے اشیا چاہے وہ

جاندار ہوں یا غیر جاندار کے بارے میں جاننے کی جستجو ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ ماحول میں یہ سب موجود اشیا کس طرح کی ہیں وہ کیسے کام کرتی ہے اور وہ کیسے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔

یہ مرحلہ میں بچہ اپنے والدین کا نقل بھی کرتا ہے۔ والدین کے ساتھ ساتھ بچے کے آس پاس کے وہ سبھی لوگ جس سے یہ ملتے ہیں اس کی یہ نقل کرتا ہے۔ اس عرصے میں لڑکے اور لڑکیوں کے جسمانی حصوں میں تبدیلی آنا شروع ہو جاتی ہے۔ لڑکوں کے پیڑ کا کافی اضافہ ہوتا ہے۔ چار سال کے بچے کا وزن 38 پونڈ کا ہوتا ہے لمبائی 40 انچ ہوتی ہے۔ لڑکیاں ان سے جسمانی اور وزن میں تھوڑا کم ہوتی ہے۔

اس مرحلہ میں بچے اپنے ضرورتوں کے لئے بولتے ہیں اور اس مرحلے کے آخری میں پہنچتے پہنچتے وہ خاندان کے دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی بولتے ہیں۔ اس عرصے غصّانے پر دوسرے کو گالی بھی دینا شروع کر دیتے ہیں اور لفظوں کا تلفظ اور جملے کی تشکیل بھی سیکھتے ہیں۔

2 سے 6 سال کے مرحلے میں بچے سماجی رابطہ اور تعلق بنانا سیکھتے ہیں اور آس پڑوس کے بچوں کے ساتھ ملنا جلنا پسند کرتے ہیں۔ اس لئے حیاتیاتی عوامل کے علاوہ سماجی عوامل بھی بچوں کے جنسی کردار پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

ثانوی بچپن Later Childhood

عام طور سے اسکول کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اور اپنے ساتھیوں کے اثرات بھی پڑنے لگتے ہیں۔ وہ اپنے والدین کی بات کو کم اہمیت دیتے ہیں۔ اس عرصے میں لڑنے جھگڑنے کی خاصیت ہوتی ہے۔ ساتھ ساتھ ان کے عادات یعنی بولنے چالنے کا ڈھنگ، کپڑا پہننے کا ڈھنگ، سیکھنے پینے کی چیزوں کی پسند وغیرہ اپنے گروپ کے حصاب سے ہوتا ہے۔ وہ عام طور سے اپنی ہی صنف کے کھلاڑیوں کا انتخاب کرتے ہیں اور گروپ میں کھیلتے ہیں اس لئے اسے گینگ عمر بھی کہا جاتا ہے۔

اس عمر کے بچوں میں اپنی قوت اور ذہانت کوئی چیزوں میں لگانے کی کوشش کرتے ہیں وہ نئے نئے قسم کے تصویر اور کرافٹ کرتے جاتے ہیں یعنی اختراعی صلاحیتوں کی نشو ونما ہوتی ہے۔ اس عمر میں بچوں کی 2 سے 3 انچ میں اضافہ سالانہ ہوتا ہے۔ ۱۱ سال کی لڑکی کی اوسط عمر 58 انچ اور اسی عمر کے لڑکی کی 57.5 انچ ہوتی ہے۔ سالانہ وزن 3 سے 4 پونڈ تک بڑھتا ہے اور 28 دانت نکل آتے ہیں۔

اس عمر میں زبان کی نشو ونما زیادہ تیزی سے ہوتی ہے اور اب وہ رونا اور چلانا کو اہمیت کم دیتے ہیں۔ ذخیرہ الفاظ میں اضافہ اور تلفظ صاف ہو جاتا ہے اور مشکل جملہ کا استعمال زیادہ کرتے ہیں۔ جذباتی نشو ونما میں پختگی آتی ہے اور اب وہ سمجھنے لگتے ہیں کی بات بات میں رو دینا، ڈر کر بھاگ جانا ایک طرح کا بچکانہ حرکت ہے۔ بچے ٹولی میں رہ کر سماجی خصوصیات کو سیکھنے میں اور ٹولی میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس مرحلے میں سماج کے ساتھ کیا رویہ ہونا چاہئے سیکھ جاتے ہیں اور اس کا طرز عمل بھی اس طرح کا ہوتا ہے۔ بچے کے سوجھ بوجھ اور دلچسپیوں وغیرہ میں کافی وسعت ہو جاتا ہے۔ 10 سے 11 سال کی عمر تک لگ بھگ 90% ذہنی نشو ونما ہو جاتی ہے۔

عنفوانِ شباب Adolescence

12 سے 18 سال کے عمر کو عنفوانِ شباب کہا جاتا ہے۔ ماہرین نفسیات نے اسے ایک اہم مرحلہ کہا ہے اور مانا بھی جاتا ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جس کا طلبا میں فوری اور طویل دونوں طرح کے اثرات پڑنے کے ساتھ ساتھ جسمانی ونفسیاتی دونوں طرح کے اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس میں قد اور وزن میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہوتا ہے اور اپنے آپ کو بلوغ سے کم نہیں سمجھتے۔

یہ بچپن اور بلوغیت کے بیچ کا عرصہ ہے۔ یہ وہی زمانہ ہے جس میں زیادہ تر بچے کی جنسی پختگی ہوتی ہے۔ لڑکیوں کی لمبائی لڑکوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ ان میں مضبوطی آتی ہے۔ ان کے سبھی خارجی اور اندرونی اعضا مکمل صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ہندوستان میں لڑکیوں میں 13 سال اور لڑکوں میں پندرہ سال کی عمر میں اعضا تناسل (Gonads) سرگرم ہو جاتے ہیں۔ اسی عمر میں بچے میں نشو ونما نہایت انقلابی ہوتی ہے۔ اور جنسی پختگی کا اظہار ہوتا ہے۔ بالغ اکثر خود اپنی اور اپنے دوستوں کی جسمانی شکل وصورت کے بارے میں بے حد حساس اور ادراکی ہوتے ہیں اور اسے جاذب اور خوبصورت بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جسمانی نقطہ نظر سے 15 سال میں لڑکیوں میں نسوانی خوصیات مکمل ہو جاتے ہے اور 18 سال کی عمر میں لڑکوں میں مردانہ خصوصیات مکمل ہو جاتی ہے۔

ذہانت کی مکمل نشو ونما اس عمر میں ہوتی ہے۔ قوت حافظہ غضب کا ہوتا ہے اور اضافہ بھی ہوتا ہے اور استحکام آنے لگتا ہے۔ استدلال، ترکیب، تجزیہ اور تصور کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ساتھ ساتھ مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے اور آخری میں پختگی بھی آنے لگتی ہے اور سماجی دائرہ برا ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کا ذخیرہ الفاظ میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور الفاظوں کے درمیان فرق کرنے لگتے ہیں۔ یہاں تک کے ہم معنی اور مترادف الفاظ میں تفریق کرنے لگتے ہیں۔ بچے زبان کے قوائد کو بھی سمجھنے لگتے ہیں۔ اس زمامے میں زبانی اظہار اچھی ہو جاتی ہے۔ زبان کے اظہار کے ساتھ ساتھ ان کی تحریر میں سلاست اور صفائی آنے لگتی ہے۔

اس عمر میں خوف، فکر، محبت، غصہ اور حد کے جذبات بہت تیز ہوتے ہیں اور اپنے رتبے کے تئیں محتاط رہتے ہیں۔ عموماً لڑکوں میں بہادری لڑکیوں میں فن کاری کی خصوصیات کی طرف رغبت ہوتی ہے اور مستقبل کے تئیں فکر مند رہتے ہیں۔ سماجی شعوری بھی اسی عمر میں پروان چھڑھتی ہے اور مختلف معاشرے کا رکن بننے کی جانب جاذبیت ہوتی ہے۔ اس کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے۔ سماج کے سبھی شعبہ میں دلچسپی لینے لگتے ہیں۔ اس میں شریک ہوتے ہیں۔ اس سے سماجی پختگی آتی ہے۔ وہ سماج کے اچھائیوں اور بڑائیوں میں تفریق کرنے لگتے ہیں۔ سماجی تبدیلی میں ان کی دلچسپی ہوتی ہے۔ اس عمر میں لڑکے اور لڑکیوں میں دوست بناتے ہیں اور ایک دو کو گہری دوست بناتے ہیں۔

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ صاف ہے کہ عنفوانِ شباب میں لڑکے لڑکیوں کے جسم، شعور، اور دماغ میں انقلابی تبدیلیاں ہوتی ہے۔ یہ زمانہ لڑکے اور لڑکیوں کے بننے اور بگڑنے کا زمانہ ہوتا ہے۔ اگر اس وقت ان کے لئے مناسب تعلیم وتربیت کا اچھا انتظام کیا جاتا ہے تو وہ اچھے بن جاتے ہیں ورنہ بگڑ جاتے ہیں۔ اس لئے اس مرحلے میں اچھے تعلیم اور ماحول کی ضرورت ہے۔

Piaget's Theory of Cognative Development

پیاجے کا وقوفی نشو نما کا نظریہ

جین پیاجے (Jean Piaget) '1896- 1980' ایک مشہور ماہر نفسیات تھے۔انہوں نے 1923 اور 1932 کے درمیان پانچ کتابیں شائع کیں۔جس میں انہوں نے وقوفی نشونما کے نظریات کو پیش کیا پیاجے کے مطابق بچوں میں حقیقت کی ساخت کے بارے میں غور فکر کرنے اور اسے دریافت کرنے کی صلاحیت نہ صرف بچوں کی پختگی کی سطح اور ان کے تجربات پر منحصر کرتی ہے بلکہ ان دونوں کے باہمی تعلق کے ذریعے متعین ہوتی ہے۔ پیاجے نے کچھ اہم تصورات پیش کئے جو درج ذیل ہیں۔

1۔ مطابقت (Adaptation) :-

پیاجے کے مطابق بچوں میں ماحول کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کی ایک پیدائشی جبلت ہوتی ہے۔جسے مطابقت کہا جاتا ہے۔ انہوں نے مطابقت کے عمل کے دو ذیلی عمل بتائے ہیں؛ جذب کرنا (Assimilation) اور ہم آہنگی (Accomodation) ۔جذب کرنا ایک ایسا عمل ہے جس میں بچہ مسئلہ کو حل کرنے کے لیے یا حقیقت سے ہم آہنگ ہونے کے لئے سابقہ سیکھی گئی تراکیب یا ذہنی عوامل کا سہارا لیتا ہے۔کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حقیقت سے آہنگ کرنے میں پہلے کے متعارف عمل یا ذہنی عمل سے کام نہیں چلتا ہے ،ایسی حالت میں بچے اپنے عمل، ادراک یا برتاؤ میں تبدیلی لاتا ہے جس سے کہ وہ نئے ماحول کے ساتھ مطابقت یا ہم آہنگی قائم کر سکے۔

2۔ متوازنت (Equilibration) :-

متوازنت کا تصور مطابقت کے تصور سے ملتا جلتا ہے۔متوازنت ایک ایسا عمل ہے جس کے ذریعے بچہ جذب اور مطابقت کے عمل کے درمیان ایک توازن قائم کرتا ہے۔

3۔ خاکہ (Schema) :-

پیاجے کے مطابق اسکیما (خاکہ) سے مراد ایک ایسی وقوفی ساخت ہے جس کی تعمیم کی جا سکے۔اس طرح اسکیما ذہنی کاروائی اور وقوفی ساخت سے متعلق تصور ہے۔

<u>پیاجے کی وقوفی نظریہ کی تفصیلی وضاحت</u>

جین پیاجے نے بچوں کی وقوفی نشونما کی وضاحت کرنے کے لیے ایک چار مراحل میں تقسیم کر کے کی ہے۔ یہ مراحل درج ذیل ہیں۔

۱۔ حسی حرکی مرحلہ (Sensory motor stage)

۲۔ قبل تفاعلی مرحلہ (Pre-operational stage)

۳۔ ٹھوس تفاعلی مرحلہ(Stage of concrete operational stage)

۴۔ رسمی تفاعلی مرحلہ (Stage of formal operation)

ان مراحل کی وضاحت پیش کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس نظریہ کے اہم مفروضات پر غور کرلیا جائے۔اس نظریہ کے درج ذیل چار اہم مفروضات(Assumption)ہیں۔

I۔ انسان کا بچہ پیدائش کے وقت سے ہی ماحول کے غیر یقینی حالات سے مطابقت کرتا ہے اور ایک مربوط اور منظم طریقے سے اس صلاحیت کی نشونما کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

II۔ جب بچوں کے سامنے کچھ ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں جس کا اسے پہلے تجربہ نہیں ہوا ہے تو اس سے اس میں ایک طرح کی غیر متوازن وقوفی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جسے وہ جزب اور آہنگ(Assimilation and Accomodation) کے ذریعے متوازن کرتا ہے۔

III۔ متوازنت(Equilibration) کا عمل صرف بچوں کے سابقہ تجربات پر ہی منحصر نہیں کرتا بلکہ ان کی جسمانی پختگی (Physical Maturation) کی سطح پر بھی منحصر کرتا ہے۔یعنی یہ سب اس کے اعصابی نظام(Nervous system)، حسیاتی اعضاء(Sensory organs) کی نشونما پر منحصر کرتا ہے۔

IV۔ متوازنت(Equilibration) کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بچوں کی وقوفی ساخت(Cognative structure) کی نشونما کے چاروں مراحل میں ان کی نشونما ہموار ہوتی ہے۔

وقوفی نشونما کے چاروں مراحل کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ حسیاتی حرکی مرحلہ(Sensory motor stage) :-

یہ مرحلہ پیدائش سے دو سال تک کا ہوتا ہے۔اس مرحلہ میں بچوں میں دیگر سرگرمیوں کے علاوہ جسمانی طور پر چیزوں کو اِدھر۔اُدھر کرنا، چیزوں کو پہچاننے کی کوشش کرنا، کسی چیز کو پکڑنا اور اکثر اسے منھ میں ڈالنا، چوسنا، چیزوں کو الٹنے۔ پلٹنے اور چھونے پر اپنا زیادہ دھیان دینا، چیزوں کو ادھر اُدھر ہٹاتے ہوئے اسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔وقوفی نشونما درج ذیل چھ ذیلی مراحل سے ہوکر گزرتی ہے۔

۱۔ پہلے مرحلہ کو انعکاسی سرگرمیوں کا مرحلہ(Stage of reflex activities) کہا جاتا ہے جو پیدائش سے ۳۰ دن تک کی ہوتی ہے۔اس عمر میں بچہ صرف انعکاسی سرگرمیاں ہی کرتا ہے۔ان انعکاسی سرگرمیوں میں چوسنے کا انعکاس (Sucking

(reflex) کی شدت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔

II۔ دوسرا مرحلہ بنیادی دائرہ نما ردعمل کا مرحلہ (Stage of primary circular reactions) کہا جاتا ہے جو ایک مہینے سے ۴ مہینے کی عمر تک ہوتا ہے۔اس عمر میں بچوں کی انعکاسی سرگرمیاں ان کے احساسات کے ذریعے کچھ حد تک تبدیل ہوتی ہیں، دوہرائی جاتی ہیں، اور ایک دوسرے کے ساتھ زیادہ مربوط ہو جاتی ہیں ۔اس طرز عمل کو بنیادی اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ وہ ان کے بدن کی بنیادی انعکاسی سرگرمیاں ہوتی ہیں اور انہیں دائرہ نما اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ انہیں دہرایا جاتا ہے۔

III۔ تیسرا مرحلہ ثانوی دائرہ نما ردعمل کا مرحلہ (Stage of secondory circular reactions) کا ہوتا ہے جو ۴ سے ۸ مہنے تک کی عمر کا ہوتا ہے، اس عمر میں بچے چیزوں کو الٹنے۔ پلٹنے (manipulation) اور چھونے پر اپنا زیادہ دھیان دیتے ہیں نہ کہ اپنے جسم کی انعکاسی سرگرمیوں پر۔اس کے علاوہ وہ جان بوجھ کر کچھ ایسے عمل کو دہراتے ہیں جو اسے سننے یا کرنے میں دلچسپ اور مزیدار لگتے ہیں۔

IV۔ ثانوی قیاس کو مربوط کرنے کا مرحلہ (Stage of coordination of secondary sehergrate) چوتھا اہم مرحلہ ہے۔جو ۸ سے ۱۲ مہینے تک کی عمر کا ہوتا ہے۔اس عمر میں بچہ ہدف (Goal) اور اس پر پہنچنے کے وسائل (Means) میں فرق کرنا شروع کر دیتا ہے۔جیسے اگر کسی کھلونے کو چھپا دیا جاتا ہے تو وہ اس کے لیے چیزوں کو ادھر اُدھر ہٹاتے ہوئے اسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اس عمر میں بچہ بڑوں کے ذریعے کیے جانے والے کاموں کی تقلید (imitation) بھی شروع کر دیتا ہے۔ اس عمر میں بچے جو خاکہ (Schema) سیکھتے ہیں ان کا وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تعمیم (Generalization) کرنا بھی شروع کر دیتے ہیں۔

V۔ یہ ردعمل کا مرحلہ کا ہوتا ہے۔اس عمر میں بچہ چیزوں کی خوبیوں کو سعی اور خطا (Trial and Error) طریقے سے سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔اس عمر میں ان کی اپنی جسمانی سرگرمیوں میں رغبت کم ہو جاتی ہے اور وہ خود کچھ چیزوں کو لیکر تجربہ کرتے ہیں۔ بچوں میں تجسس کا محرکہ زیادہ شدید ہو جاتا ہے اور ان میں چیزوں کو اوپر سے نیچے گرا کر مطالعہ کرنے کی جبلت زیادہ ہوتی ہے۔

VI۔ ذہنی اتحاد کے ذریعے نئے وسائل کی دریافت کا مرحلہ (stage of the invention of new means through mental cmbination) آخری مرحلہ ہے جو ۱۸ مہینہ سے ۲۴ مہینہ کی عمر کا ہوتا ہے۔یہ وہ عمر ہوتی ہے جس میں بچے چیزوں کے بارے میں غور وفکر شروع کر دیتے ہیں۔اس عمر میں بچہ ان چیزوں کے تئیں بھی ردعمل کرنا شروع کر دیتا ہے جو براہ راست مشاہدہ میں نہیں ہوتی ہیں۔اس خوبی کو اشیاء ٹھہراؤ (Object permanence) کہا جاتا ہے۔دوسرے لفظوں میں بچے ۳ سے ۴ مہینے کی عمر میں یہ سوچتے تھے کہ جب کوئی چیز ان کے سامنے سے ہٹ جاتی ہے تب اس کا وجود بھی ختم ہو جاتا

ہے۔لیکن اب اس کی سوچ زیادہ حقیقی ہو جاتی ہے اور اب وہ یہ سوچتا ہے کہ جب چیز اس کے سامنے نہیں بھی ہوتی ہے تو اس کا وجود قائم رہتا ہے۔اسے ہی اشیاء ٹھہراؤ کی خوبی کہا جاتا ہے۔

۲۔ قبل کاروائی مرحلہ(Pre-operational stage):-

وقوفی نشونما کا یہ مرحلہ ۲ سال سے ۷ سال کی عمر کا ہوتا ہے۔دوسرے لفظوں میں یہ ابتدائی طفولیت کا زمانہ ہوتا ہے۔اس مرحلے کو پیاجے نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔قبل تصوراتی مدت (Preconceptual period) اور وجدانی مدت (Intutive period)

ا۔ قبل تصوراتی مدت:- یہ زمانہ ۲ سال سے ۴ سال کی عمر کا ہوتا ہے۔اس عمر میں بچے مظاہر (Signifiers) کی تشکیل کر لیتے ہیں۔مظاہر سے مراد اس بات سے ہے کہ بچے یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اشیاء ،لفظی شکل اور خیال کس طرح کیے جاتے ہیں۔پیاجے نے دو طرح کے مظاہر پر زور دیا ہے۔علامت (Symbol) اور اشارہ (Sign)۔علامت جیسے جب بچہ اپنی ماں کی آواز کو سنتا ہے تب اس کے شعور میں ماں کی ایک تصویر بنتی ہے جو علامت کی مثال ہے۔اشارے میں چیزوں (Object) کا جب وہ ذہنی خیال کرتے ہیں تو ان کی اتنی زیادہ مماثلت نہیں ہوتی ہے۔اشارے میں چیزوں یا واقعات کی ایک تحریری تصویر ہوتی ہے۔لفظ یا زبان کے دیگر پہلو عمومی اشاروں کے مثالیں ہیں۔

پیاجے علامتوں (Symbol) اور اشاروں (Sign) کو قبل کاروائی خیالات (Preoperation) کا اہم آلہ تسلیم کرتے ہیں۔اس عمر میں بچوں کو ان مظاہر (Signifiers) کا مفہوم سمجھنا ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اسے اپنے خیالات اور عمل میں اس کا استعمال کرنا سیکھنا ہوتا ہے۔اسے پیاجے نے علامتی افعال (Symbolic function) کے نام سے منسوب کیا ہے۔انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ بچوں میں علامتی افعال بنیادی طور پر دو طرح کی سرگرمیوں یعنی تقلید (imitation) اور کھیل (Play-) کے ذریعے ہوتا ہے۔تقلیدی عمل کے ذریعے بچے اشاروں کو سیکھتے ہیں۔مثال کے طور پر بچہ جب ماں کے پھول کہنے پر پھول کہنے کی نقل کرتا ہے تو وہ رفتہ رفتہ پھول اور اس کے مفہوم کو سمجھ جاتا ہے۔کھیل کے ذریعے بھی بچے اشاروں کے مفہوم کو سمجھتے ہیں اور اس کا صحیح۔صحیح استعمال اپنے خیالات اور عمل میں کرنا سیکھتے ہیں۔

پیاجے نے قبل کاروائی خیالات کی دو تحدید (Limitations) بھی بتائی ہیں۔جو اس طرح ہیں۔

(a) روحیت (Animism):- روحیت بچوں کے خیالات کی ایک ایسی تحدید کی جانب اشارہ کرتی ہے جس میں بچہ غیر جاندار چیزوں کو بھی جاندار سمجھتا ہے۔جیسے: کار، پنکھا، ہوا، بادل سبھی اس کے خیال میں جاندار ہوتے ہیں۔

(b) خود بینی (Egocentrism):- اس میں بچہ صرف اپنے ہی خیال کو درست مانتا ہے۔اسے کچھ اس طرح کا

یقین ہوتا ہے کہ دنیاء کی زیادہ تر چیزیں اسی کے اردگرد چکر لگاتی رہتی ہیں۔جیسے جب وہ تیزی سے چلتا ہے تو سورج بھی تیزی سے چلنا شروع کر دیتا ہے،اس کی گڑیا وہی دیکھتی ہے جو وہ دیکھ رہا ہے۔وغیرہ۔وغیرہ پیاجے نے یہ بھی بتایا کہ جیسے۔جیسے بچے کا تعلق دیگر بچوں اور بھائی بہنوں سے بڑھتا جاتا ہے اس کے خیالات میں اس خود بینی کی کیفیت میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے۔

II۔ وجدانی مدت۔(Intutive period):-اس عمر میں بچوں کے خیالات اور استدلال (reasoning) پہلے سے زیادہ پختہ ہو جاتے ہیں۔جس کے نتیجے میں وہ عمومی ذہنی کاروائیاں جیسے جوڑ،گھٹانا،ضرب اور تقسیم وغیرہ کرنے لگتا ہے۔لیکن ان ذہنی کاروئیوں کے پیچھے چھپے اصولوں کو وہ سمجھ نہیں پاتا ہے۔وجدانخیالات اس طرح کے خیالات ہوتے ہیں جس میں کوئی ترتیب یا استدلال نہیں ہوتا۔پیاجے نے وجدانی خیالات کی بھی ایک خامی بتائی ہے وہ یہ ہے کہ اس عمر میں بچوں کے خیالات میں الٹا کرنے کی صلاحیت (trait of reversibility) نہیں ہوتی ہے۔جیسے بچہ یہ تو سمجھتا ہے کہ 4 =2×2 ہوا ہے لیکن 2=2÷4 کیسے ہوا، یہ نہیں سمجھ پاتا ہے۔

III۔ ٹھوس کاروائی مرحلہ(Stage of concrete operation):-عمر کا یہ مرحلہ ۷ سال سے شروع ہو کر ۱۲ سال تک چلتا ہے۔اس عمر کی خصوصیت یہ ہے کہ بچہ ٹھوس اشیاء کی بنیاد پر آسانی سے ذہنی کاروائی کر کے مسئلے کا حل کر لیتا ہے۔لیکن اگر ان چیزوں کو نہ دیکر اس کے بارے میں لفظی بیان تیار کرا کر مسئلہ حاضر کیا جاتا ہے تو وہ ایسے مسئلوں پر ذہنی کاروائی کرنے پر کسی نتیجے پر پہنچنے میں ناقابل ہوتا ہے۔جیسے اگر انہیں تین چیزیں A,B,C, دی جائیں تو انہیں دیکھ کر وہ آسانی سے کہہ دے گا کہ ان میں A,B سے بڑا ہے لیکن اسے اگر یہ کہا جائے کی مریم مہوش سے بڑی ہے اور مہوش مدیحہ سے بڑی ہے تو تینوں میں سب سے بڑا کون ہے تو وہ اس کا جواب دینے کے ناقابل ہوگا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ٹھوس کاروائی ممکن نہیں ہے۔کیوں کہ مسئلہ لفظی بیان کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔اس مثال سے یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اس عمر میں بچوں کا تفکر اور استدلال قبل کاروائی مرحلہ کے مقابلے میں زیادہ باترتیب اور مدلل ہو جاتا ہے۔اس مرحلہ میں سوچ کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں الٹا کرنے کی صلاحیت (Trait of reversibility) آجاتی ہے جیسے اب بچہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ 4 =2×2 ہوا ہے تو 2=2÷4 ہوگا۔

اس عمر میں بچوں میں تین اہم تصورات (Concept) کی نشونما ہو جاتی ہے۔تحفظ (Conservation)،تعلق (relation) اور درجہ بندی (Classification) ۔اس عمر میں بچے رقیق (Liquid) ،لمبائی (Length)،وزن (Weight) وغیرہ کے تصورات کو بھی سمجھنے لگتے ہیں۔وہ تسلسل اور ترتیب سے متعلق مسائل کو بھی حل کرتے پائے جاتے ہیں۔دوسرے لفظوں میں دی گئی چیزوں کو اس کی لمبائی اور وزن کے مطابق اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر کی ترتیب میں سجانے کی صلاحیت کی نشونما ان میں ہو جاتی ہے۔اسے سلسلہ سازی (Seriation) کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔اسی طرح اس عمر میں بچوں میں

چیزوں کی خوبیوں کے مطابق اسے کسی ایک درجہ یا زمرے میں چھانٹنے کی صلاحیت کی بھی نشونما ہو جاتی ہے۔

اتنا ہونے کے باوجود ٹھوس کاروائی مرحلہ کی دو اہم تحدید بتائی گئی ہیں۔ پہلی خامی یہ بتائی گئی ہے کہ اس عمر میں بچے ذہنی کاروائی تبھی کر پاتے ہیں جب چیزیں ٹھوس صورت میں حاضر کی گئی ہوں۔ دوسری خامی یہ بتائی گئی ہے کہ اس عمر میں سوچ مکمل طور پر باالترتیب (Systematic) نہیں ہوتی ہے۔ کیوں کہ بچہ پیش کئے گئے مسئلے کی استدلالی صورت سے سبھی ممکنہ حل کے بارے میں نہیں سوچ پاتا ہے۔ جیسا کہ براؤن اور کوک (Brown & Cook 1986) نے کیا ہے" ٹھوس کاروائی مرحلے کی دوسری تحدید یہ ہے کہ یہ بہت مرتب (Systematic) نہیں ہوتی ہے۔ کسی مسئلے کی استدلالی صورت سے ممکنہ سبھی حل کے بارے میں بچہ نہیں سوچ پاتا ہے۔

۴۔ **رسمی کاروائی کا مرحلہ (Stage of formal operations):-** یہ عمر ۱۱ سال سے شروع ہو کر بلوغت تک چلتی ہے۔ اس عمر میں نوبلوغ کے خیالات زیادہ لچیلے اور موثر ہو جاتے ہیں۔ اس کے خیالات میں مکمل مسئلے کا حل تصوراتی صورت میں سوچ کر اور غور و فکر کر کے کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اس عمر میں مسئلہ کو حل کرنے کے لیے مسئلہ کے اجزاء (Items) کی ٹھوس صورت ان کے سامنے موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس طرح اس عمر کے بچوں کی سوچ میں معروضیت (Objectivity) اور حقیقت (reality) کا کردار زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں بچوں میں غیر مرکزیت (decentring) کی نشونما مکمل طور پر ہو جاتی ہے۔

پیاجے کا نظریہ ہے کہ رسمی کاروائی کا زمانہ دیگر زمانوں کی بہ نسبت زیادہ متغیر (Variable) ہوتا ہے اور یہ نوبلوغ کی تعلیمی سطح سے براہ راست طور پر متاثر ہوتا ہے۔ جن بچوں کی تعلیمی سطح کافی کمتر ہوتی ہے ان میں رسمی کاروائی کی سوچ بھی کافی کم ہوتی ہے۔ لیکن جس بچے کی تعلیمی سطح کافی اونچی ہوتی ہے ان میں رسمی کاروائی کی سوچ زیادہ مقدار میں ہوتی ہے

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ پیاجے نے اپنے چار مراحل نظریے میں اس بات کا زور دیا ہے کہ فرد میں وقوفی نشوونما عمر کے چار مختلف ادوار میں ہوتی ہیں۔ پیاجے کا یہ نظریہ جب کہ ایک عمدہ نظریہ ہے پھر بھی ماہرین نفسیات اس کی تنقید درج ذیل عناصر کی بنیاد پر کرتے ہیں۔

۱۔ ناقدین کا خیال ہے کہ پیاجے کے ذریعے بچوں کے طرز عمل کے مشاہدہ کے لیے جو طریقہ کا اختیار کیا گیا تھا وہ موضوعی (subjective) ہے۔ اس طریقہ کار میں کبھی۔ کبھی بچوں کو ایسے ردعمل کرنے پڑتے ہیں جسے وہ خود میں وقوفی قابلیت ہونے کے باوجود اس کا جواب نہیں دے پاتے۔

۲۔ کچھ ناقدین بچوں کے ذریعے دیے گئے جوابات کی وضاحت جو پیاجے نے کی ہے اس کی تنقید کی ہے۔ پیاجے کے مطابق جب بچہ دیے گئے مسئلہ کو حل نہیں کر پاتا ہے تو اس کا سیدھا مطلب یہ اخذ کر لیا جاتا ہے کہ اس بچے میں وقوفی قابلیت

(Cognative competence) کی کمی ہے۔ناقدین پیاجے کی اس وضاحت کی تنقید کرتے ہیں۔گیل مین(Gelman, 1978) نے مطالعہ کی بنیاد پر یہ بتایا ہے کہ جب بچے کو پیاجے کے ذریعے پوچھے گئے تحفظ (Conservation) سے متعلق مسائل کی اصلاح کر کے آسان زبان میں پوچھا گیا تو وہ اس کا صحیح صحیح حل پیش کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیاجے کے ذریعے کی گئی وضاحت زیادہ مناسب نہیں تھی۔

۳۔ پیاجے کا ایسا یقین تھا کہ وقوفی نشو ونما مسلسل اور غیر مسلسل دونوں ہی ہوتی ہے۔ان کا کہنا تھا کہ کسی ایک مرحلہ میں وقوفی نشونما کا عمل مسلسل اور بتدریج بڑھنے والی ہوتی ہے۔لیکن ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں یہ نشونما غیر مسلسل اور کیفیتی طور پر مختلف (Qualitative distinct) ہوتی ہے۔ناقدین کا خیال ہے کہ پیاجے کا یہ یقین سائنسی نہیں تھا۔کیوں کہ جو بھی ہم وقوفی نشونما دوسرے، تیسرے اور چوتھے مرحلے میں دیکھتے ہیں وہ ٹھیک پہلے کے مرحلے یا عمر سے مکمل طور پر مختلف نہیں رہتی ہے۔مثال کے طور پر بچوں کی سوچ میں تیسرے مرحلے میں اچانک الٹا کرنے کی صلاحیت نہیں آ جاتی ہے۔ پہلے اس میں الٹا کرنے کی صلاحیت کی نشونما دوسرے مرحلے میں ہوتی ہے اور تب پختگی اور تجربات میں اضافہ ہونے سے اگلے مرحلے میں الٹا کرنے کی صلاحیت کی نشونما ہوتی ہے۔ اس لیے وقوفی نشونما کے مختلف مراحل کو ایک دوسرے سے مکمل طور پر آزاد ماننا درست نہیں ہوگا۔

۴۔ حالانکہ پیاجے نے وقوفی نشو ونما کے لیے بچوں کی حیاتیاتی پختگی (Biological maturation) اور تجربات دونوں کو ہی اہم مانا ہے۔لیکن وہ یہ نہیں بتا پائے کہ کسی خاص وقوفی ساخت کی نشونما میں تجربات کی کس مقدار میں ضرورت پڑتی ہے۔ جیسے انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اشیاء ٹھہراؤ (Object permanance) کی ساخت کی نشونما کرنے میں بصری محرکہ(Visual stimulus) کس مقدار میں بچوں کو دیا جانا چاہئے۔اسی طرح رسمی کاروائی سوچ (Formal operation) کی اطمنان بخش سطح کے لیے نوبلوغ کی کہاں تک تعلیم ہونا چاہئے۔وغیرہ۔وغیرہ مندرجہ بالا تنقید کے باوجود پیاجے کا وقوفی نشونما کا نظریہ کافی اہم تسلیم کیا جاتا ہے۔اس نظریہ کے حقائق کی افادیت اساتذہ کے لیے کافی زیادہ بتائی جاتی ہے۔کیوں کہ اس سے بچوں کی ذہنی نشونما کی وضاحت آسانی سے اطمینان بخش طریقے سے ہوسکتی ہے۔ وقوفی نشونما کے نظریہ سے اساتذہ کو تدریسی عمل کے لیے خود کو بہترین رہنمائی حاصل ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ متعلم کے لیے بھی زیادہ مفید سمجھاؤ مل جاتے ہیں۔

ایرکسن کا نفسی۔سماجی نشونما کا نظریہ (Erikson's Theory of Psycho-social Development)

ایرک ایرکسن (Erik Erikson) کے نظریے میں انفرادی، جذباتی اور تہذیبی یا سماجی نشونما کو منظّم کیا گیا ہے اس لیے اسے نفسی سماجی نشونما کا نظریہ کہا جاتا ہے۔ایرکسن کے نفسی سماجی نشونما کا نظریہ پانچ اہم حقائق پر محیط ہے۔ جو درج ذیل ہیں؛

I۔عموماً لوگوں میں ایک ہی طرح کی بنیادی ضروریات (Basic needs) ہوتیں ہیں۔

II۔ فرد میں انا(Ego)یا خودی(Self) کی نشونما انہیں ضروریات کے تیئں ردعمل کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

III۔ نشونما مختلف مراحل سے ہو کر مکمل ہوتی ہے۔

IV۔ نشونما کے ہر ایک مراحل میں ایک نفسی سماجی مبازرت (Challenge) ہوتا ہے جسے تکنیکی طور پر بحران (Crises) کہا جاتا ہے۔اور جو نشونما کے لیے مواقع بھی فراہم کرتا ہے۔

(v) مختلف مراحل میں فرد کی تحریک (Motivational) میں فرق ہونے کی بات منعکس ہوتی ہے۔

ایرکسن کے اس نظریے میں مکمل اوقات زندگی میں نشونما کے آٹھ مراحل ہوتے ہیں۔جنکی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ اعتماد بمقابلہ بے اعتماد (Trust v Mistrust) :-

پہلا مرحلہ کی اوقات پیدائش سے ایک سال کی عمر تک ہوتی ہے۔جن بچوں کو اپنے والدین اور دیگر دیکھ ریکھ کرنے والے افراد سے مسلسل مناسب شفقت،محبت وغیرہ ملتی ہے ان میں اعتماد(Trust) اور نہ ملنے پر بے اعتمادی کی نشونما ہو جاتی ہے۔

۲۔ خود مختاری بمقابلہ شرم اور شبہہ (Autonomy vs shame and doubt)

دوسرا مرحلہ کی اوقات ایک سال سے ۳ سال کی عمر تک کا زمانہ ہوتا ہے۔جب بچوں کو اپنے والدین یا دیکھ ریکھ کرنے والوں میں اعتماد پیدا ہو جاتا ہے تو پھر ان میں یہ احساس پیدا ہونے لگتا ہے کہ ان کے برتاؤ بالکل اپنے ہیں تو وہ خود مختاری یا آزادی کو اہمیت دینے لگتے ہیں لگتے ہیں اور سخت والدین کے وجہ سے بچوں کو اپنی صلاحیتوں پر شک ہونے لگتا ہے اور وہ اپنے اندر ہی اندر شرم کا احساس کرتے ہیں۔جب بچہ خود مختار بمقابلہ شرم اور شبہہ کے بحران (Crises) کا کامیابی کے ساتھ حل کر لیتا ہے تو اس میں جو نفسی سماجی استعداد پیدا ہوتی ہے اسے قوت ارادی (Will power) کہا جاتا ہے جس کے نتیجے میں بچے شک اور شبہہ کی حالت میں بھی کھل کر اپنے خود مختار پسند اور مزاحمت (Restraint) کا استعمال کر کے برتاؤ کرتے ہیں۔

۳۔ پہل بمقابلہ جرم (Initiative vs Guilt) :-

تیسرا مرحلہ کی اوقات ۳ سال سے ۵ سال کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے۔وہ غور وخوص اور نئے۔نئے تجسس دکھانا شروع کر دیتے ہیں۔اگر کسی وجہ سے والد۔والدہ بچوں کی اس پہل کی تنقید کرنے پر جرم کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔جب بچوں میں پہل کا تناسب اس جرم کے احساس کے تناسب سے زیادہ ہوتا ہے،یعنی پہل بنام جرم کا احساس کے بحران کا جب وہ ازالہ کر لیتا ہے،تو ان میں ایک مخصوص نفسی سماجی خوبیوں کی نشونما ہوتی ہے جسے مقاصد کہا جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں بچوں میں بامقصد برتاؤ کرنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ مشقت بمقابلہ کمتری(Industry vs Inferiority)

چوتھا مرحلہ کی اوقات ۶ سال سے ۱۲ سال کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے۔اس مرحلہ کو مابعد طفولیت بھی کہا جاتا ہے۔اب وہ اپنی توانائی کو نئے علم کی حصولیابی اور ذہنی مہارتوں کو سیکھنے میں لگانا شروع کرتے ہیں۔ یہاں وہ اپنی مہارتوں سے حاصل کامیابی اور اس کی شناخت سے کافی متحرک بھی ہوتے ہیں اور کامیابی نہ ملنے پر احساس کمتری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔اس پہلو کو مشقت (Industry) کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔طلباء مشقت بنام کمتری کے بحران کا کامیابی کے ساتھ ازالہ (Solution) کر لیتے ہیں اور ان میں ایک مخصوص نفسی سماجی خوبی کی نشو نما ہوتی ہے جسے اہلیت کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔اس کے نتیجے کی صورت میں طلباء میں یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ ماحول کے ساتھ صحیح طریقے سے ہم آہنگی کرنے کے قابل ہیں۔

۵۔ شناخت بمقابلہ الجھن(Identity vs Confusion) :-

پانچواں مرحلہ کی اوقات ۱۲ سال سے ۱۸ سال کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے۔اس عمر میں نوبلوغ میں یہ جاننے کی اہلیت ہوتی ہے کہ وہ کون ہیں؟ وہ کس لیے ہیں؟ اور وہ اپنی زندگی میں کہاں جا رہے ہیں؟ اسے ایرکسن نے شناخت (Identity) کے نام سے منسوب کیا ہے۔نوبلوغ کو بہت نئے کردار ادا کرنے ہوتے ہیں۔اگر کسی وجہ سے نوبلوغ مختلف کردار کو ادا نہیں کر پاتا ہے اور مستقبل کا راستہ متعین نہیں کر پاتا ہے تو وہ اپنی شناخت کے بارے میں الجھنوں کی حالت میں ہوتا ہے۔جب شناخت بمقابلہ الجھن کے بحران کا صحیح ازالہ (Solution) وہ کر لیتا ہے تو ان میں ایک خاص نفسی سماجی تاثیر پیدا ہوتی ہے جسے فرض شناسی (Fidelity) کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔

۶۔ میل بمقابلہ تنہائی(Intimacy vs Isolation):-

یہ ایرکسن کے نظریہ کا چھٹا مرحلہ ہے جس کی اوقات عمر کا ۲۰ سال سے ۳۰ سال کا زمانہ ہوتا ہے۔یہ ابتدائی پختگی کا زمانہ ہوتا ہے۔اس مرحلے میں فرد دوسروں کے ساتھ ایک مثبت رشتہ تعمیر کرتا ہے۔جب فرد میں دوسروں کے ساتھ قربت کا احساس ترقی پاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو دوسروں کے لیے وقف کر دیتا ہے۔جو لوگ دوسروں کے ساتھ اس طریقے سے قربت پیدا نہیں کر پاتے وہ سماجی طور پر تنہا ہو جاتے ہیں۔

۷۔ تولید بمقابلہ جمود(Generativity vs Stagnation):-

ساتواں مرحلہ کی اوقات ۴۰ سال سے ۵۰ سال کی عمر کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس مرحلے میں فرد میں تولید کا احساس (Generativity) پیدا ہوتا ہے۔تولید سے مراد اگلی نسل میں کچھ مثبت چیزوں کی منتقلی کرنے سے ہوتا ہے۔جب فرد میں تولید کی فکر نہیں پیدا ہوتی ہے تو اس سے اس میں جمود پیدا ہو جاتا ہے اور ایسی حالت میں فرد میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنی اگلی نسل کے لیے

کچھ بھی نہیں کرسکا۔

۸۔ کلیت بمقابلہ مایوسی (Integrity vs Despair) :-

ایرکسن کے نفسی سماجی نشونما نظریہ کا یہ آخری مرحلہ ہے۔جس میں تقریباً ٦٠ سال یا اس سے زیادہ کی عمر کا زمانہ شامل ہوتا ہے ۔دنیا کی تمام تہذیبوں میں اس عمر کو بڑھاپا کا زمانہ کہا جاتا ہے۔اس عمر میں فرد کا ذہن مستقبل سے ہٹ کر اپنے گزرے دنوں خصوصاً اس میں حاصل کامیابیوں اور ناکامیوں کی جانب زیادہ ہوتا ہے۔اگر فرد اپنی سابقہ زندگی کا تعین قدر مثبت طور پر کرتا ہے یعنی کامیابی زیادہ اور ناکامی کم ہونے کا احساس کرتا ہے تو اس میں کلیت (Integrity) کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

جذباتی عمل (Socio- emotional tasks) پر توجہ دیتا ہے اوران کی وضاحت ایک نمو پذیر ڈھانچہ (Development framework) میں کرتا ہے۔کالج کے طلباء اور بالغوں کو سمجھنے میں ان کے ذریعے پیش کردہ شناخت (Identity) کے تصور کو ماہرین تعلیم کے ذریعے کافی شتائش کی گئی ہے۔

لارینس کوہل برگ کا اخلاقی نشونما کا نظریہ (Lawrence Kholberg's Theory of Moral Development)

لارینس کوہل برگ نے ١٠ سے ١٦ سال کے بچوں کا انٹرویو کرنے کے بعد حاصل حقائق کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور اپنے اخلاقی نشونما کا نظریہ پیش کیا۔حالانکہ کوہل برگ کئی مختصر کہانیوں کو بچوں کے سامنے پیش کرکے ان میں شامل اخلاقی مسائل سے متعلق سوال پوچھتے تھے اوران کے جواب کی بنیاد پر اخلاقی نشونما پر مبنی تحقیق کرتے تھے۔کوہل برگ نے اپنے تجربات میں مختلف تخیلاتی کہانیوں کو بچوں کے سامنے پیش کرکے ان کے ردعمل کو جاننے کی کوشش کی اوراس کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ بتایا کہ فرد میں اخلاقی نشونما تین مراحل سے ہوکر گزرتی ہے۔اور ہر مرحلہ (Level) کے دو۔دو مراحل ہوتے ہیں۔کوہل برگ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ان مراحل کی ترتیب (Order) متعین (Fixed) ہوتی ہے،لیکن سبھی افراد ایک مرحلہ کو چھوڑ کر یا توڑ کر آگے نہیں بڑھتے ہیں۔بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اخلاقی فیصلہ کی اعلیٰ سطح پر کبھی نہیں پہنچ پاتے اور کچھ لوگ اخلاقی فیصلوں کی غیر پختہ سطح پر ہی ہمیشہ انعام پانے اور سزا سے چھٹکارا پانے تک ہی اپنے کو محدود رکھتے ہیں۔ان تینوں سطحوں اوران میں شامل مراحل کی تفصیل درج ذیل ہے۔

A۔ قبل روایتی اخلاقیات کی سطح (Level of perconventional Morality)

یہ سطح ٤ سال سے ١٠ سال کی عمر تک ہوتی ہے۔اس عمر میں اخلاقی استدلال دوسرے لوگوں کے معیارات سے متعین ہوتا ہے، نہ کہ صحیح،غلط کے اپنے اندرونی معیارات سے! بچے یہاں کسی بھی برتاؤ کو اچھا یا برا اس کے مادّی نتائج کی بنیاد پر کہتے ہیں۔اس کے تحت

آنے والے دو مراحل کی تفصیل اس طرح ہے۔

I۔ سزا اور فرمابرداری رُخ(Punishment and orientation):-

اس عمر کے بچوں میں سزا سے دور رہنے کا محرکہ زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔اس عمر میں بچے مشہور اور مضبوط افراد،اکثر والد اور والدہ کے تئیں لحاظ کا اظہار کرتے ہیں تا کہ اسے سزا نہ ملے ۔کسی بھی عمل یا برتاؤ کی اخلاقیت کو یہاں فرد اس کے مادّی نتائج (Physical consequences) کی صورت میں اخذ کرتا ہے۔

II۔ آلاتی نسبتی رخ(Instrumental relativist orientation) :-

اس مرحلے کے بچوں میں انعام پانے کی تحریک بہت شدید ہوتی ہے۔اس مرحلہ میں حالانکہ بچے باہمی عمل اور اشتراکیت کا واضح ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ یہ جوڑتوڑ اور خود بینی کے عمل پر محیط ہوتا نہ کہ صحیح معنوں میں انصاف،فیاضی اور ہمدردی پر محیط ہے۔یہاں مبادلہ(Bartering) کا احساس مضبوط ہوتا ہے۔

B۔ روایتی اخلاقیات کی سطح(Lelvel of conventionality) :-

یہ مرحلہ ۱۰ سال سے ۱۳ سال تک کی عمر کا ہوتا ہے جہاں بچے دوسروں کے معیارات (Standard) کو اپنے میں داخل کر لیتے ہیں اور ان معیارات کے مطابق صحیح اور غلط کا فیصلہ کرتے ہیں۔ بچہ یہاں ان سبھی سرگرمیوں کو صحیح سمجھتا ہے جس سے دوسروں کی مدد ملتی ہے اور دوسرے لوگ اسے منظور کرتے ہیں یا جو معاشرے کے اصولوں کے مطابق ہوتا ہے۔اس کے تحت آنے والے دو مراحل اس طرح ہیں۔

I۔ عمدہ لڑکا اور اچھی لڑکی کا رخ (Good boy and nice girl orientaion):-

اس مرحلے میں بچوں میں منظوری پانے اور نامنظوری سے دور رہنے کی تحریک شدید ہوتی ہے۔Heintz الجھن کی مثال سے بچے حمایت اور مخالفت میں اس طرح سے دلیل دے سکتے ہیں۔

c۔ مابعد روایتی اخلاقیات کی سطح (Level of postconventional) اس مرحلے میں بچوں میں اخلاقی کردار مکمل طور پر اندرونی قدرت (Internal control) میں ہوتا ہے۔یہ اخلاقیات کی سب سے اعلیٰ سطح ہوتی ہے اور اس میں حقیقی اخلاقیات کا علم بچوں میں ہوتا ہے۔اس کے ضمن میں بھی دوسرے حل ہوتے ہیں جو اس طرح ہیں۔

I۔ سماجی معاہدہ رخ (Social control-orientation):-

اس مرحلے میں بچے یا نوبلوغ ان انفرادی حقوق اور اصولوں کا احترام کرتے ہیں جو جمہوری طور پر قبول ہوتے ہیں۔ وہ یہاں کے لوگوں کی فلاح اور کثیر لوگوں کی خواہشات کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہاں وہ یہ یقین کرتے ہیں کہ سماج کی بہترین فلاح تب ہوتی ہے جب اس کے اراکین سماج کے اصولوں کا احترام کریں اور اس کے پابند ہوں۔

II۔ عالم گیر اخلاقی اصول کا رخ:۔

اس عمر میں اپنے اخلاقی اصولوں کو متحرک کرنے اور خود ملامت (Self - condemnatioan) سے بچنے کی تحریک میں شدت ہوتی ہے۔ یہ اعلیٰ سماجی سطح کا اعلیٰ مرحلہ ہوتا ہے۔ جہاں نوبلوغ میں عالم گیر اخلاقی اصول کی اخلاقیات برقرار رہتی ہے۔ یہاں نوبلوغ دوسروں کے خیالات اور اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہو کر اپنے اندرونی معیارات کے مطابق طرز عمل کرتا ہے۔

فرائڈ کا نفسی تجزیہ کا نظریہ اور اخلاقی نشونما (Psychoanalytic Theory of Freud and Moral Development):۔

صحیح معنوں میں اخلاقی نشونما کا یہ سب سے پہلا مکمل طور پر تشکیل شدہ نفسیاتی تجزیہ کا نظریہ ہے۔ جس کے موجد سگمنڈ فرائڈ ہیں۔ فرائڈ کا خیال تھا کہ بچے میں اخلاقی نشونما کی شروعات خودی (Super ego) کی وجہ سے ہوتی ہے۔ انہوں نے خودی کو فرد کی اخلاقی نشونما کا اخلاقی سپہ سالار (Moral commander) کہا ہے۔ فرائڈ کا خیال ہے کہ بچوں میں مختلف طرح کے محرکات (Drives) یعنی جنسی اور جارحانہ بنیادی جبلت ہوتی ہے۔ جسے ذات (Id) کہا جاتا ہے، ہوتی ہے۔ سماج کے معیار کے مطابق انہیں سماجیانہ (Socialization) کرنے میں والدہ۔ والدان محرکات کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے بچوں میں اپنی والدہ اور والد کے تئیں مخالفت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ بچوں میں اس طرح کے جذبات کو ظاہر کرنے میں انہیں اپنے والدہ ۔والد کا پیار کھونے اور ان کے انتقام کا خوف رہتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے اس جذبات کو دفن کر دیتے ہیں اور والدہ۔ والد کے منع کرنے یا روکنے کو قبول کر لیتے ہیں۔ اسے فرائڈ نے اپنانا (Internalization) سے منسوب کیا ہے۔

والدہ۔ والد کے معیارات اور خیالات کو قبول کر لینے سے بچے اخلاقی طور پر طرز عمل کرنا سیکھ جاتے ہیں۔ کیوں کہ اس سے وہ سزا (Self-Punishment)، اضطراب (Anxiety) اور جرم (Guilt) سے بھی محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اب بچے ایسے طرز عمل پیش کرنے لگتے ہیں جیسے خودی (Supr -ego) کے عمل سے بچے اپنے آپ میں والدہ۔ والد ہو گئے ہوں۔ باہری سزا (External punishment) خود سزا (Self punishment) میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور باہری کنٹرول (External Control) خود کنٹرول (Self control) میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس طرح سے بچے والدہ۔ والد کے ذریعے کئے گئے طرز عمل کی قدر پیمائی کو قبول کر کے سماج کے اخلاقی معیارات (Moral standards) کو خود میں شامل کر لیتے ہیں۔

بالکل واضح ہے کہ نفسی تجزیہ نظریہ کے مطابق بچوں میں اخلاقی نشونما میں خودی (Super ego) اور والدین کا اہم کردار ہوتا ہے۔

زبان کی ارتقاء کا نوم چومسکی نظریہ (Language Development ,theory of Noam chomsky)

نوم چومسکی ۷ دسمبر 1928 کو امریکہ میں پیدا ہوئے۔۔چومسکی کو لسانیات میں تولیدی قواعد کے اصول Principal of (generative Grammer) اور بیسوی صدی کی لسانیات (Linguistics) کا بانی کہا جاتا ہے۔

1967 میں انہوں نے نفسیات کے شہرت یافتہ ماہر نفیات بی۔ایف اسکینر کی کتاب Verbal behaviors کی تنقید لکھی جس سے انہیں کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔چومسکی کے نظریہ کے مطابق تمام زبانوں کی بنیاد ایک ہی ہے۔ان کے مطابق بچوں کا لفظ یا زبان سیکھنا تقلید اور تحریک پر محیط ضرور ہے لیکن تقلید اور تحریک دونوں ہی بچوں کے ذریعے لفظوں کو سیکھنے کے عمل کو بہتر طریقے سے وضاحت نہیں کرتے ہیں۔چومسکی اپنے نظریہ کو ایک عددی ماڈل خاکہ کے ذریعے وضاحت کرتے ہیں۔

Linguistic Data	LAD (Processing)	The Ability to Understand and produce sentences (Out put)

چومسکی کا خیال ہے کہ ہر بچے میں ایک تعمیر شدہ نظام (Built- In System) ہوتا ہے جسے لسانی تحصیلی آلہ (LAD- Language Acquisition Device) کہتے ہیں۔اس کی ساخت ایسی ہوتی ہے کہ بچہ زبان کا ترتیبی عمل کر سکتا ہے اور وہ گفتگو کو سمجھ سکتا ہے اور اسے بول بھی سکتا ہے۔مندرجہ بالا خاکہ میں یہ کوئی جسمانی اعضاء نہیں ہے بلکہ ایک قیاس (Analogy) ہے۔خاکہ میں دکھائے گئے ماڈل کے مطابق بچہ جو کچھ بھی سنتا ہے اسے LAD کے ذریعے سمجھتا ہے اور اسے دوبارہ بول سکتا ہے اور نئے الفاظ بھی بول سکتا ہے۔

دراصل LAD ایک نظریاتی تصور ہے۔انسان کے دماغ میں کوئی ایسا گوشہ یا آلہ (Device) نہیں ہوتا جس کے استعمال سے زبان سیکھی جا سکے بلکہ یہ ان لاکھوں کروڑوں عملیات کی تشریح و توضیح میں مددگار ہے جو انسان کے دماغ میں ہوتے ہیں اور جو انسان میں زبان کے سیکھنے اور سمجھنے کی قوت کے پیدا ہونے میں معاون ہیں۔

چومسکی نے اپنا یہ نظریہ 1950 کی دہائی میں پیش کیا۔ انہوں نے ایک وسیع نظریہ مرتب کیا جسے آفاقی قواعد (Universal

Grammer) کہا جاتا ہے۔ یہ نظریہ انسان میں زبان سیکھنے کے عمل کی رفتار کی وضاحت فراہم کرتا ہے۔

چومسکی کے مطابق ہر بچے میں لسانی تحصیلی آلا (LAD) کی خداداد قوت پیدائش کے ساتھ ہی وجود میں آتی ہے اور اس میں زبان کے بنیادی اصول پائے جاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں بچے زبان کے اصول وضوابط کی فہم کی قوت لیکر پیدا ہوتے ہیں۔ انہیں صرف الفاظ کا ذخیرہ حاصل کرنے کی ضرورت رہ جاتی ہے۔ اس نظریہ کی وکالت کرتے ہوئے چومسکی نے کچھ ثبوت بھی پیش کیے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ بنی نوع انسان کی زبان بنیادی طور پر ایک جیسی ہے۔ مثلاً ہر زبان میں فاعل، فعل، مفعول (Subject,Verb, Object) ہی ہوتے ہیں اور ہر ایک زبان میں چیزوں کو منفی یا مثبت میں پیش کرنے کی خوبی ہوتی ہے۔ چومسکی نے یہ بھی دریافت کیا کہ جب بچے بولنا سیکھ رہے ہوتے ہیں تو وہ غلطیاں نہیں کرتے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ انہوں نے مثال کے ذریعے بتایا کہ بچے یہ سمجھ رکھتے ہیں کہ سبھی جملوں کی ایک ساخت ہوتی ہے جس میں فاعل، فعل، اور مفعول ہوتے ہیں اور بچے یہ اس وقت بھی سمجھتے ہیں جب وہ مکمل جملے نہیں بول پاتے اور یہ چیز فطری ہے۔ اپنے تجربوں کی بنیاد پر چومسکی نے یہ بتایا کہ روانی کے ساتھ زبان کا استعمال کرنے کی سطح سے پہلے ہی بچوں میں اپنے ماحول کے لوگوں کی زبان میں قواعد سے متعلق غلطیوں کی نشاندہی کر لیتے ہیں۔ انہوں نے یہ بتایا کہ بچے ان الفاظ میں بھی قواعد کے اصول کو نافذ کرتے ہیں جن کے سلسلے میں قواعد کے اصول مستثنیٰ (Exception) ہیں۔ مثال کے طور پر ہر بچہ ملک کی جمع ملکوں اور کتاب کی جمع کتابیں بتاتا ہے۔ جب کہ قواعد کے اصول کے تحت یہ غلط ہے۔ (اصولاً ملک کی جمع ممالک اور کتاب کی جمع کتب ہوتا ہے۔) لیکن بچے کا یہ بتانا آفاقی قواعد کے مطابق ہے۔

چومسکی نے تحقیق کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ زبان انسان کی خداداد (Innate) صلاحیت ہے ان کی مشہور تصنیف زبان اور ذہن (Language & Mind) 1972 میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے ذریعے چومسکی نے زبان سیکھنے کے ایک نئے نظریے پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں تحریر کیا کہ جب ہم انسانی زبان کا مطالعہ کرتے ہیں تو دراصل ہم انسانی جوہر (Human essence) کے قریب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ انسانی جوہر دماغ کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک ہیں جنہیں تا حال ہم جان سکے ہیں اور یہ امتیازی خصوصیت انسانوں کو دوسروں سے جدا کرتی ہے۔ یعنی انسان اس بے مثال خصوصیت کا تنہا حامل ہے۔ چومسکی کے مطابق سبھی جاندار چیزوں میں زبان کو امتیازی خصوصیت ہے۔ جو صرف انسانوں تک ہی محدود ہے۔ چومسکی کے نظریات کی مدد سے زبانوں کی ارتقاء اور نشونما کو سمجھنا نہایت آسان ہو گیا ہے۔

2.6 فرہنگ Glossary

Concept (تصور)	:	ایک مجرد خیال۔ کسی شئے کے بارے میں اس کی فہم
Nature (نوعیت)	:	مجموعی طور پر فطری دنیا کا مظاہر جس میں پودوں، جانوروں زمین کی دیگر خصوصیات شامل ہیں اور

کسی چیز کی بنیادی خصوصیات

Growth (نمو) : جسمانی سائز میں بڑھتی ہوئی عمل

Development (نشوونما) : جسمانی سائز کے ساتھ خصوصیاتی یا کیفیتی تبدیلی

Physical development (جسمانی نشوونما): ایک فرد میں جسمانی نشوونما اور نمو، جسمانی اور ذہنی حرکت میں آئی تبدیلیوں کو بیان کرتی ہے

Emotional development (جذباتی نشوونما): کسی کی حالت، موڈ، یا دوسروں کے تعلقات سے لیا گیا دماغ کی ایک قدرتی غیر معمولی حالت

Congnative development (وقوفی نشوونما): وقت گزرنے کے ساتھ جاننے کی، تفہیم باوقوف کی، اہلیت میں اضافہ سے ہے

Infancy (شیرخوارگی) : ابتدائی بچپن کے دو سال کی مدت

childhood (بچپن) : دو سال سے 12 سال کا عمر، کھیل، اور معصومیت کا عرصہ جو عنفوانِ شباب کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے

Adolescence (عنفوانِ شباب): بلوغت کی شروعات کے بعد اس مدت کے دوران جب کوئی کوئی بچے سے بالغ ہونے لگتا ہے

Maturity (پختگی) : ایک مدت کے بعد کوئی تبدیلی ہیں۔

2.7 یادرکھنے کے نکات Points to Remember

☆ نمو سے مراد انسانی جسم کے اعضا کی بناوت، وزن اور عملی قوتوں میں ہونے والے افزائش سے ہوتا ہے

☆ نشوونما کا مطلب انسان کی جسمانی اور وزن میں اضافے کے ساتھ ساتھ اس کے علمی مہارتوں اور طرز عمل میں ہونے والی تبدیلیوں سے ہوتا ہے۔

☆ پختگی کا مطلب انسان کے اس جسمانی افزائش اور ذہنی صلاحیتوں کی اس قدرتی نشوونما کی حالت سے ہے جس کے بعد ان میں مزید کوئی افزائش اور فروغ نہیں ہو پاتا

☆ نشوونما ایک مسلسل عمل ہے

☆ والدین کی جسمانی اور ذہنی خصوصیات کا بچوں میں منتقل ہونا ہی توارث کہلاتا ہے

☆ ماحول سے مراد ہے قدرتی اور سماجی ماحول سے ہے جہاں انسان اپنی زندگی گزارتے ہیں

☆ نشو ونما میں توارث اور ماحول دونوں کا اثر پڑتا ہے

☆ شیر خوارگی سے مراد بچے کی پیدائش سے 2 سال کی عمر سے ہوتا ہے

☆ بچپن سے مراد بچے کی 2 سال سے 12 سال تک کی عمر سے ہوتا ہے

☆ عنفوانِ شباب کا تعلق 12 سے 18 سال تک کی عمر کا ہوتا ہے

☆ پیاجے نے وقوفی نشو ونما کے نظریہ میں چار مرحلے بتائیں ہیں۔(۱) جس حرکی مرحلہ (۲) قبل کاروائی مرحلہ (۳) شوس عملی مرحلہ ۰ (۴) رسمی کارروائی مرحلہ

☆ اریکسن (Erikson) کے نفسی سماجی نشو ونما کا نظریہ کے مطابق (۱) ایک ہی طرح کی بنیادی ضروریات ہوتی ہیں (۲) فرد میں انا انہی ضروریات کے تئیں ردعمل کا نتیجہ ہوتی ہیں (۳) نشو ونما مختلف مراحل سے ہوکر مکمل ہوتی ہے۔(۴) نشو ونما کے ہر ایک مراحل میں ایک نفسی سماجی چالینج ہوتا ہے۔

☆ کوہل برگ نے اخلاقی استدلال کی تین سطح بتایا ہے

۱۔ قبل روایتی سطح (4 سے 10 سال)

۲۔ روایتی سطح (11 سے 13 سال)

۳۔ بعدروایتی سطح (14 سال سے اوپر)

☆ فرائیڈ کے نظریہ کے مطابق بچہ پیدا ہونے کے بعد نفسی جنسی مراحل سے گزرتا ہے اور اپنی پہلی محرکات کی تسکینکرتا ہے۔ یا اس کی تسکین سے محرم رہتا ہے۔

☆ چومسکی کے نظریہ کے مطابق تمام زبانوں کی بنیاد ایک ہی ہے۔ان کے مطابق بچوں کا لفظ یا زبان سیکھنا تقلید اور تحریک پر محیط ضرور ہے لیکن تقلید اور تحریک دونوں ہی بچوں کے ذریعہ لفظوں کو سیکھنے کے عمل کو بہتر طریقے سے وضاحت نہیں کرتے ہیں۔

2.8 نمونہ امتحانی سوالات Model Examination Question

طویل جوابی والے سوالات

۱۔ نمو اور نشو ونما کا تصور وضاحت کے ساتھ لکھیں۔

۲۔ نمو اور نشو ونما میں فرق واضح کریں۔

۳۔ نمور اور نشو ونما کے مختلف مرحلے بیان کریں۔

۴۔ نمو اور نشو ونما کو اثر انداز کرنے والے عوامل بیان کریں۔

۵۔ پیاجے کا وقوفی نشو ونما کا نظریہ کو تفصیل سے بیان کریں۔

۶۔ اریکسن کا نفسی سماجی نظریہ کا تنقیدی جائزہ پیش کریں۔

۷۔ کوہل برگ کا اخلاقی نشوونما کا نظریہ پر بحث کریں۔

مختصر جوابی والے سوالات

۱۔ نمو کو مثال کے ذریعہ سمجھائیے۔

۲۔ نشوونما کی خصوصیات بیان کریں۔

۳۔ نشوونما پر توارث کے اثرات بیان کریں۔

۴۔ نشوونما پر ماحول کے اثرات بیان کریں۔

۵۔ شیر خوارگی کی مرحلے کی خصوصیات بیان کریں۔

معروضی قسم کے سوالات Objective Type Questions

۱۔ نمو سے متعلق ہے

(a) وزن (b) شکل (c) ایمانداری (d) ان میں سے کوئی نہیں

۲۔ نشوونما کو ظاہر کرتی ہے۔

(a) وزن کا بڑھنا (b) ذہانت کا اضافہ ہونا (c) لسانی میں اضافہ (d) ان میں سے کوئی نہیں

۳۔ پختگی کا مطلب ہے۔

(a) ایک وقت کے بعد رک جاتی ہے (b) مسلسل بڑھتے رہتا ہے

(c) ایک وقت کے بعد گھٹنے لگتی ہے (d) ان میں سے کوئی نہیں

۴۔ مسلسل نشوونما کا مطلب ہے۔

(a) پیدائش کے بعد رک جاتی ہے (b) پیدائش کے بعد گھٹنے لگتی ہے

(c) صرف جوانی میں ہوتا ہے (d) پیدائش سے موت تک جلتی رہتی ہے۔

۵۔ نشوونما کو کون سے عوامل اثر انداز کرتے ہیں۔

(a) توارث (b) ماحول (c) دونوں (d) ان میں سے کوئی نہیں

۶۔ مشابہت کے ضابطہ کا مطلب ہے

(a) جیسے والدین ہوتے ہیں ویسے ان کی اولاد ہوتی ہے (b) ذہین ماں باپ کے بچے کند ذہن ہوتے ہیں

(c) قد و قامت ماں باپ پر نہیں ہوتے (d) ان میں سے کوئی نہیں

۷۔ کون سے مرحلہ کو انقلابی مرحلہ کہا جاتا ہے۔

(a) شیر خوارگی (b) بچپن (c) عنفوانِ شباب (d) بلوغت

۸۔ بیسویں صدی کی لسانیات کا بانی کسے کہا جاتا ہے۔

(a) فرائڈ (b) ایرکسن (c) کوہل برگ (d) پیاجے

۹۔ نفسی تجربہ کا نظریہ کس نے دیا

(a) فرائڈ (b) ایرکسن (c) کوہل برگ (d) پیاجے

۱۰۔ وقوفی کا مطلب ہوتا ہے

(a) دیکھنا و سمجھنا (b) سونا (c) لکھنا (d) پڑھنا

2.9 سفارش کردہ کتابیں Suggested Books

(۱) جدید تعلیمی نفسیات: پروفیسر محمد شریف خاں، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ

(۲) تعلیمی نفسیات کے پہلو: ڈاکٹر آفاق ندیم خاں و سید معاز حسین، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ

(۳) نفسیاتی اساس تعلیم: مرزا شوکت بیگ، محمد ابراہیم خلیل، سید اصغر حسین، دکن ٹریڈرس بک سیلر حیدر آباد

(۴) تعلیم اور اس کے اصول: محمد شریف خاں، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ

(۵) نایاب تعلیمی نفسیات: شاذیہ رشید جدران پبلی کیشنز لاہور

(۶) تعلیمی نفسیات اور رہنمائی: ملک محمد موسیٰ/شاذیہ رشید، جدران پبلی کیشنز

(۷) Kulshestra, S.P. (1997), Educational Psycholgy - Raj Printers - Meerut

(۸) Mangal, S.K (2003), Advanced Educational Psychology Prentice Hill of India Pvt. Ltd. New Delhi

(۹) Schopler, J. Weisz, J. King R & Morgan, C (1993), Introduction to Psychology - Prentice Hill of India Pvt. Ltd., New Delhi

اکائی - ۳ (فرد بحیثیت منفرد متعلّم)

(Individual as a Unique Learner)

ساخت

3.1 تعارف/تمہید

3.2 مقاصد

3.3 انفرادی فرق کا تصور

3.4 انفرادی فرق کے اقسام

3.5 درونِ شخص اور بین شخص انفرادی فرق کا تصور

3.6 انفرادی فرق کو تعین کرنے والے عوامل

3.7 انفرادی فرق اور تعلیمی پروگرام کی تنظیم

3.8 خلاصہ کلام

3.9 اپنی معلومات کی جانچ

3.10 سفارش کردہ کتابیں

3.1 تمہید

اس سے قبل آپ نے بالیدگی، نشوونما اور پختگی کے تصورات کو تفصیل کے ساتھ پڑھا ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلومات حاصل کی ہوگی کہ ان تمام تصورات میں بنیادی طور پر کیا فرق ہے۔ بعدازاں آپ کو یہ بھی بتایا گیا ہوگا کہ نشوونما کا ایک اصول ہوتا ہے جس کے تحت انسانی زندگی کے مختلف مدارج اپنی اپنی خصوصیات کی بنیاد پر رواں دواں ہوتے ہیں۔ اب تک آپ اس حقیقت سے واقف ہو گئے ہوں گے کہ بالیدگی اور نشوونما کے عمل میں کون کون سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں جو اپنی اثرات ایک بچے کے جسم، دل، دماغ اور پوری شخصیت پر نقش کرنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ ان عوامل کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا توارث اور دوسرا ماحول۔ توارثی اثرات ان اثرات کو کہتے ہیں جو بچہ پیدائشی طور پر اپنے والدین، خاندان اور باباواجداد سے جین (Gene) کی شکل میں لے کر پیدا ہوا ہے۔ اسی لیے ہم اس کو Genetic Factors بھی کہتے ہیں۔ یہ جینیاتی اثرات ایک بچے کی زندگی کے نشوونما کے ہر مدارج اور اس کی

شخصیت کے ہر پہلو مثلاً جسمانی، ذہنی، جذباتی وغیرہ پر اثر انداز ہوتے ہیں اور وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہتے ہیں جن میں جسمانی ساخت، ذہانت IQ اور بیماریاں وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ یہ اثرات انسانی زندگی کے کسی بھی مرحلہ میں نمودار ہو سکتی ہیں۔ اسی لیے تو ہم کبھی کبھی محسوس کرتے ہیں کہ ایک بچہ کا ڈیل ڈول اس کے والدین سے ملتا جلتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح مختلف قسم کی بیماریاں بھی توارثی اثرات کے مدنظر والدین اور خاندان سے ان کے بچوں میں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ آپ نے یہ ضرور کبھی محسوس کیا ہوگا کہ بعض اوقات اگر ہم بیماری کی وجہ سے کسی ڈاکٹر سے رجوع ہوتے ہیں تو وہ ہم سے یہ جاننے کی کوشش کرتا ہے یہ مخصوص وضع ہمارے خاندان میں کسی کو لاحق ہے کیا۔ جس سے اسے یہ معلوم ہو سکے کہ آیا یہ مرض کہیں توارثی یا خاندانی تو نہیں ہے۔ ٹھیک اسی طرح ماحول بھی اپنے اثرات کو ایک بچہ کے جسمانی، ذہنی، جذباتی اور پوری شخصیت کی نشوونما میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اور یہ اثرات بچے کی زندگی کی شروعات سے لے کر موت تک محسوس کی جا سکتی ہیں۔ اخلاقی وغیرہ نشوونما میں اپنے اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر جسمانی نشوونما، کھان پان، صاف ستھرائی، محنت و آرام وغیرہ پر منحصر کرتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح شخصیت کے دیگر پہلو بھی ماحولیاتی اثرات سے متاثر ہوتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ انسانی زندگی کے مختلف مدارج ہوتے ہیں جن میں شیر خوارگی، طفولیت، عنفوانِ شباب، بالغ عمری اور ضعیف العمری ہیں اور ان تمام مدارج کی اپنی مخصوص خصوصیات ہوتی ہیں۔ نشوونما کے تعلق سے مختلف نظریات بھی آپ کی نظروں سے گزرا ہوگا۔

اس یونٹ میں ہم آپ کو انفرادی فرق کے تصور سے واقف کرائیں گے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی واضح کریں گے یہ فرق کتنے قسم کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہم آپ کو یہ بھی بتائیں گے کہ انفرادی فرق کو تعین کرنے والے عوامل کون کون سے ہیں اور آخر میں یہ بتانے کی کوشش کی جائے گی کہ تعلیمی پروگرام کی تنظیم میں انفرادی فرق کی معلومات اسکول اور اساتذہ کے لیے کس طرح معاون و مددگار ہوتا ہے۔

3.2 مقاصد

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ انفرادی فرق کے تصورات کو بیان کر سکیں۔

☆ انفرادی فرق کے اقسام کو واضح کر سکیں۔

☆ درونِ شخص اور بین شخص انفرادی فرق کے درمیان فرق کو اُجاگر کر سکیں۔

☆ انفرادی فرق کو متاثر کرنے میں توارث کے رول کو سمجھائیں۔

☆ انفرادی فرق کو متاثر کرنے میں ماحول کے رول کو بیان کر سکیں۔

☆ درس و تدریس میں انفرادی فرق کے معلومات کی اہمیت اُجاگر کر سکیں۔

3.3 انفرادی فرق کا تصور Concept of Individual Differences

اس دنیا میں ہرانسان انوکھا یعنی کہ (Unique) پیدا ہوا ہے۔اس کی صلاحیتیں،خصوصیات، دلچسپیاں، رجحانات،خوبیاں و خامیاں وغیرہ مختلف ہوتی ہیں۔اگرایک انسان میں کچھ خوبیاں ہیں تواس میں خامیاں بھی موجود ہوں گی۔ان ہی خوبیوں اور خامیوں کی وجہ سے وہ انسان کہلاتا ہے۔اگرانسانوں کے اندر خامیاں نہیں ہوتی تو وہ فرشتہ ہوتا۔بہرکیف قدرت نے کسی بھی دوانسان کوایک جیسا نہیں بنایا۔حتیٰ کہ دوجڑواں بھائی وبہنیں جو دیکھنے میں یا ظاہری طور پر شکل وصورت کے اعتبار سے ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں پھر بھی ان میں بے شمار فرق پایا جاتا ہے۔اس لیے مختلف افراد یا انسانوں کے درمیان پائی جانے والی جسمانی، ذہنی، جذباتی،سماجی واخلاقی فرق وغیرہ کو ہم انفرادی فرق یاIndividual Differences کہتے ہیں۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ نسل انسانی میں بہت سی خصوصیات خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی مشترک ہوتی ہیں۔پھر بھی ہر فرد مختلف اعتبار سے دوسرے فرد سے الگ اور جدا ہوتا ہے۔اگر انسانوں کی شخصیت اور خصوصیات میں فرق نہ ہوتا اور سب ہی کو ورثے میں یکساں صلاحیتیں ملی ہوتیں توتعلیم وتربیت کے ذریعہ مشینی طریقے سے حسب ضرورت جس کی شخصیت کو جس سانچے میں چاہئے ڈھالا جاسکتا تھا۔ لیکن قدرت نے ایسا نہیں کیا۔اس نے ہرانسان کودوسرے انسان سے نہ صرف مختلف بنایا بلکہ ان کی ذہنی صلاحیتیں بھی ایک دوسرے سے مختلف بنائی۔یہاں تک کہ رنگ وروپ،خدوخال، ڈیل ڈول، رفتاروگفتار،قد وقامت اور ذہنی استعداد میں ہر فردایک دوسرے سے منفرد و مختلف نظر آتا ہے۔ذہنی صلاحیت کے اعتبار سے کوئی اعلیٰ ذہن ہے تو کوئی کند ذہن،اسی طرح کوئی جسمانی صلاحیت کے اعتبار سے بہت مضبوط ہےتو کوئی بہت کمزور ولاغر۔اگرکسی کو ہمیشہ اور ہروقت غصہ آتا ہےتو کوئی بالکل ہی سنجیدہ اور خاموش مزاج۔اگرکوئی بہت بولتا ہےتو کوئی اس کے برعکس بالکل خاموش رہتا ہے۔کسی کومطالعہ سے دلچسپی ہے تو کوئی سیر وتفریح کا دلدادہ ہے۔کسی کوادب پسند ہے تو کسی کو ریاضی۔

انفرادی فرق کوہم چند مثالوں کی مدد سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔زید کوکھانے میں میٹھی چیزیں پسند ہیں تو بکر کونمکین چیزیں اچھی لگتی ہیں جبکہ شمیم چٹپٹی چیزوں کے دلدادہ ہیں۔اسی طرح مریم خاموش مزاج ہیں اور ہروقت مطالعہ میں غرق رہتی ہیں اور بالکل تنہائی پسند ہیں تو غزالہ خوش مزاج، ہنس مکھ اور دوسروں میں جلد ہی گھل مل جاتی ہیں جبکہ زینت ہمیشہ کھیل کود میں مصروف رہتی ہیں اوراپنی سہیلیوں کے حلقہ کی لیڈر بھی ہیں۔یہ مثالیں ایک ہی خاندان کے مختلف افراداورایک ہی اسکول کے طلبہ وطالبات کی ہیں۔پھر بھی ان سب کے مزاج، پسند، دلچسپی، رجحان، رویہ اورطبیعت وغیرہ میں کافی فرق موجود ہے۔غرض یہ کہ ہرفرداپنی خصوصیت،صلاحیت، دلچسپی وغیرہ کے اعتبار سے دوسروں سے جدا ہوتا ہے۔یہ فرق جسمانی مثلاً آنکھ، کان، ناک، جلد کی رنگت، چہرے کی بناوٹ میں ہوسکتا ہے یا ذہنی مثلاً سوچنے، سمجھنے، مسائل کوحل کرنے،تخلیقیت وغیرہ میں ہوسکتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ جذبات، احساسات،محسوسات، اخلاق، گفتار، کرداروغیرہ میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔ انسان کے ان ہی تمام جسمانی، ذہنی، جذباتی، سماجی، اخلاقی وغیرہ کو ہم انفرادی فرق (Individual Differences) کہتے ہیں۔

انفرادی فرق کی تعریفیں (Definitions of ID)

مختلف ماہرین نے انفرادی فرق کی تعریف پیش کی ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

اسکینر (Skinner) کے مطابق ''انفرادی فرق سے مراد مکمل شخصیت کے کسی بھی پیمائشی پہلو کو شامل کرنے سے ہے''۔

ٹائلر (Tyler) کے مطابق ''ایک فرد کا دوسرے فرد سے فرق لازمی طور پر دکھائی پڑتی ہے جو کہ عالمی طور پر مسلمہ ہے''۔

جیمس ڈریور (James Drever) کے مطابق ''کسی ایک گروپ کا دوسرے گروپ کے کسی فرد/ممبر سے ذہنی یا جسمانی خصوصیات کی بنیاد پر تنوع یا انحراف ہی انفرادی فرق کیلاتا ہے''۔

ووڈ ورتھ اور مارکوس (Woodword & Marquis) کے مطابق ''انفرادی فرق تمام نفسیاتی خصوصیات، جسمانی اور ذہنی صلاحیت، معلومات، عادات، شخصیت اور اخلاقی اوصاف میں پایا جاتا ہے''۔

ان تمام تعریفوں کے مطالعہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ انسانوں اور افراد کے درمیان پائی جانے والی جسمانی، ذہنی، جذباتی، معلومات، عادات، شخصیت، سماجی، اخلاقی و کرداری وغیرہ فرق کو ہی انفرادی فرق (Individual Differences) کہا جاتا ہے۔

انفرادی فرق کی خصوصیات (Characteristics of Individual Differences)

انفرادی فرق کے تصورات اور ماہرین نفسیات کے افکار کا جائزہ لینے کے بعد مختلف تعریفوں کے تجزیے سے درج ذیل انفرادی فرق کی خصوصیات منظر عام پر آتی ہیں:

- ☆ انفرادی فرق ایک عالمگیر Phenomenon ہے۔
- ☆ انفرادی فرق نفسیاتی مطالعہ کی اساس اور محور ہے۔
- ☆ انفرادی فرق جسمانی اور عملی کارکردگی کے ذریعہ پیمائش کی جا سکتی ہے۔
- ☆ انفرادی فرق کیفیتی اور کمیتی دونوں ہے۔
- ☆ انفرادی فرق ذہانت، دلچسپی، رویہ، اقدار اور مطابقت پر مبنی ہوتا ہے۔
- ☆ طبعی اعتبار سے انفرادی فرق کا مطلب قد، وزن، رنگ، نسل، شکل وصورت وغیرہ چیزوں میں پایا گیا فرق ہے۔
- ☆ جنسی فرق انفرادی فرق میں اہم رول ادا کرتا ہے۔
- ☆ ذہانت کے اعتبار سے انفرادی فرق کا مطلب ذہانت، اکتساب، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت، تخلیقیت، مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت کا نام ہے۔
- ☆ ماحولیاتی اعتبار سے انفرادی فرق سے مراد فرد کے رہنے کی جگہ (جغرافیائی حالات)، سماجی، معاشی، نسل اور ذات کے فرق وغیرہ سے ہے۔

3.4 انفرادی فرق کے اقسام (Types of Individual Differences)

انفرادی فرق کے تصورات اور تعریفوں کے مطالعہ کے بعد ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس دنیا میں کوئی بھی دو افراد خصوصیات، قابلیت، جسمانی ساخت، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت، ظاہری اور باطنی اوصاف کے اعتبار سے ایک دوسرے سے ممتاز و ممیّز ہوتے ہیں۔ ان میں قابل لحاظ فرق پایا جاتا ہے اور یہ فرق آفاقی یعنی کہ Universal ہے۔ یہ فرق ہر جگہ، ہر ملک، ہر قوم، ہر سماج، ہر جغرافیائی علاقے کے باشندوں، ہر رنگ و نسل کے لوگوں، ہر تہذیب و تمدن، جنسی امتیازیات یعنی کہ مرد و خواتین میں فرق مختلف طور پر موجود ہوتا ہے یا پایا جاتا ہے۔

زمانہ قدیم سے ہی انسانوں کے اندر موجود مختلف قسم کے فرق کو معلوم کرنے کی کوشش جاری و ساری ہے۔ خواہ وہ سائنسی میدان ہو یا ادب، فلسفہ ہو یا سماجیات لیکن ماہرین نفسیات نے بھی کافی کوشش و کاوش کی ہیں کہ انسانوں کے اندر پائی جانے والی مختلف خصوصیات، اوصاف، خوبیوں اور خامیوں کا سائنسی طور پر مطالعہ کیا جائے اور ان کی درجہ بندی بھی کی جائے۔ اپنے زمانہ کے مشہور ماہر نفسیات ٹائلر (Tyler) نے انسانوں کے اندر موجود فرق کو معلوم کرنے کی کوشش کی۔ بقول ٹائلر ''انفرادی فرق کی پیمائش بنیادی یا خاص طور سے جسمانی ساخت اور شخصیاتی خصوصیات کی پیمائش یا اندازہ لگانے سے ہے جس میں ہم ایک فرد کی جسمانی بناوٹ، جسمانی صلاحیتوں اور اس کے کام کرنے کی رفتار، اس کی ذہانت، اس کی تحصیل یا حصولیابی جو کہ تعلیمی اور سماجی کارناموں سے متعلق ہو، اس کی دلچسپیاں، اس کے رجحانات اور شخصی خوبیوں اور خامیوں سے متعلق ہوتا ہے۔ اگر ہم مختصراً کہیں تو انسان یا فرد کے ظاہری و باطنی خصوصیات کو اس ضمن میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

اگر ہم انسانی فرق یا انفرادی فرق کو مختلف زمروں میں تقسیم کریں یا درجہ بندی کریں تو درج ذیل پہلو منظر عام پر آتے ہیں جس کی بنیاد پر ہم انفرادی فرق کا پتہ لگا سکتے ہیں اور ہم اسی کو انفرادی فرق کے اقسام کہتے جو کہ حسب ذیل ہیں:

- ☆ جسمانی فرق
- ☆ ذہنی فرق
- ☆ جذباتی فرق
- ☆ سماجی فرق
- ☆ اخلاقی فرق
- ☆ دلچسپیوں میں فرق
- ☆ تخلیقیت میں فرق
- ☆ عادات واطوار میں فرق

☆ تہذیب وتمدن میں فرق

☆ اکتسابی فرق

☆ خیالات،احساسات ومحسوسات میں فرق

☆ تحصیل میں فرق

☆ رویوں میں فرق

☆ خاص اہلیتوں میں فرق

☆ شخصیت میں فرق

جسمانی فرق:-

جسمانی ساخت اور صلاحیتوں کے اعتبار سے ہم دیکھیں تو افراد مختلف ہوتے ہیں۔کوئی گورا ہے تو کوئی کالا یا سانولا، کوئی لمبا ہے تو کوئی بونا/چھوٹا، اسی طرح کوئی دبلا اور پتلا ہے تو کوئی موٹا اور تگڑا۔ٹھیک اسی طرح کسی کا وزن بہت زیادہ ہے تو کسی کا بہت کم،کوئی بہت طاقتور ہے تو کوئی بہت کمزور۔کسی کے اندر بہت دیر تک جسمانی کام کرنے کی صلاحیت ہے تو کوئی بہت کم وقت میں تھک جاتا ہے۔کوئی بہت خوبصورت ہے تو کوئی قابل صورت اور کوئی بدصورت۔کسی کی آنکھیں کالی ہیں تو کسی کی بھوری اور کسی کی چمکیلی۔خواہ اگر ہم افراد کا جسمانی خوبیوں اور خامیوں کے اعتبار سے جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہر فرد کسی نہ کسی طور پر ایک دوسرے سے جدا ہے اور اس کی صلاحیتیں بھی الگ الگ ہیں۔

ذہنی فرق:-

اگر ہم ذہنی یا دماغی صلاحیت کے لحاظ سے لوگوں کو دیکھیں یا پرکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان ایک دوسرے سے ممتاز و ممیّز ہے۔ ذہنی صلاحیت میں معلومات کو حاصل کرنے کی صلاحیت،فہم وفراست، تجرباتی صلاحیت،غور وفکر کرنے کی صلاحیت،مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت، ذہانت یا IQ کافی اہمیت کے حامل ہیں۔کوئی فرد بہت معلومات رکھتا ہے تو کوئی بہت محدود معلومات کا مالک ہے۔کسی فرد میں سمجھ وبوجھ بہت ہوتی ہے، بہت کم وقت یا عرصے میں چیزوں اور حالات کو سمجھ جاتا ہے تو کوئی بہت دیر میں سمجھتا ہے۔اسی طرح مختلف انسانوں میں کسی بھی شئے کو تجزیہ کرنے کی صلاحیت بھی الگ الگ ہوتی ہے۔ایک ہی حالات اور کیفیات کو مختلف لوگ مختلف طریقوں سے تجزیہ کرتے ہیں۔مختلف لوگوں میں غور وفکر کی صلاحیت بھی ایک جیسی نہیں ہوتی۔کوئی شخص کسی پہلو کو بہت باریک بینی کے ساتھ سوچتا اور پرکھتا ہے تو کوئی بہت سرسری طور پر۔کسی فرد کے اندر مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت بہت زیادہ ہوتی ہے تو کسی میں کم اور کوئی فرد مسائل سے پریشان ہو جاتا ہے۔ذہانت یا IQ کے لحاظ سے بھی لوگوں میں فرق پایا جاتا ہے۔کسی کی ذہانت بہت اعلیٰ وافضل ہے تو کوئی اوسط اور

کوئی کند ذہن۔ انسانوں کی IQ سطح اس کے ذہنی کارکردگی کا تعین کرتی ہے۔ جس فرد کی IQ زیادہ ہوتی اس کی ذہنی صلاحیت یا استعداد بھی زیادہ ہوگی۔ وہ ذہین یا دماغ کے متعلق کاموں اور ذمہ داریوں کو حسن وخوبی انجام دے سکتا ہے۔

جذباتی فرق:-

جذبات کے اعتبار سے بھی انسانوں میں فرق پایا جاتا ہے۔ جذبات انسان کی اس ذہنی حالات کو کہتے ہیں جو ہمیں خوشی وغمی، غصہ، پیار ومحبت، عزت ونفرت کی شکل میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ کوئی شخص بہت زیادہ جذباتی ہوتا ہے تو دوسرا کم۔ کسی کو غصہ بہت آتا ہے تو کسی کو کم یا کوئی شخص بالکل بھی غصہ نہیں ہوتا۔ کسی انسان کو بہت بڑی کامیابی ملتی ہے پھر بھی وہ خاموش رہتا ہے تو دوسرا فرد چھوٹی سے کامیابی پر اپنے سے باہر ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص بڑے سے بڑے غم کو سینے میں دفن کر دیتا ہے تو کوئی فرد چھوٹی سی تکلیف، غم، پریشانی اور مصیبت کو سر پر اُٹھا لیتا ہے۔ ہم اکثر و بیشتر ایسے حالات سے دوچار ہوتے ہیں کہ زبان سے نکل جاتا ہے کہ فلاں فرد بہت جذباتی ہو گیا ہے۔ آپ براہ کرم Please اپنے جذبات پر قابو کیجیئے۔ بہرکیف جذبات انسان کے اس ذہنی حالت کا نام ہے جس میں وہ نارمل (Normal) سے ہٹ کر قول وفعل انجام دیتا ہے۔ اس وقت یعنی کہ جذباتی حالت میں اس کا دماغ مستحکم نہیں ہوتا ہے بلکہ خوشی، غم، غصہ، پیار ومحبت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

سماجی فرق:-

ہمیں معلوم ہے کہ جب انسانوں کا گروہ ایک ساتھ مل جل کر رہتا ہے جس میں جغرافیائی علاقہ، زندگی کے مقاصد وطور طریقے شامل ہیں۔ اسی کو ہم سماج کہتے ہیں۔ یعنی کہ سماج میں مختلف افراد کا مجموعہ ہوتا ہے جو مل جل کر ایک ساتھ رہتے و بستے ہیں۔ اس دنیا میں جغرافیائی اعتبار سے بے شمار سماج موجود ہیں اور ہر سماج کی اپنی شناخت و پہچان ہے اور ہر فرد اپنی سماج کے مطابق زندگی گزارتا ہے، عمل کرتا ہے، ردعمل کرتا ہے۔ اگر ہم غور کریں تو محسوس ہوگا کہ الگ الگ سماج کے رہنے والے افراد کے طور طریقے، سوچنے اور سمجھنے کا انداز، لباس، کھان پان، رہن سہن، زبان، تہذیب وتمدن میں نمایاں فرق موجود ہے اور اسی فرق کو ہم سماجی فرق کہتے ہیں۔ اگر ہم ہمارے ملک کے مختلف ریاستوں کے لوگوں کو دیکھیں تو یہ فرق واضح طور پر نمودار ہوگا۔ جنوب کا باشندہ شمال کے باشندے سے مختلف اعتبار سے ممتاز ومیّز ہوگا۔ ٹھیک اسی طرح مغربی ریاستوں کے لوگ مشرقی ریاستوں کے لوگوں سے جسمانی، ذہنی، جذباتی، تہذیب وتمدن، کھان پان، لباس وغیرہ کے اعتبار سے مختلف ہوں گے۔ ان ہی فرق کو ہم سماجی فرق کا نام دیں گے۔

اخلاقی فرق:-

اگر ہم اخلاقی اعتبار سے جائزہ لیں تو انسانوں کے اندر بے پناہ فرق محسوس ہوگا۔ کوئی شخص اخلاقی طور پر بہت اعلیٰ ہوتا ہے، اس کے

برتاؤ، گفتگو، چال چلن، دوسروں کا خیال رکھنے کی فطرت، چھوٹے اور بڑوں کے ساتھ سلوک وغیرہ میں دوسروں کے مطابق کافی فرق پایا جاتا ہے تو دوسری جانب انحطاط نظر آتا ہے۔ اسی لیے تو ہم اکثر سنتے ہیں کہ فلاں شخص کا اخلاق بہت اچھا ہے تو فلاں شخص کے اخلاق اچھے نہیں ہیں۔ اس لیے بہ آسانی یہ کہا جاسکتا ہے کہ مختلف لوگوں میں یہ خصوصیت واضح طور پر نمایاں ہوتی ہے۔ چال چلن، برتاؤ، سلوک، گفتگو کے طور طریقوں، دوسرے افراد کا لحاظ وخیال، باہمی ہمدردی وخیر سگالی کا جذبہ وغیرہ اخلاق کے دائرہ میں آتے ہیں۔ اس لحاظ سے اگر ہم افراد کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ مختلف افراد مختلف اخلاق کے مالک ہوتے ہیں اور انہیں ہی خصوصیات کی بنیاد پر ہم انسانوں کی درجہ بندی کرتے ہیں۔ کون انسان اچھے اخلاق کا مالک ہے اور کون برے اخلاق کا مرتکب۔

دلچسپیوں میں فرق:-

دلچسپیوں کے اعتبار سے اگر ہم دیکھیں تو لوگوں میں کافی فرق موجود ہوتا ہے۔ کسی میں ادب کے مطالعہ کی دلچسپی ہے تو کوئی ریاضی پسند کرتا ہے، کسی کو فٹ بال پسند ہے تو کوئی کرکٹ میں دلچسپی رکھتا ہے۔ کسی کو گوشت پسند ہے تو کوئی سبزی پسند فرماتا ہے۔ آیئے ہم آپ کو ایک مثال کی مدد سے دلچسپیوں میں فرق کو اجاگر کرتے ہیں۔ تعلیمی سال کا پہلا دن ہے۔ کمرۂ جماعت نئے طالب علموں سے بھری ہے۔ تعارفی دور کا سلسلہ ہے۔ جس میں ہر طالب علم اپنے بارے میں کچھ بتاتا ہے۔ آپ بحیثیت استاد طلبہ سے معلوم کیجئے کہ آپ کو کس مضمون میں دلچسپی ہے تو معلوم ہوگا کہ ایک طالب علم اردو زبان پسند کرتا ہے تو دوسرا ہندی اور تیسرا انگریزی تو چوتھا سائنس اور پانچواں ریاضی تو چھٹا موسیقی یا مصوری۔ اسی طرح کھیل کے میدان میں دلچسپی معلوم کیجئے تو پتہ چلے گا کہ ایک طالب علم فٹ بال کھیلنا پسند کرتا ہے تو دوسرا کرکٹ اور تیسرا کبڈی۔ اسی طرح اگر ہم مختلف طالب علموں سے معلوم کرتے چلیں جائیں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ دلچسپیوں کے اعتبار سے ہر شخص مختلف ہوتا ہے اور یہ فرق جنس، رنگ ونسل، ملک وقوم اور سماج میں پایا جاتا ہے۔

تخلیقی صلاحیتوں میں فرق:-

تخلیقی صلاحیت کے حامل شخص ہمیشہ کچھ نیا کرنے اور چیزوں کو نئے اور منفرد انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے کام کرنے کا طریقہ، سوچنے اور سمجھنے کا طریقہ وصلاحیت عام لوگوں سے منفرد ہوتی ہے۔ ان کے احساسات، خیالات اور جذبات ہمیشہ منفرد انداز کے ہوتے ہیں۔ وہ ایک ہی مسئلہ کو مختلف طور اور صورت میں دیکھتے ہیں ساتھ ہی ساتھ اس مخصوص مسئلہ کے حل کے طریقے بھی نت نئے انداز اور طریقوں پر سوچتے ہیں۔ اس دنیا میں جتنی بھی دریافتیں، کھوج اور تحقیقی کام انجام پاتے ہیں ان میں تحقیقی اور تخلیقی صلاحیتوں کے حامل شخص ہی شامل ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر جیمس واٹ جس نے بھاپ کے انجن کی دریافت کی۔ اس کے پہلے بھی بے شمار لوگوں نے کھانا بنتے وقت برتن سے بھاپ کے نکلنے کو دیکھا ہوگا۔ چونکہ جیمس واٹ تخلیقی صلاحیت کا حامل فرد تھا اس لیے انہوں نے اس بھاپ کو دوسرے طریقے سے دیکھا، سمجھا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ بھاپ میں ایک طاقت ہوتی ہے اور اس طاقت سے انجن کو چلانے میں استعمال کیا

جا سکتا ہے۔ اسی طرح ایک عام آدمی کو اگر کہیں سفر کرنا ہے تو وہ ایک ہی راستہ تلاش کرتا ہے لیکن تخلیقی صلاحیت کا مالک اپنی منزل پر پہنچنے کے مختلف راستوں کو تلاش کرتا ہے۔ اگر ایک وسیلہ بند ہو گیا تو دوسرے وسیلے کی دریافت کرتا ہے اور دسرا بند ہو گیا تو تیسرا اور اسی طرح نہ جانے کتنے وسیلہ تلاش کرتا ہے اور یہاں تک کہ وہ اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس دنیا کی بیشتر تحقیقات اور دریافتیں تخلیقی صلاحیتوں کے افراد کی مرہون منت ہیں جنہوں نے اپنی اختراعی و تخلیقی صلاحیتوں سے دنیا کو پستی سے بلندی پر پہنچادیا اور انسانی زندگی کو آسان اور سہل بنادیا۔ اس نقطہ نظر سے اگر ہم دیکھیں تو یہ تخلیقی صلاحتیں انسانوں میں مختلف ہوتی ہیں۔ کسی میں یہ بہت زیادہ ہوتی ہے تو کسی میں بہت کم اور کسی میں اوسط درجے کی ہے تو کسی میں بالکل نا کے برابر۔ بہر کیف تخلیقی صلاحیتوں کے اعتبار سے بھی افراد میں فرق پایا جاتا ہے۔

عادات و اطوار میں فرق:-

اس دنیا میں جتنے بھی فرد ہیں ان کے طور طریقے الگ الگ ہیں۔ سب کے کام کرنے کا اندازہ الگ ہے، سب کی پسند الگ ہے۔ عادات و اطوار کسی بھی فرد کے مکمل برتاؤ کا نام ہے۔ جسے وہ اپنی زندگی کا طریقہ بناتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ ہمارا ہندوستانی سماج اس لحاظ سے کافی تنوع کا مالک ہے۔ اس میں بے پناہ لوگ رہتے و بستے ہیں ان کی مجموعی زندگی ایک دوسرے سے کافی منفرد ہے۔ ان کے کھان پان الگ ہیں۔ ان کی لباس الگ ہے ان کے تہوار الگ ہیں۔ ان کے سونے و جاگنے کا وقت الگ ہے۔ تہذیب و تمدن الگ ہیں۔ یہ تمام چیزیں مل جل کر کسی بھی فرد سماج، قوم و ملک کی پہچان بنتی ہیں۔ اسی سے ایک فرد جانا و پہچانا جاتا ہے۔ ہر ایک شخص عادات و اطوار کے لحاظ سے دوسرے فرد سے منفرد ہوتا ہے۔ اس کے کام کرنے کا طریقہ، اس کی لباس، اس کی پسند اور ناپسند دوسرے فرد سے مختلف ہوتا ہے۔ سماجی اعتبار سے ہر سماج کے طور طریقے، کھان پان، رسم و رواج دوسرے سماج سے مختلف ہوتے ہیں جو مجموعی طور پر اس سماج کے عادات و اطوار کے طور پر لیے جاتے ہیں۔ یہ عادات و اطوار اسی قدر تبدیل ہوتے ہیں کہ بعض اوقات دوسرے فرد، سماج اور قوم کے لیے ناپسندیدہ ہوتے ہیں۔ بہر حال عادات و اطوار جو کہ برتاؤ کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ایک فرد کا دوسرے فرد سے مختلف ہوتا ہے اور اس کی بنیاد پر افراد، خاندان اور سماج کی شناخت کی جاتی ہے۔

تہذیب و تمدن میں فرق:-

اگر ہم تہذیب و تمدن کی بات کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں جتنے بھی ممالک ہیں، جتنے بھی جغرافیائی خطے ہیں۔ جتنے بھی مذاہب ہیں، سب کی اپنی ایک تہذیب ہے سب کا اپنا ایک تمدن ہے جو ان کی اپنی پہچان ہے، شناخت ہے اور اسی مخصوص تہذیب و تمدن کی وجہ سے وہ جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ ہمارا ملک ہندوستان بھی اپنی منفرد تہذیب و تمدن کی وجہ سے پوری دنیا میں جانا جاتا ہے۔ جہاں پر مختلف مذاہب، مختلف رنگ و نسل، مختلف زبانوں کو بولنے والے افراد مل جل کر ایک ساتھ رہتے ہیں اور کثرت میں وحدت کا ایک جیتا جاگتا

ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بے شمار تہذیبیں موجود ہیں، بے شمار تہوار جو کہ مختلف مذاہب کے لوگ مل جل کر مناتے ہیں۔ اگر ذائقے کی بات کریں تو کہیں میٹھا کھانا پسند کرتے ہیں تو کہیں کھٹا، کہیں نمکین لوگ پسند فرماتے ہیں تو کہیں تیکھا۔ اگر یہی فرق ہم انفرادی طور پر دیکھیں گے تو ہر شخص کا اپنی تہذیب ہے اور اسی کے مطابق وہ زندگی گزر بسر کرتا ہے اور وہ مخصوص کلچر اس کی شناخت ہے۔

اکتسابی فرق:-

ایک ہی کمرۂ جماعت میں اکتسابی نقطۂ نظر سے بے شمار فرق موجود ہوتا ہے۔ ایک طالب علم سبق کو بہت جلدی یاد کر لیتا ہے تو دوسرا طالب علم اسی سبق کو یاد کرنے میں قدرے زیادہ وقت لیتا ہے تو تیسرا طالب علم اس سے بھی زیادہ وقت۔ عام زبان میں ہم اکتسابی فرق کو سیکھنے کی صلاحیت میں فرق کے طور پر سمجھتے ہیں۔ اس سے بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مختلف افراد، اشخاص اور طالب علموں میں سیکھنے کی صلاحیت میں فرق موجود ہوتا ہے اور یہ فرق زندگی میں کامیابی اور ناکامی کا ضامن ہوتا ہے۔ اس کا دارومدار افراد کے مطالعہ کی عادات و اطوار، ذہانت، گھریلو حالات، نفسیاتی کیفیات اور جذباتی کیفیات پر منحصر ہوتا ہے۔ اگر ایک طالب علم کی اکتسابی عادات واطوار بہتر ہے تو اس کے اکتساب پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے اور وہیں اگر کوئی طالب علم مناسب اطوار نہیں اپناتا تو اس کے اکتساب پر منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ سیکھنے کے عمل میں ذہانت ایک اہم رول ادا کرتا ہے۔ اگر بچہ ذہین ہے تو اس کے سیکھنے کی رفتار عام ذہن رکھنے والے بچوں سے زیادہ ہوگی اور نصاب کو بہتر طور پر اور زیادہ رفتار کے ساتھ یاد کرے گا۔ اسی طرح ایک کند ذہن بچہ زیادہ محنت کرنے کے باوجود بھی اتنی تیز رفتاری سے نہیں اکتساب کر سکتا جتنا کہ ایک ذہین بچہ کرے گا۔ ایک طالب علم کے گھریلو حالات بھی اس کے سیکھنے اور اکتساب کرنے کے عمل میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ گھریلو حالات مثبت اور پرسکون ہیں تو بچہ بہتر طور پر اپنی تعلیمی اور اکتسابی سرگرمیوں کو انجام دے سکتا ہے اور یہی حالات منفی رہے مثلاً والدین میں کشیدگی، گھریلو ماحول میں شور وغل، معاشی تنگی وغیرہ۔ ان تمام حالات میں ایک طالب علم اپنی پڑھائی پر توجہ مرکوز نہیں کر سکتا۔ نتیجتاً اکتساب و سیکھنے کے عمل میں دوسروں کے مقابلے پچھڑ جاتا ہے۔ ان تمام گفتگو سے یہ پتہ چلتا ہے کہ گھریلو حالات اکتسابی صلاحیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اگر یہ مثبت ہیں تو اس کے بہتر نتائج اخذ ہوتے ہیں اور منفی ہیں تو اکتساب پر برے اثرات مرتب ہوں گے۔

خیالات، احساسات اور محسوسات میں فرق:-

انفرادی فرق کے میدان میں یہ بہت ہی اہم تصور ہے کہ ہر فرد ایک منفرد خیالات، احساسات اور محسوسات کا مالک ہوتا ہے۔ سب کے اپنے نرالے انداز ہوتے ہیں۔ ایک ہی چیز کو مختلف لوگ مختلف طریقوں سے محسوس کرتے ہیں اور ایک ہی چیز کے بارے میں مختلف رائے رکھتے ہیں اور ایک ہی غمی یا خوشی کو الگ الگ طور پر لیتے ہیں۔ کچھ لوگ بڑے سے بڑے غم کو ہنس کر اڑا دیتے ہیں تو کچھ افراد چھوٹی سی چھوٹی باتوں کو رائی کا پہاڑ بنا دیتے ہیں۔ اگر ایک کمرہ جماعت میں دیے گئے ایک عنوان پر مختلف طلبہ سے رائے معلوم کرنے کی کوشش

کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مختلف طلبہ ایک ہی عنوان کے بارے میں مختلف رائے رکھتے ہیں اور یہ فرق ان کے اپنے خیالات، احساسات محسوسات کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ اس لیے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ہر ایک طالب علم، ہر ایک انسان اپنی منفرد سوچ اور خیالات کا مالک ہوتا ہے اور وہ اسی کے مطابق چیزوں کو اور حالات کو دیکھتا ہے۔ کچھ لوگ بہت حساس (Sensitive) ہوتے ہیں۔ وہ کسی بھی چیز یا معمولی چیز کو بھی بہت سنجیدگی سے لیتے ہیں۔ وہیں دوسرا فرد بڑی سے بڑی چیزوں کو ہنس کر اڑا دیتا ہے۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ فرد خیالات، احساسات اور محسوسات کے حوالے سے منفرد اور ممتاز ہوتا ہے۔ یعنی کہ دو افراد میں فرق پایا جاتا ہے۔

تحصیل/حصولیابی میں فرق:-

ایک ہی کمرۂ جماعت، ایک ہی استاد، ایک ہی نصاب اور سبھی طالب علموں کو 24 گھنٹے۔ لیکن سال کے اختتام پر جو نتیجہ نکلتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ سبھی طالب علموں کے نمبرات مختلف ہیں۔ کوئی اپنی کمرۂ جماعت میں اول مقام حاصل کرتا ہے تو کوئی فیل ہوتا ہے۔ وہیں کچھ طلبہ فیصد کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، کسی کا تعلیمی تحصیل/حصولیابی (Academic Achivement) اعلیٰ ہوتا ہے تو کسی کا اوسط اور کسی کا ادنیٰ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ طلبہ کے اندر انفرادی فرق موجود ہے جس کی وجہ سے باوجود اس کے کہ ساری چیزیں ایک ہیں پھر بھی ان کے نمبرات یا تعلیمی تحصیل میں فرق ہے اور یہ تعلیمی تحصیل مختلف عوامل پر منحصر ہوتی ہے۔ جس میں ذہانت، مطالعاتی عادات واطوار، گھریلو اور سماجی حالات وغیرہ پیش پیش ہیں۔ اکثر و بیشتر تجربات میں یہ باتیں بھی آئیں ہیں کہ ایک طالب علم جس کی ذہانت اعلیٰ ہے لیکن تعلیمی تحصیل بہت کم ہوتی ہے اور برخلاف اس کے کہ ایک عام سطح کی ذہانت رکھنے والا طالب علم کمرۂ جماعت میں اول مقام حاصل کرتا ہے۔ تحقیق سے یہ بات منظر عام پر آتی ہے کہ اعلیٰ تعلیمی تحصیل کے لیے محنت، لگن، یکسوئی، مستقل مزاجی اور مثبت سوچ و فکر کارفرما ہوتے ہیں۔ اس لیے اوپر دیے گئے مثال سے واضح ہو جاتا ہے کہ جو طالب علم اعلیٰ ذہنی صلاحیت کا مالک ہوتے ہوئے بھی کم محنت، کم لگن، غیر سنجیدگی اور منفی سوچ کی وجہ سے کمرۂ جماعت میں جو مقام حاصل کرنا تھا اس سے قاصر ہو گیا۔ بہر کیف اگر ہم تعلیمی تحصیل کے اعتبار سے طلبہ کو دیکھیں تو ان میں انفرادی فرق ملے گا۔

رویوں میں فرق:-

رویہ کے اعتبار سے بھی افراد میں فرق پایا جاتا ہے۔ کچھ لوگوں کا رویہ مثبت ہوتا ہے تو کچھ افراد کا رویہ منفی۔ اگر ہم رویہ کی تعریف کریں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ رویہ انسان کی اس جسامت کا نام ہے جو وہ کسی اشیاء، فرد، عمل یا فکر وغیرہ کے تئیں برتتا / رکھتا ہے۔ جو اس کی مثبت یا منفی ردعمل کے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ رویہ بنیادی طور پر ایک شخص کا دوسرے شخص کے ساتھ برتاؤ کا نام ہے جس کو وہ ردعمل کے طور پر ظاہر کرتا ہے اور یہ مثبت بھی ہو سکتا ہے اور منفی بھی۔ مثال کے طور پر اصغر ایک طالب علم ہے اور اس کے کمرۂ جماعت کے دو طالب علم ہیں نثار اور اکمل۔ رویوں کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ عین ممکن ہے کہ اصغر کا رویہ نثار کے لیے مثبت ہو اور دوسری طرف اکمل کے لیے منفی۔

رویہ انسان کی اپنی پسندیدگی اور ناپسندیدگی پر منحصر ہوتی ہے۔ رویہ پیدائشی نہیں ہوتا بلکہ فروغ پاتا ہے۔ ایک بچہ جس گھرانے میں پیدا ہوتا ہے، جس ماحول میں پلتا بڑھتا ہے جو لوگ اس کے اردگرد ہوتے ہیں ان تمام عناصر سے ایک بچے کا رویہ فروغ پاتا ہے۔ اگر اوپر بتائے گئے تمام حالات مثبت ہوتے ہیں تو رویہ بھی مثبت فروغ پائے گا اور اگر یہی حالات منفی ہوتے ہیں تو منفی رویوں کو فروغ ملے گا۔ الحاصل یہ ہے کہ انفرادی طور پر افراد کے رویوں میں فرق ہوتا ہے۔ کچھ لوگ مثبت رویوں کے مالک ہوتے ہیں تو کچھ لوگ منفی رویہ رکھتے ہیں۔

خاص اہلیتوں میں فرق:-

ماہرین نفسیات نے انسانی صلاحیتوں کو مختلف طور پر درجہ بندی کی ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ ان صلاحیتوں کو ہم دو زمروں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک تو عام صلاحیت اور دوسرا خاص صلاحیت۔ عام صلاحیت تو تقریباً ہر افراد میں پائی جاتی ہے مگر خاص صلاحیتیں مختلف انسانوں میں مختلف ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر تعلیم کے میدان میں، کھیل کود کے میدان میں، ادب کے میدان میں، موسیقی کے میدان میں، مصوری کے میدان میں اسی طرح زندگی کے بے شمار خصوصی میدانوں میں۔ جس شخص کے اندر جو خصوصی صلاحیت موجود ہوتی ہے وہ اس کی بنا پر دنیا میں اعلیٰ و افضل مقام حاصل کرتا ہے۔ مثال کے طور پر سیاست کے میدان میں گاندھی جی، سائنس کے میدان میں اے پی جے عبدالکلام، کرکٹ کے میدان میں سچن تندولکر، مصوری کے میدان میں ایم ایف حسین قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے اپنی خاص صلاحیتوں اور اہلیتوں کی بنیاد پر اپنا نام سارے عالم میں روز روشن کی طرح عیاں کیا اور پوری دنیا ان کے مخصوص اہلیت و صلاحیت کی وجہ سے جانتی و مانتی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف انسانوں میں یہ خاص صلاحیتیں موجود ہوتی ہے جو کہ انفرادی فرق کا تعین کرتی ہیں۔

شخصیت میں فرق:-

شخصیت انسان کے ظاہری و باطنی خصوصیات کے مجموعہ کا نام ہے جس میں اس کی جسمانی، ذہنی، جذباتی، سماجی، اخلاقی و روحانی خصوصیات شامل ہیں۔ ہر ایک شخص ان ہی خصوصیات کی بنیاد پر جانا و پہچانا جاتا ہے۔ اگر ہم ظاہری طور پر دیکھیں تو انسان کی جسامت وقد و قامت، چہرے کی بناوٹ، لمبائی و چوڑائی، آنکھ کا رنگ وغیرہ شامل ہیں تو دوسری جانب اس کی ذہانت، دلچسپیاں، رجحانات، رویہ، احساسات، جذبات ومحسوسات وغیرہ۔ اس طرح سے دیکھا جائے تو ہر فرد دوسرے فرد سے الگ تھلگ ہے کیونکہ جسمانی لحاظ سے بے پناہ فرق پایا جاتا ہے۔ ایک شخص جسمانی طاقت کے اعتبار سے بہت اعلیٰ و افضل ہے تو دوسری طرف ایک شخص کافی کمزور ہے۔ خوبصورتی کے لحاظ سے ایک شخص بہت خوبصورت ہے تو دوسرا کم خوبصورت اور تیسرا بدصورت۔ اسی طرح لمبائی اور چوڑائی کے لحاظ سے بھی انسانوں میں فرق پایا جاتا ہے۔ دوسری جانب اگر ہم باطنی یا اندرونی خصوصیات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت ذہین ہے تو کوئی اوسط ذہین تو کوئی کم ذہین۔ اسی طرح دلچسپیوں، رویوں اور رجحانات میں بھی فرق دیکھنے کو ملتا ہے۔ بطور مجموعی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شخصیت کے اعتبار سے دو افراد میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے اور ان ہی فرق کی بنیاد پر انسان کا تشخص ہوتا ہے اور سماج میں اس کی شناخت اور پہچان بنتی ہے۔

اس کی نیک نامی اور بدنامی شخصیت کی مرہونِ منت ہوتی ہے۔

3.5 درونِ شخصی انفرادی اور بین شخصی انفرادی فرق کا تصور

(Concept of Intra and Inter Individula Differences)

اس سے قبل ہم نے مختلف خصوصیات اور صفات کی بنیاد پر انفرادی فرق کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔اب ہم انفرادی فرق کے اس تصور کو سمجھنے کی کوشش کریں گے جس میں صرف دو افراد کے درمیان پائے جانے والے فرق کو ہی نہیں بلکہ ایک ہی فرد میں بھی پائی جانے والے مختلف فرق کو بھی جاننے کی کوشش کریں گے۔ یہ انفرادی فرق تصور کو سمجھنے کا دوسرا طریقہ ہے جس کو ہم درونِ شخصی یعنی کہ (Intra Individual)فرق اور بین شخصی یعنی کہ (Inter Individual)فرق کہتے ہیں۔

درونِ شخصی انفرادی فرق (Intra Individula Differences):-

اب تک ہم نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ دو افراد کے مابین جسمانی، ذہنی، جذباتی وغیرہ مختلف قسم کا فرق موجود ہوتا ہے اور اس دنیا میں کوئی بھی دو افراد ایک جیسے نہیں ہوتے بلکہ ان کی صلاحیتیں، دلچسپیاں، رجحانات، پسندیدگی و ناپسندیدگی وغیرہ مختلف ہوتے ہیں۔

اب آیئے ہم آپ سے ایک سوال پوچھتے ہیں۔کیا ایک انسان کی مختلف شعبۂ جات میں صلاحیتیں، دلچسپیاں اور پسندیدگی اور ناپسندیدگی یکساں ہوتی ہیں؟ اگر آپ غور کریں گے جواب نفی میں آئے گا۔کیونکہ مان لیجئے راجو ایک طالب علم ہے جو جماعت آٹھویں میں زیرِ تعلیم ہے۔سال کے آخر میں جب اسکول کا نتیجہ نکلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ راجو نے ریاضی مضمون میں 95 فیصد نشانات حاصل کیا، سائنس مضمون میں 70 فیصد، سماجی علوم میں 40 فیصد، اردو میں 50 فیصد اور انگریزی مضمون میں صرف 20 فیصدی یعنی کہ فیل ہے۔اس طرح یہ پتہ چلتا ہے کہ راجو ایک ہی طالب علم ہے لیکن مختلف مضامین میں اس کی دلچسپیاں الگ الگ ہیں۔جس کی وجہ سے اس کے مارکس بھی الگ الگ ہیں۔ٹھیک اسی طرح راجو کو کھیل میں فٹ بال سب سے پسندیدہ کھیل ہے تو کبڈی اسے بالکل بھی پسند نہیں۔اگر کھانے پینے سے متعلق راجو سے پوچھا گیا کہ تم کو کون سی ڈش سب سے پسند ہے تو معلوم ہوا کہ آلو کی سبزی۔

ان تمام مثالوں سے ہم بہ آسانی یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ کسی ایک ہی شخص کے اندر پائی جانے والی صلاحیتوں، دلچسپیوں اور رجحانات میں جب فرق پایا جاتا ہے تو ہم اسے درونِ شخصی انفرادی فرق کہتے ہیں یعنی کہ ایک ہی شخص میں مختلف اقسام کے فرق موجود ہوتے ہیں اور وہ ہر میدان میں یکساں طور پر قابل و لائق نہیں ہوتا ہے۔اسی لیے والدین، سرپرستوں اور اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ ایک مخصوص طالب علم کی خصوصی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے اسی میدان میں آگے بڑھنے کی ترغیب دیں تاکہ وہ اپنی فطرت اور دلچسپی کے مطابق مستقبل کا راستہ تعین کرے۔مگر ہمارے سماج میں ایسا بہت کم ہوتا ہے۔اگر ایک بچہ ہمیشہ ادب کے مطالعہ میں دلچسپی لیتا ہے تو اسے

دوسرے مضامین کو پڑھنے پر زور دیا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ سبھی کے سامنے دیر یا سویر آتا ہے۔ اس لئے بحیثیت والدین اور اساتذہ ہماری ذمہ داری ہے کہ طلبہ کی خصوصی دلچسپی کو جانے اور اسی میدان میں اس کی رہنمائی کریں۔

بین شخصی انفرادی فرق (Inter Individual Differences):-

ہم ابتداء سے ہی یہ گفتگو کرتے آئے ہیں کہ اس دنیا میں کوئی بھی دو افراد ایک جیسے نہیں ہوتے ان کی صلاحیتوں میں خواہ وہ جسمانی ہوں یا ذہنی، جذباتی ہوں یا سماجی ان میں فرق موجود ہوتا ہے۔ مختلف صلاحیتوں، دلچسپیوں، رجحانات، پسندیدگی و ناپسندیدگی کے اعتبار سے دو افراد کے درمیان پائے جانے والے فرق کو ہی ہم بین شخصی انفرادی فرق کہتے ہیں۔ اس کی بہت واضح مثال یوں ہے کہ ایک ہی جماعت میں پڑھنے والے دو طالب علموں کا آپ جائزہ لیجئے تو پتہ چلے گا کہ ایک طالب علم سائنسی مضامین سے رغبت رکھتا ہے تو دوسرا ادبی مضامین سے۔ ایک طالب علم ریاضی میں زیادہ نمبرات حاصل کرتا ہے تو دوسرا زبان اردو میں۔ اسی طرح کھیل کے میدان میں دلچسپیوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک طالب علم کو ہاکی پسند ہے تو دوسرے کو فٹ بال۔ یہی اگر ہم زبان کے ٹیسٹ کی بات کریں تو ایک کو کچھ پسند ہے تو دوسرے کو کچھ۔ ٹھیک اسی طرح ہم اگر دو طالب علموں کے کے ذہانت کی جانچ کریں تو ان میں بھی فرق ملے گا۔ گرچیکہ دو افراد کے درمیان شخصیات کے مختلف پہلوؤں کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان میں فرق موجود رہتا ہے اور ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ شخصیت کے بے پناہ پہلو ہوتے ہیں جو ظاہری خصوصیات اور باطنی خصوصیات کی شکل میں ہر فرد میں موجود ہوتا ہے۔ اگر ہم کسی ایک پہلو کو لے کر دو افراد کے درمیان موازنہ کریں تو ان میں فرق لازمی طور پر موجود ہوگا۔ کسی دو افراد کے درمیان پائے جانے والے فرق جو جسمانی پہلو، ذہنی پہلو، جذباتی اور سماجی وغیرہ ہوتی ہے اسے ہم بین شخصی انفرادی فرق کہتے ہیں۔

3.6 انفرادی فرق کے عوامل

(Factors Responsible for Individual Differences)

یہ بہت اہم سوال ہے کہ ہم سب انسان ہیں، ہمارے پاس ایک دماغ ہے، دو ہاتھ پاؤں ہیں، ایک آنکھ ہے، دو کان ہیں۔ اسی طرح ایک دل ہے مگر پھر بھی اس یکسانیت کے باوجود ہم کارکردگی میں، قابلیت میں، دلچسپیوں میں، رجحانات میں، سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں میں، پسندیدگی و ناپسندیدگی وغیرہ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ممتاز و ممیّز کیوں ہیں۔ اس سوال کا بہت آسان اور مختصر جواب ہے جو صرف دو الفاظ پر مرکوز ہے۔ یعنی کہ توارث (Heredity) اور ماحول (Environment)۔

جی ہاں ہم تمام انسانوں میں جتنی بھی قسم کی فرق موجود ہے وہ صرف اور صرف دو وجوہات پر منحصر ہیں۔ ایک تو ہمارے توارث پر اور دوسرا اہم جس ماحول میں پروان چڑھتے ہیں۔ تو آیئے اب ہم ان دو وجوہات یا عوامل کو تفصیل سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

توارث (Heredity):-

بہت آسان زبان میں توارثی اثرات ہم ان اثرات کو کہتے ہیں جو پیدائشی طور پر ہم لے کر پیدا ہوئے ہیں اور یہ اثرات ہم اپنے والدین، خاندان، آباؤ اجداد، نسل درنسل چلنے والی خصوصیات سے پیدائشی طور پر حاصل کرتے ہیں۔ ان میں ہماری جسامت، شکل و صورت، چہرے کی بناوٹ، بال کے رنگ، آنکھ کا رنگ و ذہانت وغیرہ شامل ہیں۔ آپ غور کیجئے، دنیا کے مختلف خطوں وعلاقوں میں پیدا ہونے والے بچوں کی جسامت، شکل وصورت، چہرے کی بناوٹ، چمڑے کا رنگ، آنکھ و بال کے رنگ و ذہانت میں فرق پایا جاتا ہے کہ نہیں۔ دنیا میں بے شمار ممالک ہیں۔ آیئے عرب کے بچے کا موازنہ ہم افریقہ کے بچے سے کرتے ہیں تو بالکل واضح ہو جائے گا کہ کتنا فرق ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہم اپنے ملک ہندوستان کو لیتے ہیں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جنوب کے لوگ شمال کے لوگوں سے کتنے منفرد ہوتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح مشرق کے لوگ مغرب سے مختلف ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک کشمیری بچے کو لیجئے اور ایک کنیا کماری کے بچے کو لیجئے اور موازنہ کیجئے تو معلوم ہو جائے گا کہ رنگت سے لے کر چہرے کی بناوٹ تک، جسامت سے لے کر آنکھ اور بال کے رنگ تک ان دونوں بچوں میں فرق موجود ہے۔ اس تفاوت یا فرق کی کیا وجوہات ہیں۔ جی ہاں توارث۔ ہمیں یہ بھی بات ذہن نشیں کر لینی چاہئے کہ توارثی اثرات وہ اثرات ہوتی ہیں جو پیدائشی طور پر ہمیں اپنے خاندان اور نسل سے ملتی ہیں جن کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے طور پر اگر ہم چاہیں تو کسی کی جسامت میں، اس کے چہرے کی بناوٹ میں، اس کے آنکھوں کی رنگت میں، اس کی ذہانت میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتے۔ ہم کالے کو گورا نہیں کر سکتے۔ ہم کند ذہن کو ذہین نہیں کر سکتے۔ ہم لمبے کو بونا نہیں کر سکتے، وغیرہ۔

توارثی اثرات کو ہم دوسری طرح سے بھی سمجھ سکتے ہیں۔ ایک بچہ 46 (چھیالیس) کروموزومس (Chromosomes) کا مجموعہ ہوتا ہے جس میں 23 والد کی ہوتی ہے اور 23 والدہ کی۔ اگر ہم کروموزومس کا نام خصوصیات دیں تو ایک بچہ کے اندر 46 خصوصیات موجود ہوتی ہیں جن میں 23 خصوصیات والد کی اور 23 خصوصیات والدہ کی ہوں گی اور ہم انہیں خصوصیات کی بنیاد پر لوگوں میں تفریق کرتے ہیں جو ظاہری و باطنی دونوں طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک بچے کی مکمل شخصیت خواہ وہ ظاہری ہو کہ باطنی توارثی عوامل کے زیر اثر پروان چڑھتی ہے۔

ماحول (Environment):-

انفرادی فرق کو تعین کرنے میں ماحول کا بھی بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ بچہ جس ماحول میں پروان چڑھے گا اس ماحول کے اثرات کو اپنی شخصیت کا حصہ بنائے گا۔ ہم بخوبی واقف ہیں کہ پیدائش کے ماحول کی شروعات گھر سے ہوتی ہے۔ اور گھر میں سب سے پہلا سابقہ والدین سے پڑتا ہے پھر اس کے بعد دوسرے افراد خاندان مثلاً بھائی، بہن، چچا، چچی، پھوپھا، پھوپھی وغیرہ۔ جوں جوں بچہ بڑھتا ہے اس کے ماحول کا دائرہ بھی وسیع ہوتا جاتا ہے۔ جب بچہ گھر سے باہر نکلنا شروع کرتا ہے تو پڑوس کے دوسرے بچوں کے رابطے میں آتا ہے پھر دھیرے دھیرے سماج کے دوسرے افراد سے رابطے میں آتا ہے۔ جب بچے کی عمر تین، چار یا پانچ سال کی ہوتی ہے تو اسکول جانا شروع

کر دیتا ہے اور اسکول میں اس کا سابقہ مختلف ہم عمر جماعت کے ساتھیوں سے پڑتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف اساتذہ، نصاب اور اسکول کے بطور مجموعی ماحول سے پڑتا ہے۔ بڑھتے ہوئے عمر کے ساتھ ساتھ انسان کے ماحول کا دائرہ وسیع سے وسیع ترین ہوتا جاتا ہے۔ اگر ہم باریک بینی سے مشاہدہ کریں تو شخصیت کا ہر پہلو ماحولیاتی اثرات کے زیر اثر پروان چڑھتا ہے خواہ وہ جسمانی فرق ہو۔ مثال کے طور پر کھان پان کا اثر، بچوں کی جسمانی نشوونما پر پڑتا ہے۔ اگر بچہ کو تمام لازمی لوازمات ملیں گے تو اس کی جسمانی نشوونما بھی بہتر ہوگی۔ اس کے برخلاف اگر ضرورت کے مطابق کھان پان نہیں ملا تو جسمانی نشوونما متاثر ہوگی اور بچہ کمزور ولاغر ہو جائے گا جس سے اس کی جسمانی کارکردگی پر منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ اسی طرح شخصیت کے دوسرے پہلو مثلاً سوچ وفکر، رویہ، عادات واطوار، برتاؤ، دلچسپیاں، قابلیت، صلاحیت، پسندیدگی وناپسندیدگی وغیرہ کا تعین ماحول ہی کرتا ہے۔ اگر اوپر بیان کئے گئے اثرات مثبت ہوں گے تو بچے میں مثبت اثر ڈالیں گے اور اس کی شخصیت صحیح نہج پر پروان چڑھے گی۔ اگر یہ تمام عوامل منفی ہوں گے تو منفی اثرات مرتب ہوں گے۔

اس طرح ہم بہ آسانی کہہ سکتے ہیں کہ انفرادی فرق کو تعین کرنے میں ماحول ایک اہم رول ادا کرتا ہے اور ماحول کی شروعات بچہ کے گھر سے ہوتی ہے۔ ایک بچہ اپنے والدین کے برتاؤ کو، رویوں کو اپنی شخصیت کا حصہ بناتا ہے اور اس کے اثرات زندگی بھر اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ والدین اور گھر کے دوسرے افرادِ خاندان کے بعد پڑوس، ہم جماعت کے ساتھی، اساتذہ، مذہب، سماج، سیاست و میڈیا وغیرہ انفرادی فرق کو تعین کرتے ہیں۔

3.7 انفرادی فرق اور تعلیمی پروگرام کی تنظیم

(Implication of Individual Differences for Organizing Education Programmes)

درس وتدریس کے شعبہ میں انفرادی فرق کی بڑی اہمیت ہے۔ چونکہ ہمیں یہ معلوم ہو چلا ہے کہ بچوں میں انفرادی فرق موجود ہوتا ہے جو کہ ذہنی صلاحیت، جسمانی صلاحیت، دلچسپیوں، رجحانات، رویوں وجذبات کے طور پر موجود ہوتا ہے۔ ہر ایک بچہ اپنے آپ میں انوکھا ومنفرد ہوتا ہے۔ اس لیے تعلیمی پروگرام کو منظّم کرنے میں، اس کی تربیت دینے میں نصاب کا انتخاب کرنے میں، طریقہ تدریس کو اپنانے میں طلبہ کے اندر موجود انفرادی فرق کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔ والدین اسکول اور اساتذہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ بچوں کے اندر موجود تفاوت یا فرق کو ذہن میں رکھیں اور اسی اعتبار سے تعلیمی میدان میں اس کی رہنمائی فرمائیں۔ اگر ہم تعلیمی پروگرام مرتب کرنے میں طلبہ میں پائی جانے والے فرق کو ملحوظ خاطر رکھیں گے تو اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوں گے۔ تو آیئے ہم ان امور پر روشنی ڈالیں جو انفرادی فرق کے نقطۂ نظر سے کافی اہمیت کی حامل ہیں اور ہم والدین، اساتذہ اور تعلیمی میدان سے وابستہ تمام افراد و تنظیم سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ تعلیمی پرگرام، مرتب کرتے وقت کن کن باتوں کا خیال ولحاظ رکھنا چاہئے جس سے بچہ مستفید ہو اور وہ اپنی منفرد خصوصیات کے ساتھ تعلیم حاصل کرے جس سے اس کی ذاتی، گھریلو، سماجی، ملکی وقومی فلاح و بہبود ہو اور وہ ایک کامیاب انسان بن کر اپنے خاندان،

سماج، ملک وقوم کا نام روشن کرے اور ہم اساتذہ اور اسکول کا سر فخر سے اونچا ہو۔ ہم حقیقی معنوں میں قوم کے معمار ہونے کا حق ادا کریں۔

تعلیم کے مقاصد کو تعین کرنے میں:-

انفرادی فرد کی معلومات ہمارے لیے بے حد ضروری ہے۔ اس کی مدد سے ہم ایک مخصوص طالب علم، ایک مخصوص جماعت، ایک مخصوص سماج کے تعلیمی مقاصد کو طے کر سکتے ہیں اور اسی کے مطابق طلبہ کی رہبری بھی کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک جماعت میں ذہنی صلاحیت کے اعتبار سے اعلیٰ ذہین، اوسط ذہین اور اوسط سے کم ذہین موجود ہوتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جب جماعت میں تبدیلی آتی ہے یعنی کہ تیسری جماعت، چوتھی جماعت، پانچویں جماعت وغیرہ۔ ان تمام جماعت کے تعلیمی مقاصد مختلف ہوں گے۔ یہی معاملہ سماج میں موجود فرق پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ مشرقی سماج مغربی سماج سے مختلف ہوتی ہے۔ اسی طرح ترقی یافتہ سماج اور ترقی پذیر سماج اور پسماندہ سماج میں بھی فرق موجود ہوتا ہے۔ یہ تمام تفریق اس بات کے متقاضی ہیں کہ تعلیم کے مقاصد کو ان کی خصوصیات وضروریات کے عین مطابق طے کیا جانا چاہیے۔

بہرکیف یہ تمام تفریق ہمیں تعلیم کے مقاصد کو تعین کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں اور ہم حسب ضرورت تعلیم کے مقاصد میں تبدیلی کرتے ہیں تا کہ خاطر خواہ نتائج برآمد کیے جاسکیں۔

نصاب کو تیار کرنے میں:-

جب ہم تعلیم کے مقاصد کا تعین کر لیتے ہیں جو انفرادی فرق پر منحصر ہوتا ہے تو ہمارے لیے یہ بہت آسان ہو جاتا ہے کہ ہم نصاب کو تیار کر سکیں اور مناسب وموزوں عنوانات ومضامین کو شامل کر سکیں۔ چونکہ ہر جماعت کا طالب علم ذہنی صلاحیتوں، دلچسپیوں اور رجحانات وغیرہ کے اعتبار سے ایک دوسرے سے منفرد ہوتا ہے۔ اسی لیے نصاب کی تدوین کرتے وقت ہمیں ان تمام تفریق کو ذہن میں رکھنا چاہیے اور طلبہ کی انفرادیت کے عین مطابق نصاب کی کثافت، طوالت، گہرائی وگیرائی کا تعین کرنی چاہیے۔ اکثر وبیشتر ایک جماعت میں تقریباً 70 فیصد بچے اوسط ذہین کے ہوتے ہیں، کچھ فیصد زیادہ ذہین بچوں کی ہوتی ہے اسی طرح کچھ فیصد بچوں کی اوسط سے کم ذہین ہوتی ہے۔ نصاب کو تشکیل دیتے وقت ہمیں ان تفریق کو ذہن میں رکھنا چاہیے اور نصاب ایسا تیار کرنا چاہیے جس کا 70 فیصد اوسط ذہین بچوں کے لحاظ سے بقیہ زیادہ اور کم ذہین بچوں کے لحاظ سے ہونی چاہیے۔

طلبہ کی درجہ بندی:-

انفرادی فرق کی معلومات ایک معلم کو کمرۂ جماعت میں موجود مختلف طلبہ کی مختلف بنیادوں پر درجہ بندی کرنے میں مددگار ومعاون ثابت ہوتی ہے۔ جس سے وہ اپنی تدریسی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دے سکتا ہے۔ یہ درجہ بندی ذہانت کی بنیاد پر کی جاسکتی ہے،

دلچسپیوں کی بنیاد پر کی جاسکتی ہے، معلومات کی سطح کے لحاظ سے کی جاسکتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ فہم وادراک کی صلاحیتوں کی بنیاد پر بھی کی جاسکتی ہیں۔ جب ایک ہی ذہانت کے بچے ایک گروپ میں تعلیم حاصل کریں گے تو استاد کو اپنی مشکلات کی سطح طے کرنے میں، مواد کی طوالت کا تخمینہ کرنے میں آسانی ہوتی ہے جس سے کہ وہ تدریسی فرائض انجام دے سکے۔انفرادی فرق کی معلومات کی مدد سے ایک معلم کامیابی کے ساتھ پڑھا سکتا ہے اور طلبہ کو اکتساب کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

مناسب طریقۂ تدریس کے انتخاب میں:-

ہمیں یہ معلوم ہے کہ مختلف عمر کے بچوں کی ذہنی صلاحیت، دلچسپیاں، کارکردگی، رجحانات، پسندیدگی وناپسندیدگی مختلف ہوتی ہیں۔ ابتدائی جماعت سے لے کر اعلیٰ جماعت کے طلبہ کو ہم ایک طریقے سے تدریس نہیں دے سکتے۔ بلکہ اوپر بیان کئے گئے تمام امور کو ذہن میں رکھنا پڑے گا۔مثال کے طور پر اگر ہم ابتدائی جماعت کے بچوں کو بیانیہ یا لیکچر طریقہ کار کی مدد سے پڑھانے لگے تو یہ طریقہ ان کے معیار کے عین مطابق نہیں ہوگا اور درس وتدریس کامیاب نہیں ہوسکتی۔ٹھیک اسی طرح اگر ہم اعلیٰ جماعت کے طلبہ کو کہانی اور کھیل کھیل کے طریقے سے تدریس دیں گے تو یہ بھی مناسب نہیں۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جماعت اور عمر کے لحاظ سے طریقہ تدریس کا انتخاب کرنا چاہئے اور طریقہ تدریس میں طلبہ کی مخصوص عمر کے دلچسپیوں کا بھی لحاظ و پاس رکھنا چاہئے۔انفرادی فرق کی معلومات ایک معلم کو وقت اور حالات کے مطابق موثر ومناسب طریقہ تدریس کے انتخاب میں معاون ومددگار رہوتی ہے۔

تدریسی وسائل کے انتخاب میں:-

مختلف مضامین کی تدریس کو موثر اور دلچسپ بنانے کے لیے ایک لائق وفائق معلم مختلف تدریسی وسائل کا استعمال کرتا ہے جس میں ماڈل، چارٹ، سلائڈس، ریڈیو، ٹیلی ویژن وانٹرنیٹ خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ تدریسی وسائل کا استعمال ہمیشہ طلبہ کی ذہنی سطح و دلچسپیوں کے عین مطابق ہونے چاہئے۔اس کے ساتھ ساتھ مضامین اور عنوانات کے لحاظ سے بھی وسائل وہی انتخاب کرنے چاہئیں جو کہ مناسب وموزوں ہوں۔انفرادی فرق کی معلومات معلم کو رہبری کرتی ہیں کہ کون سا تدریسی وسیلہ کس وقت، کہاں اور کیسے استعمال کرنا ہے جس سے اس کو تدریسی فعال انجام دینے میں آسانی ہو۔اس کے ساتھ ہی ساتھ اس خاص عنوان یا موضوع کے تصورات کو سمجھانے میں مدد ملے۔جیسا کہ ہم لوگوں کو معلوم ہے کہ کان سے سنی بات طالب علم بہت جلدی بھول جاتے ہیں لیکن آنکھ سے دیکھی چیزیں ہمیں دیر تک یاد رہتی ہیں۔اس لیے اگر یہ تدریسی وسائل موزوں ومناسب ہیں تو مواد مضمون کو لائق فہم بنانے کے دلچسپی کا سامان بھی مہیا کرتی ہیں اور یہ معلم کو تدریس میں وطلبہ کو اکتساب میں یکساں طور پر مفید ثابت ہوتی ہیں۔

طلبہ کو انفرادی طور پر خصوصی توجہ دینے میں:-

اس سطح پر ہم بخوبی واقف ہو چکے ہیں کہ انفرادیت کے اعتبار سے ہر طالب علم انوکھا ہوتا ہے۔ لیکن کچھ طلبہ والدین، اساتذہ اور تعلیمی میدان میں سرگرم اراکین کے لیے خصوصی توجہ کے حامل ہوتے ہیں۔ اگر ایک کمرۂ جماعت میں غیر معمولی ذہین (اعلیٰ ذہین) بچہ ہے تو یقیناً اساتذہ کے خصوصی توجہ کا حامل ہے۔ ٹھیک اسی طرح ایک کند ذہن بچہ ہے تو وہ بھی خصوصیت توجہ چاہتا ہے۔ اس لیے استاد کو یہ چاہیے کہ ایسے بچے جو عام بچوں سے جسمانی لحاظ سے، ذہنی لحاظ سے، جذباتی لحاظ سے اس قدر منفرد ہوں جن کو خصوصی توجہ درکار ہوتی ہے ان طالب علموں کو ان کی خوبیوں، ان کی خامیوں، ان کی مخصوص خصوصیات، ان کی مخصوص صلاحیتوں کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے تدریسی فعل انجام دیں۔ انفرادی فرق کی معلومات ایک معلم کو یہ مدد فراہم کرتی ہے کہ وہ مخصوص ضرورت کے حامل بچوں کی نشاندہی کرے اور اسی کے مطابق نصاب، طریقہ تدریس کو اپنائے جس سے ان بچوں کو خاطر خواہ فائدہ پہنچے اور اساتذہ کے پڑھائے گئے مضامین اور طریقوں کو بہ آسانی سمجھ سکیں۔

طلبہ کی استطاعت کے مطابق گھر کا کام تفویض کرنے میں:-

مختلف جماعت، مختلف عمر کے بچوں میں جسمانی و ذہنی استطاعت بھی مختلف ہوتی ہے۔ اس لیے معلم کو یہ چاہیئے کہ طلبہ کی عمر، دلچسپی اور قابلیت و ضروت کے اعتبار سے گھر کا کام تفویض کرے۔ اگر ایک طالب علم اعلیٰ ذہین ہے تو اس کو زیادہ اور اس کی ذہانت کے مطابق گھر کا کام تفویض کرے۔ اسی طرح اگر کوئی طالب علم کند ذہن ہے تو نصاب اور کام آسان اور کم تفویض کرنا چاہئے۔ یہی خیال ہمیں جسمانی صحت کے لحاظ سے بھی رکھنی چاہئے۔ ایک بچہ اگر چست درست و فربہ ہے تو اس کو گھر کا کام اس بچے کی نسبت زیادہ دینی چاہئے جو ہمیشہ بیمار رہتا ہے۔ گرچیکہ گھر کا کام طلبہ کے جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی حالات کے عین مطابق تفویض کرنی چاہئے۔ انفرادی فرق کی معلومات ایک معلم کو یہ طے کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے کہ کس بچے کو کتنا گھر کا کام تفویض کرنا ہے۔

طلبہ کی رہنمائی میں:-

بطور استاد ہمیں تدریس کے ساتھ ساتھ وقت اور حالات کے مطابق طلبہ کی مناسب رہنمای بھی کرنی چاہئے تاکہ وہ تعلیم کے میدان میں کسی بھی قسم کی پریشانی و دشواری سے دوچار نہ ہوں۔ تعلیمی مسائل کے ساتھ ساتھ طلبہ کے ساتھ مختلف مسائل بھی جڑے ہوتے ہیں جو ان کی علمی سفر میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ ان میں خصوصیت کے ساتھ گھریلو مسائل، ذاتی مسائل، عمر کے مخصوص مسائل، جذباتی مسائل، سماجی مسائل اہمیت کے حامل ہیں۔ انفرادی فرق کی معلومات ایک معلم کو طلبہ کے مختلف مسائل کو سمجھنے و حل کرنے میں مددگار و معاون ہوتی ہے۔ جس سے کہ وہ مشاورت کے ذریعے طالب علموں میں اپنے مختلف مسائل کی یکسوئی کا راہ دکھا سکے۔

3.8 خلاصہ کلام:-

☆ افراد کے درمیان پائی جانے والی جسمانی، ذہنی، جذباتی، سماجی اور اخلاقی وغیرہ کے فرق کو ہی انفرادی فرق یا Individual

Differences کہا جاتا ہے۔

☆ انفرادی فرق کے مختلف اقسام ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ جسمانی فرق، ذہنی فرق، جذباتی فرق، سماجی فرق، اخلاقی فرق، دلچسپیوں میں فرق، عادات واطوار میں فرق، تہذیب وتمدن میں فرق، اکتسابی فرق، خیالات، احساسات ومحسوسات میں فرق، تحصیل میں فرق، رویوں میں فرق، خاص اہلیتوں میں فرق اور شخصیت میں فرق اہمیت کے حامل ہیں۔

☆ کسی ایک ہی شخص کے اندر پائی جانے والی مختلف میدان میں صلاحیتوں، دلچسپیوں اور رجحانات میں جب فرق پایا جاتا ہے تو ہم اسے درونِ شخصی انفرادی فرق (Intra Individual Differences) کہتے ہیں۔

☆ کن ہی دو افراد میں پائی جانے والی صلاحیتوں، دلچسپیوں اور رجحانات وغیرہ کے مابین پایا جانے والا فرق بین شخصی انفرادی فرق (Inter Individual Differences) کہلاتا ہے۔

☆ انفرادی فرق کو تعین کرنے دو عوامل خصوصیت کے ساتھ کارفرما ہوتے ہیں۔ پہلا توارث اور دوسرا ماحول۔ دونوں کی اہمیت اپنی اپنی جگہ مسلمہ ہے۔

☆ تعلیمی پروگرام کو مرتب کرنے میں انفرادی فرق کی معلومات درج ذیل امور میں مددگار ومعاون ہوتی ہے۔ تعلیم کے مقاصد کو یقین کرنے میں، نصاب کو تیار کرنے میں، طلبہ کی درجہ بندی کرنے میں، مناسب طریقہ تدریس کے انتخاب میں، تدریسی وسائل کے انتخاب میں، طلبہ کو انفرادی طور پر خصوصی توجہ دینے میں، استطاعت کے مطابق طلبہ کو گھر کے کام تفویض کرنے میں اور طلبہ کی رہنمائی کرنے میں۔

3.9 اپنی معلومات کی جانچ:-

☆ طویل جوابی سوالات

(1) انفرادی فرق کے تصور کو تفصیل کے ساتھ بیان کیجئے؟

(2) ''ایک فرد اپنے آپ میں انوکھا ہے''——مثالوں کے ذریعہ سمجھایئے؟

(3) انفرادی فرق کو تعین کرنے والے مختلف عوامل کا تفصیلی جائزہ پیش کیجئے؟

(4) ایک معلم کو طلبہ میں پائی جانے والی ''انفرادی فرق'' کی معلومات کیوں لازمی ہے، تفصیل سے لکھئے؟

☆ مختصر جوابی سوالات

(1) انفرادی فرق کے مفہوم کو مختلف تعریفوں کی مدد سے واضح کیجئے؟

(2) درونِ شخصی اور بین شخصی انفرادی فرق کے تصور کو مثالوں کی مدد سے سمجھایئے؟

(3) انفرادی فرق کو تعین کرنے میں توارث کے رول کو بیان کیجئے؟

(4) انفرادی فرق کو تعین تعین کرنے میں مختلف ماحولیاتی اثرات کا جائزہ لیجئے؟

(5) تعلیمی تنظیم میں انفرادی فرق کی معلومات کس طرح معاون و مددگار ثابت ہوتی ہے؟

☆ معروضی سوالات

1 انفرادی فرق سے مراد ہے

(a) جسمانی فرق (b) ذہنی فرق

(c) معاشی فرق (d) a اور b دونوں

2 درونِ شخصی فرق سے مراد ہے

(a) ایک فرد کی صلاحیتوں میں فرق (b) دو افراد کی صلاحیتوں میں فرق

(c) تین افراد کی صلاحیتوں میں فرق (d) کثیر افراد کی صلاحیتوں میں فرق

3 درج ذیل میں کون سی کیفیت جذباتی ہے

(a) غصہ کی حالت (b) ہنسنے کی حالت

(c) رونے کی حالت (d) ان میں سے سبھی

4 انفرادی فرق کے وجوہات ہیں

(a) توارث (b) ماحول

(c) سماج (d) a اور b

3.10 سفارش کردہ کتابیں:-

☆ شریف خان (2004)، جدید تعلیمی نفسیات، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ

☆ ڈاکٹر آفاق ندیم، سید معاذ حسین (2014)، تعلیمی نفسیات کے پہلو، ایجوکیشن بک ہاؤس، علی گڑھ

☆ مسرت زمانی (2001)، تعلیمی نفسیات کے نئے زاویے، ایجوکیشن بک ہاؤس، علی گڑھ

☆ Mangal S.K. (1991), Educational Prychology Prakash Brothers Educational

Publisher, Ludhiana

☆ Chauhan, S.S. (1995), Advanced Educational Prychology Vikas Publishing Home Pvt. Ltd., New Delhi

اکائی -4- متعلم کی شخصیت اوراس کی اندازقدر

ساخت

4.1 تمہید 4.1

4.2 مقاصد

4.3 شخصیت کا تصور

4.4 شخصیت کی نوعیت

4.5 شخصیت کی اقسام

4.5.1 طرز اوضع پر مبنی طرز رسائی (Type Approach)

4.5.1.1 **آیورویدک تقسیم**

4.5.1.2 یونانی درجہ بندی

4.5.1.3 کریشمر کی درجہ بندی

4.5.1.4 شیلڈن کی درجہ بندی

4.5.1.5 ینگ کی درجہ بندی

4.5.2 اوصاف پر مبنی درجہ بندی (Trait Approach)

4.5.2.1 :آل پورٹ کی اوصاف پر مبنی طرز رسائی

4.5.2.2 کیٹل کی اوصاف پر مبنی طرز رسائی

4.6 شخصیت کو اثر انداز کرنے والے عوامل: توارث وماحول

4.6.1 توارث

4.6.2 ماحول

4.7 مربوط شخصیت کا نشوونما

4.8 شخصیت کی جانچ:

4.8.1۔ اظلالی تکنیک

4.8.1.1 روشا کا سیاہی کا دھبہ

4.8.1.2۔ موضوعی۔ادرا کی جانچ (TAT)

4.8.1.3۔ بچوں کے لئے موضوعاتی ادار کی جانچ

4.8.2 غیر اظلالی تکنیک

4.8.2.1 مشاہداتی طریقہ کار

4.8.2.2 سوالنامہ

4.8.2.3 انٹرویو

4.8.2.4 درجہ پیمائی

4.8.2.5 چیک لسٹ

4.8.2.6 رویہ کا پیمانہ

4.8.2.7 واقعاتی ریکارڈ

4.9 فرہنگ

4.10 یادرکھنے کے نکات

4.11 نمونہ امتحانی سوالات

4.1 تمہید Introduction

ایک معلم کا رابطہ بیک وقت مختلف طلبا سے رہتا ہے۔اور ہر طالب علم اپنے آپ میں یگانہ ہوتا ہے۔معلم کا کام طالب علم کی ہمہ جہت شخصیت کی نشوونما کرنا ہوتا ہے۔جس کے لئے معلم کو شخصیت کے تصور سے واقفیت ہونا ضروری ہے۔پیش نظر اکائی میں شخصیت سے کیا مراد ہے۔اس کو واضح کیا جائے گا۔اس کے علاوہ شخصیت کی نوعیت کیا ہے اور شخصیت کے کون کون سے اقسام ہیں۔ان کی بھی وضاحت کی جائے گی۔شخصیت کو اثر انداز کرنے والے عوامل کا تجزیہ کیا جائے گا۔اس میں خاص طور سے توارث اور ماحول پر مدلل بحث کی جائے گی۔شخصیت کے نشوونما میں توارث اور ماحول کا کیا رول ہے۔اس کی بھی وضاحت کی جائے گی۔دیگر شخصیت کی جانچ کیسے کی جاتی ہے اور اس

کے لئے کون کون سی تکنیکی یا طریقہ کار ہے، ان کا بھی مفصل تذکرہ کیا جائے گا۔

4.2 مقاصد Objectives

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ کو اس اہل ہوجانا چاہئے کہ آپ:

۱۔ شخصیت کے تصور و نوعیت کو واضح کرسکیں۔

۲۔ شخصیت پر اثر انداز ہونے والے عوامل کو بیان کرسکیں۔

۳۔ توارث اور ماحول شخصیت پر اثر انداز ہونے کی نوعیت بیان کرسکیں۔

۴۔ ایک مربوط شخصیت پر مدلل بحث کرسکیں۔

۵۔ شخصیت کو جانچنے کے طریقہ کار کی فہرست سازی کرسکیں۔

۶۔ اظلالی اور غیر اظلالی تکنیکوں کے درمیان فرق واضح کرسکیں۔

۷۔ اظلالی تکنیکوں کی اہمیت بتاسکیں۔

4.3 شخصیت کا تصور Personality concept

تعلیمی نفسیات کے مطالعہ میں شخصیت ایک دلچسپ موضوع کی حیثیت کا حامل ہے۔ اس لفظ کو لوگ بڑی بے تکلفی سے عام زبان میں استعمال کرتے ہیں لیکن اس سے کیا مراد ہے مشکل سے ہی کوئی بیان کرسکتا ہے۔ لوگوں کے ذہنوں میں ایک مبہم سا فہم رہتا ہے۔ مثلاً دلکش شخصیت، رعبدار شخصیت، بااثر شخصیت، دلآویز شخصیت وغیرہ۔ اس طرح کے الفاظ روزمرہ کی زندگی میں سننے کو ملتے ہیں۔ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ کہنے سننے والے وضاحت کا بھی اصرار نہیں کرتے۔ ٹھیک یہی صورتحال ماہرین نفسیات کی ہے۔

شخصیت انگریزی لفظ Personality کا اردو ترجمہ ہے۔ اور Personality لاطینی زبان Persona سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی ہے نقاب یا ماسک دراصل اسٹیج پر اداکاری کے دوران اداکار جس کا رول نبھاتے تھے اس کا ماسک اپنے چہرے پر لگا لیا کرتا۔ یعنی ماسک پہن کر اس کی شخصیت کو اپنا لیا کرتے تھے۔ یعنی لغوی معنوں میں دیکھیں تو شخصیت کو باہری یا ظاہری معنوں میں لیا گیا ہے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کو وسیع تر معنوں میں استعمال کیا جانے لگا۔ جس میں ظاہری اور باطنی تمام خصوصیات کی شمولیت کی گئی۔ یعنی کسی شخص کی وہ مخصوص خوبیاں اور صفات جن کا اظہار وہ مختلف موقعوں پر اپنے کردار وافعال کے ذریعہ کرتا ہے وہ اس کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتی ہے۔

شخصیت کی تعریف مختلف ماہرین نفسیات نے مختلف انداز میں کی۔ کسی نے ظاہری پہلوؤں پر زیادہ زور دیا تو کسی نے باطنی پہلوؤں کو اہم مانا۔ ان تمام تعریفات کا تجزیہ کرکے آل پورٹ (Allport) نے شخصیت کی ایک تعریف دی جو کہ اب تک سب سے جامع تعریف مانی جاتی ہے۔

''شخصیت فرد کے نفسی وطبعی وصف کا وہ متحرک نظام ہے جو کہ فرد کا اس کے ماحول کے ساتھ منفرد مطابقت کو متعین کرتا ہے۔''

(Allport 1937)

شخصیت کی آل پورٹ کے ذریعہ دی گئی تعریف کافی مقبول رہی اور اس کو شخصیت کی جامع تعریف مانا گیا۔ حال ہی میں والٹر مشیل (Walter Mischel 1981) نے شخصیت کی تعریف دیتے ہوئے لکھا کہ ''عام طور پر شخصیت سے مراد برتاؤ یا طرز عمل کے اس مخصوص طرز (جس میں فکر و جذبات شامل ہیں) سے ہوتا ہے جو ہر فرد کی زندگی کے ساتھ ہونے والی مطابقت کو متعین کرتا ہے۔''

اوپر دی گئی تعریفات کے تجزیہ کرنے پر شخصیت کا معنی اور مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے یعنی شخصیت ایسا نظام ہے جس میں طبعی اور نفسی دونوں ہی پہلو شامل ہوتے ہیں۔ اس میں ایسے عناصر کی شمولیت ہوتی ہے جو آپس میں تعامل کرتے ہیں جس میں وصف، جذبات، عادات، وقوفی، کردار وغیرہ شامل ہیں۔

متحرک نظام سے مراد ہے کہ یہ نظام تغیر پذیر ہے یعنی شخصیت کے وصف، عادات، وقت و حالات کے ساتھ تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک انسان جو بہت بزدل اور ڈرپوک ہو لیکن کچھ لوگوں نے اس کے تمام گھر والوں کو بے رحمی سے قتل کر دیا ہو تو اس تکلیف کا بدلا لینے کے لئے وہ جارح ہو جاتا ہے۔ اس کی شخصیت کے وصف میں تغیر و تبدیلی ممکن ہے۔ اس لئے اس کو متحرک نظام سے موسوم کیا گیا ہے۔

منفرد مطابقت سے مراد ہے کہ ہر انسان کا مطابقت کرنے کا انداز یگانہ ہوتا ہے۔ حالات یکساں ہونے پر بھی مختلف افراد کا برتاؤ ایک جیسا نہیں ہوتا ہے اور حالات سے مطابقت بھی انسان کے وصف، جذباتی حالت سے متعین ہوتی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ شخصیت مختلف اوصاف کا وہ متحرک نظام ہے جس کی وجہ سے فرد کا برتاؤ اور فکر و خیالات کسی بھی ماحول میں اپنے طریقہ سے منفرد و یگانہ ہوتا ہے۔

4.4 شخصیت کی نوعیت

نیوکومب (New Comb) نے شخصیت کی نوعیت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ شخصیت یگانہ ہوتی ہے۔ کسی بھی دو انسانوں کی شخصیت ایک جیسی نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ ایک کثیر الجہت تصور ہے۔ اس میں اس کی خداداد صلاحتیں اور حاصل کردہ خصوصیات شامل ہوتی ہیں۔ اور مختلف خوبیوں اور اہلیتوں کی شخصیت ایک منظّم تخلیق ہے۔ کسی فرد کی جیسی بھی شخصیت ہوتی ہے اس کو بنانے میں اس کا توارث یعنی آباؤ اجداد سے ملی ہوئی خصوصیات اور ماحول دونوں کا اہم رول ہوتا ہے۔ یعنی شخصیت کو متعین کرنے میں دونوں ایک اہم کردار نبھاتے ہیں۔ شخصیت میں پیدائش سے لے کر موت تک تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ یہ تبدیلی کبھی تغیراتی انداز میں ہوتی ہے اور کبھی آہستہ آہستہ ہوتی ہے۔ لیکن وقت و حالات کے ساتھ تبدیلی لگاتار رونما ہوتی رہتی ہے۔

4.5 شخصیت کے اقسام

فرد کی شخصی خصوصیات کی بنیاد پر شخصیت کو منقسم کیا گیا ہے۔اس کے ذریعہ ہم لوگوں کی ان کی خصوصیات کی بنیاد پر درجہ بندی کر سکتے ہیں۔ یہ درجہ بندی مندرجہ ذیل ہے:

4.5.1 طرز/وضع پر مبنی طرز رسائی （Type Approach）

4.5.2 اوصاف پر مبنی درجہ بندی (Trait Approach)

4.5.1 طرز/وضع پر مبنی طرز رسائی （Type Approach）

اس میں یونانی، آیورویدک، کریشمر اور شیلڈن کے نظریات شامل ہیں۔انھوں نے پایا کہ ہر انسان کو اس کی وضع کے لحاظ سے درجہ بند کیا جا سکتا ہے۔

4.5.1.1 آیورویدک تقسیم:

یہ درجہ بندی قدیم ہندوستان کے وید یعنی معالجوں نے تمام انسانوں کو ان کے جسمانی عناصر کی بنیاد پر تین طرز پر تقسیم کیا ہے۔

ا۔ وات （Vatt） ...... Wind

۲۔ پت （Pitt） ...... Bile

۳۔ کف （Kaff） ...... Mucus

وات مزاج کے لوگوں کی جسمانی خصوصیات:

وات （Vatt） مزاج کے لوگ کمزور جسم کے مالک ہوتے ہیں۔ چھوٹی آنکھیں، گہرے رنگ کے بال، خشک جلد کے مالک اور اکثر ہڈیوں میں درد کے شکار ہوتے ہیں۔

شخصی خصوصیات: یہ لوگ بے چین مگر ذہنی اعتبار سے چست، جذباتی طور پر غیر محفوظ، غیر فیصلہ کن، حافظے کے کمزور تذبذب کے شکار، غمگین اور بیچارگی کا احساس، تنہائی پسند، باغی اور پرکش ہوتے ہیں۔

پت مزاج کے لوگوں کی جسمانی خصوصیات:

پت مزاج کے لوگ اوسط جسم کے مالک ہوتے ہیں۔ چہرہ شاداب ہوتا ہے۔ بال جلدی سفید ہو جاتے ہیں اور اکثر جھڑ جاتے ہیں۔ ترچھی آنکھوں کے مالک ہوتے ہیں۔

شخصی خصوصیات: حساس اور جذباتی لگاؤ رکھنے والے ہوتے ہیں۔ ذہین اور ذکی ہوتے ہیں۔ اچھے لیڈر ثابت ہوتے ہیں۔ کھیل اور شکار کے شوقین ہوتے ہیں۔ زندگی سے بھرپور اور پرلطف ہوتے ہیں۔

کف مزاج کے لوگوں کی جسمانی خصوصیات:

ہڈیاں بڑی ہوتی ہیں اکثر وزن زیادہ ہوتا ہے۔ بال گھنگھرالے اور آنکھیں بڑی ہوتی ہیں۔ سست ہوتے ہیں اور اکثر زکام کے

مریض ہوتے ہیں۔

شخصی خصوصیات: نیند بہت زیادہ آتی ہے۔ بولنے میں واضح اور مدلل ہوتے ہیں۔ پرسکون اور وفادار ہوتے ہیں۔

4.5.1.2 یونانی درجہ بندی Hippocrates Classification

یونانی حکماء نے شخصیت کے چار اقسام بتائے۔ خونی، بادی، بلغم، سودا۔

ا۔ خونی (Blood) مزاج کے لوگ خوش مزاج، پرامید اور خوش مزاج ہوتے ہیں۔

۲۔ بادی مزاج کے لوگ چڑ چڑے، بدمزاج اور تصوراتی دنیا میں رہنے والے ہوتے ہیں۔

۳۔ بلغمی مزاج کے لوگ سست، سرد مزاج اور اپنی ذات میں مگن رہنے والے ہوتے ہیں۔

۴۔ سودا مزاج کے افراد غمگین، دکھی، پریشان اور بد اندیش ہوتے ہیں۔

4.5.1.3 کریشمر کی درجہ بندی

کریشمر تمام بنی نوع انسان کو اپنی جسمانی خصوصیات کی بنیاد پر کچھ مخصوص شخصی خصوصیات کے ساتھ مربوط کیا ہے۔

ا۔ گداز یا فربہ اندام (Pyknic type) ایسے لوگ ملنسار، خوش مزاج، آرام زندگی سے بھرپور ہوتے ہیں۔

۲۔ کسرتی بندوالے (Athletic type) ایسے لوگ پرزور، ہم آہنگ، اور خوش آئند مزاج کے ہوتے ہیں۔

۳۔ پتلے اور لاغر (Leptosomatic type) ایسے لوگ ناامید، شرمیلے، خود میں مگن رہنے والے اور حساس ہوتے ہیں۔

4.5.1.4 شیلڈن کی درجہ بندی (Sheldon's classification)

کریشمر ہی کی طرح شیلڈن نے بھی انسانوں کو ان کی جسمانی ساخت کے مطابق کچھ شخصی خصوصیات میں درجہ بندی کی۔

ا۔ Endomorphic ایسے لوگ زندگی کو آسانی سے گزارنے والے، ملنسار، خوش آئند اور مشفق ہوتے ہیں۔ ان میں کریشمر کے ذریعہ بتائے گئے پکنک (Pyknic) سے کافی مشابہت نظر آتی ہے۔

۲۔ Mesomorphic ۔ کسرتی بدن کے مالک جسمانی سرگرمیوں کے لئے ہر وقت آمادہ، خطرات اور مہم جوئی کے لئے ہر وقت

تیار رہتے ہیں۔

۳۔ Ectomorphic ۔ ایسے لوگ کمزوری و لاغر جسم کے مالک ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ خود میں مگن رہنے والے،

غمگین اور بے چارگی کا شکار ہوتے ہیں۔

4.5.1.5 ینگ کی درجہ بندی (Jung's classification)

ینگ نے شخصیت کی دو اہم اقسام بتائیں۔

ا۔ بیرون بین (Extrovert) : بیرون بین شخصیت کے مالک وہ ہوتے ہیں جو سماجی کاموں میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ بے جھجھک اپنے

بارے میں دوسروں سے بات کرتے ہیں۔تنہائی میں رہنا ان کو بالکل پسند نہیں ہوتا ہے۔ بہت جلد دوسروں کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں۔

۲۔ اندرون بین (Introvert): اندرون بین شخصیت کے مالک وہ لوگ ہوتے ہیں جو دوسرے لوگوں سے ملنے جلنے کے مقابلہ میں

اپنے خیالات میں گم رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہ عموماً اپنے بارے میں رازداری سے کام لیتے ہیں۔تنہائی پسند ہوتے ہیں اور مجلسی

زندگی میں گھٹن محسوس کرتے ہیں۔

4.5.2 اوصاف پر مبنی درجہ بندی

وصف شخصیت کی کسی ایسی نمایاں خصوصیت کو کہتے ہیں جو کہ افراد کی نشاندہی کرنے اور ایک دوسرے سے الگ کرنے میں مددگار ہوتے ہیں۔یعنی وصف کسی شخص کی نمایاں اور پائیدار خصوصیت کا نام ہے۔اس طرز رسائی کے اہم نام آل پورٹ اور کیٹل ہیں۔

4.5.2.1 : آل پورٹ کی اوصاف پر مبنی طرز رسائی: آل پورٹ کے مطابق وصف ہماری شخصیت کی ساخت کی بنیادی اکائی ہوتی ہے۔انھوں نے انسانی طرز عمل میں نظر آنے والی اس بنیادی اکائیوں کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی اور انھوں 17, 953 وصف کی نشاندہی کی۔ تجزیہ اور تالیف کرنے کے بعد 4,541 وصف کو انھوں نے ''تین اہم درجات'' میں تقسیم کیا جو مندرجہ ذیل ہے:

اصلی وصف	Cardinal Traits
مرکزی وصف	Central Traits
ثانوی وصف	Secondary Traits

ا۔ **اصلی اوصاف (Cardinal Traits):** اصلی وصف فرد کی شخصیت کا سب سے سرگرم اور غالب وصف ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک یا دو ہی اوصاف ہوتے ہیں مگر یہ اپنی نمایاں خصوصیات کی بنیاد پر شخصیت کو ایک رنگ دیتے ہیں۔مثال کے طور پر کسی شخص کا اصلی وصف مزاح ہے تو ہر بات میں وہ وصف غالب رہتا ہے۔ یہ وصف ہر حالت میں کسی نہ کسی طرح ظاہر ہوتا ہے۔

۲۔ **مرکزی اوصاف (Central Traits):** مرکزی اوصاف وہ اوصاف ہوتے ہیں جو عام طور پر شخصیت میں نظر آتے رہتے ہیں۔ یہ سات یا آٹھ اوصاف کسی بھی شخصیت کی نشاندہی کرنے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر ایمانداری، بزدلی، شرمیلا پن، جارح وغیرہ۔

۳۔ **ثانوی وصف(Secondary Traits)**: یہ وہ وصف ہوتے ہیں جو شخصیت میں ایک ثانوی یا برائے نام کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ شخصیت کا اہم حصہ ہوتے ہیں اسی لئے یہ کبھی کبھی موقع محل کے لحاظ سے نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر لالچی، خودغرض۔ جب انسان کے ساتھ کچھ معاملات بڑے ہوتے ہیں تبھی ایسے وصف نظر آتے ہیں۔

4.5.2.2 کیٹل کی اوصاف پر مبنی طرز رسائی: کیٹل نے آل پورٹ کے ذریعہ دی گئی۔ اس طرز رسائی کو آگے بڑھایا۔ انہوں نے 1956 میں تقریباً 4 ہزار اوصاف کی نشاندہی کی جس کو انہوں نے کم کرکے 171 پر لاکر سمیٹ دیا۔ اگلے قدم میں انہوں نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ ان کا آپس میں ہم رشتگی ہے۔ اور مطالعہ کے بعد یہ پایا کہ ہر وصف کی دوسری وصف کے ساتھ کسی نہ کسی طرح کی ہم رشتگی پائی جارہی ہے۔ اسی کی بنیاد پر انہوں نے اوصاف کو 4 نمایاں حصوں میں تقسیم کیا۔

ا۔ عام وصف (Common Trait)

۲۔ یگانہ وصف (Unique Trait)

۳۔ سطحی وصف (Surface Trait)

۴۔ منبع وصف (source Trait)

ا۔ **عام وصف:** وہ وصف ہوتے ہیں جو کم و بیش تمام افراد میں پائے جاتے ہیں۔ جیسے غصہ، تعاون کا جذبہ اور ہمدردی وغیرہ۔ یعنی دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جس کو غصہ نہ آیا ہو۔ لیکن مختلف افراد میں اس کے ظہور پذیر ہونے کے مواقع مختلف ہوتے ہیں یعنی کسی کو چھوٹی چھوٹی باتوں میں غصہ آجاتا ہے اور دوسرے افراد کو نہیں آتا ہے۔

۲۔ **یگانہ وصف:** یگانہ وصف ہوتے ہیں جو فرد کو دوسرے لوگوں میں ممتاز بنادیتے ہیں۔ جیسے جذباتی ردعمل یعنی کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں جو حالات کے لحاظ سے یا تو بہت تیزی سے جذباتی ردعمل دیتے ہیں یا کچھ لوگ جذبات سے عاری ہوتے ہیں یا پھر جذبات کو دبانے کا ہنر ان میں یگانہ طور پر پایا جاتا ہے۔ اور یہی وہ وصف ہے جو بھیڑ سے الگ کرتا ہے یا یگانہ بناتا ہے۔

۳۔ **سطحی وصف:** یہ ایک ایسا وصف ہوتا ہے جو آسانی سے پہچانا جاسکتا ہے۔ یہ شخصیت میں عام طور پر نظر آہی جاتا ہے۔ یعنی یہ شخصیت کی سطح پر ہی موجود ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر تجسس، بھروسہ مندی وغیرہ۔

۴۔ **منبع وصف:** یہ وہ وصف ہوتے ہیں جو انسان کی شخصیت کو طے کرتے ہیں اور یہ مختلف حالات میں کسی مرد کے طرز عمل کے پیشن گوئی کرسکتے ہیں۔ یہ شخصیت کو ایک رنگ دیتے ہیں۔ اور کہیں نہ کہیں فرد کے ہر طرز عمل میں غالب کردار ادا کرتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ شخصیت کو متعین کرنے والے کچھ اوصاف ہوتے ہیں جو انسان کی شخصیت کو یگانہ رنگ دیتے ہیں اور اسی کے اوپر سماج میں اس کی پہچان بنتی ہے۔

4.6 شخصیت کو اثرانداز کرنے والے عوامل: توارث و ماحول

Factors influencing personality: heredity and environment

انسان کی شخصیت اس کے توارثی اور ثقافتی ماحول کا ایک تحفہ ہے۔ قرارحمل کے ہوتے ہیں کسی فرد کی شخصیت کا نشوونما ایک مجموعی شکل میں ہوتا ہے۔ یعنی اس بات کے قوی امکانات ہوتے ہیں کہ جب بچہ اس دنیا میں قدم رکھے گا تو وہ ایک فعال، بات کرنے والا، عاقل، احساس ومحسوس کرنے والا انسان کی شکل میں ہوگا۔ اور ماحول اس کو ایک موزوں حالات فراہم کرے گا جو اس کی شخصیت کی نشوونما میں نمایاں کردار ادا کرے گے۔ یعنی شخصیت کی نشوونما پر اثر انداز ہونے والے عوامل میں توارث اور ماحول کا اہم رول ہے۔

4.6.1 توارث (Heredity)

توارث سے مراد ان عوامل سے ہے جو کسی بچے میں جبلی اور خلقی طور پر اس کی ماں کے پیٹ میں نطفہ ٹھہرنے کے فوراً بعد موجود ہوتے ہیں۔ معلم کو اگر شخصیت کو بہتر طریقہ سے سمجھنا ہے تو توارث اور اس کے پیچیدہ حقائق کا مطالعہ کرنا بھی ضروری ہے۔ توارث سائنس کا ایک ایسا شعبہ ہے جو جانداروں پر توارث کے اثرات کی مخصوص تفصیل پیش کرتا ہے۔ بنیادی طور پر ہمیں ایک مخصوص ساخت سے متعلق ایک رجحان اور ایک مخصوص طریقہ پر کام کرنے کا رجحان ورثے میں ملتا ہے۔ مثال کے طور پر جسم کا مخصوص وزن حاصل کرنے کا رجحان، جسم کی ساخت، مٹاپے کا تناسب، عضلائی خلیوں کا سلسلہ، اعضا کی لمبائی، کھال، بالوں کا رنگ، آنکھوں کی بناوٹ ورنگ، چہرے کی بناوٹ، جسم کے تناسب میں دل اور پھیپھڑوں کا سائز۔ یہ تمام عوامل ہمارے ورثہ سے طے ہوتا ہے۔ یعنی کسی بچہ کا رنگ اس کی جسمانی ساخت، اس کی آنکھوں اور کھال کا رنگ کیسا ہوگا یہ اس کے والدین اور آباؤاجداد سے اس کو ورثہ میں ملتا ہے۔ یعنی شخصیت کی ظاہری ساخت انسان کو عام طور سے اپنے والدین سے ورثہ میں ملتی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ معنوں میں عضلائی نظام کا کام، فہم وفراست، جنسی صلاحیت، بصارت کی قوت، نشوونما کے نظام کا عمل یعنی دل اور دوران خون کا نظام، افزائش نسل کا نظام، جسمانی نشوونما کی طرز وشرح وغیرہ بھی ہمیں توارث میں ملتا ہے۔ توارث کا شخصیت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اس سلسلہ میں کافی تحقیقات کی گئی ہیں جس میں فری مین، گوڈارڈ اور ڈگڈل کی (Freeman, Goddard and Dugdal) نے اہم تحقیقات کی ہیں۔ فرانسس گالٹن (Francis Galton) کا بھی ایک اہم توارث داں کے طور پر نام لیا جاتا رہا ہے۔ انھوں نے اپنی تحقیقات کی بنیاد پر یہ بات واضح کی کہ توارث شخصیت کو متاثر اور متعین کرنے والا ایک اہم عنصر ہے۔ اسی میں ایک دلچسپ تحقیق گوڈارڈ نے کی۔ انھوں نے ایک فوجی پر مطالعہ کیا جس نے دو شادیاں کی۔ جس میں سے ایک بیوی ذہنی طور پر کمزور تھی اور دوسری نارمل تھی۔ کمزور ذہن والی بیوی سے آگے چلنے والی نسل کے 480 افراد میں سے انھوں نے صرف 46 کو ہی نارمل پایا۔ جبکہ نارمل بیوی سے چلنے والی نسل میں 496 افراد نارمل پائے گئے۔ انھوں نے اس بات کی وکالت کی کہ آگے آنے والی نسل کی شخصیت کس قسم کی ہوگی وہ ماں باپ وآباؤاجداد کی شخصیت پر منحصر کرتا ہے۔

4.6.2 ماحول (Environment)

ماحول سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو خارجی طور پر افراد کی نشوونما کو متاثر کرتی ہے۔ ماحول بچے کے مزاج، رویہ، جسمانی اور ذہنی

صحت، اخلاق وکردار پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ ماحول اوراچھی تربیت بچے کی شخصیت پر مثبت اثرات مرتب کرتے ہیں اوران کے کرادر میں تغیر لاتا ہے۔ ان کو معاشرتی مطابقت کے قابل بناتا ہے۔ ماحول نہ صرف شخصیت کی تکمیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے بلکہ مخصوص تہذیب وتمدن کا انسان کے اخلاق، اطوار اور رجحانات وغیرہ پر بھی گہرا اثر ڈالتا ہے۔ پیدائش کے وقت بچہ کو اپنے معاشرے کے پسندیدہ کرداری نمونوں کا شعور نہیں ہوتا ہے لیکن دھیرے دھیرے وہ ماحول کے مطابق سیکھتا ہے۔ یہ بھی تحقیقات میں دیکھا گیا ہے کہ پسماندہ علاقوں کے نامناسب ماحول سے بچے اپنی صلاحیتوں کا مناسب استعمال نہیں کر پاتے ہیں اوران کی صلاحیتیں دے کر رہ جاتی ہیں جس سے ان کی شخصیت متاثر ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ کچھ ایسے ماحول عوامل ہیں جو کہ بچے کی شخصیت کو متاثر و متعین کرتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

4.6.2.1۔ پرورش کے طریقے (Rearing Patterns): شخصیت کی نشوونما میں حیاتی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ایک ماں اور بچے کے درمیان ہونے والا تعامل (interaction) ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مناسب دیکھ بھال اور شفقت و والہانہ لگاؤ بچے کے اندر تحفظ کا احساس پیدا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بچے کی ٹائلٹ ٹریننگ کیسے کی جارہی ہے اس میں شدت چاہے یا لاپرواہی ہے۔ یہ بچے کی شخصیت کو ایک بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایرک ایرکسن (Erickson) کی تحقیقات نمایاں حیثیت کی حامل ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ اگر ٹائلٹ ٹریننگ میں لاپرواہی کی جائے تو بچہ کی شخصیت غیر منظّم اور شکی، کنجوس ہوگی۔ اگر اس میں شدت برتی جائے تو شخصیت میں سختی اور rigidity ہوگی۔ بچے کی پرورش کس ماحول میں کی جارہی ہے۔ اس سے اس کی شخصیت متعین ہوتی ہے۔

4.6.2.2 باقاعدگی(Regularity)

دودھ پلانے اور غذا دینے کا باقاعدہ عمل بچے میں بنیادی اعتماد پیدا کرتا ہے لیکن اگر یہ عمل بے قاعدہ ہوگا تو بچے میں اعتماد کا فقدان ہوگا۔ بچپن سے ہی اگر اس کے کاموں میں ایک باقاعدگی کا مظاہرہ کیا جائے گا تو اس کی شخصیت خود اعتماد اور منظّم ہوگی اور زندگی کے تیئں ایک مناسب رویہ بنے گا۔

4.6.2.3۔ والدین اور بچے کے درمیان تعلقات وتعامل(Parent-child Interaction and Relations)

والدین اور بچے کے درمیان کس قسم کے تعلقات ہیں اوران کا تعامل کیسا ہو رہا ہے یہ بھی بچہ کی شخصیت کو متعین کرتا ہے۔ بچے کو بچپن سے یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ ایک فرد کے طور پر اس کی شخصیت کس حیثیت کی حامل ہے اور سماج کے ایک رکن کے طور پر وہ کیا ہے اور اس سے کیا امیدیں وابستہ ہیں اور سماج کا افادی رکن بننا کیوں ضروری ہے اور اس کے لیے کیا کرنا ہے۔ یہ تمام چیزیں اس کی سماجی شخصیت کا نشوونما کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ گھر کا ماحول بچے کی شخصیت کو سنوار بھی دیتا ہے اور بگاڑ بھی دیتا ہے۔ اگر والدین کا کردار تحکمانہ ہو تو بچے قابل انحصار، کشیدہ طبع، جھگڑالو، اطاعت شعار اور مسائل سے بیزار ہوتے ہیں۔ ان کے برعکس اگر والدین اور بچے کے درمیان ہم آہنگی اور اچھی مطابقت ہوگی تو بچے پرسکون، تعاون دینے والے، اطاعت شعار، سماجی طور پر مسلمہ، خود اعتماد ہوں گے۔

انفرادی خاندان (Nuclear family) اور مشترک خاندان میں رہنے والے بچوں میں شخصی خصوصیات کے مابین فرق پایا جاتا ہے۔ عام طور پر انفرادی خاندان کے اپنے متعلقہ ممبران کے ساتھ زیادہ مہربان، خود مرکزی، درون بین اور الگ تھلگ رہتے ہیں جبکہ مشترکہ خاندان کے بچے بیرون بین، صلح جو اور سماجی تعامل میں ماہر ہوتے ہیں۔

شخصیت کا طے ہونا سماجی درجہ پر بھی منحصر کرتا ہے۔ عام طور پر متوسط خاندان کے والدین اپنے بچوں میں اپنا راستہ خود تلاش کرنے، فیصلہ لینے کی قوت سے سرشار، بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ سماجی اور ثقافتی سطح پر جنس پر مبنی کرداری خصوصیات بھی بچوں میں ماحول کے ذریعہ ہی پیدا کروائی جاتی ہے۔ لڑکے اور لڑکیوں کے کھیل اور کھلونے، کپڑوں کے رنگ، استعمال ہونے والی اشیاء مختلف ہوتی ہے جس سے شروع میں بچوں میں جنسی شناخت قوی ہو جاتی ہے۔ ایک ہی طرز عمل پر لڑکے اور لڑکیوں کو مختلف ردعمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جوان کی شخصیت کے نشو ونما پر نہ صرف گہرا اثر ڈالتی ہیں بلکہ اس کو متعین بھی کرتی ہے۔

گھر کے اندر ایک اور ماحول بھائیوں اور بہنوں کے ذریعہ بنتا ہے۔ گھر میں سب سے بڑے بچے کی شخصیت درمیانی بچے کی شخصیت اور چھوٹے بچے کی شخصیت میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ چند مطالعوں میں یہ پایا گیا ہے کہ سب سے بڑا بچہ اپنی فہم وفراست وصلاحیت کا زیادہ مظاہرہ کرتے ہیں اور سب سے آخر میں میں پیدا ہوئے بچے تخلیقی اور زبان و اظہار میں بہتر ہوتے ہیں۔

ہمسائیگی (Neighbourhood) یا آس پڑوس کا ماحول بھی ایک اہم عنصر ہے۔ بچہ کھیلنے کے لیے ہمسایوں اور ان کے بچوں پر منحصر ہوتا ہے اور نشو ونما کے تشکیلی دور میں یہ اہم عوامل کے طور پر کام کرتا ہے۔ ہمسائیگی میں ہمجولی بچے موجود رہتے ہیں جو کہ سماجی طور سے ایک دوسرے سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ہمجولی کے گروپ میں تعامل سے بچے میں کچھ اپنی شخصی خصوصیات پیدا ہوتی ہیں جو کہ اس کو سماج کا ایک افادی رکن بنانے میں معاون ہیں، جیسے کہ انفرادیت سے دست بردار ہونا، گروپ کی سرگرمیوں کے ساتھ اپنی سرگرمیوں کو مربوط کرنا، اپنے طرز عمل کو گروپ کے طے شدہ معیاروں کے مطابق ڈھالنا وغیرہ شامل ہیں۔

سماج کا پہلا ادارہ جس میں بچہ داخل ہوتا ہے وہ اسکول ہوتا ہے۔ اسکول بچہ کی شخصیت کے نشو ونما میں اہم کردار نبھاتا ہے۔ وقت کی پابندی، باقاعدگی، اسکول کے ضوابط کے لحاظ سے خود کو ڈھالنا، زندگی میں نظم وضبط رکھنا یہ تمام شخصی خصوصیات بچہ اسکول سے ہی سیکھتا ہے۔ اسکول میں موجود نصاب، زبان کا استعمال بھی شخصیت کے نشو ونما میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ حصولیابی کی تحریک، تخلیقی اظہار، تفکرات سے آزاد زندگی وہ اہم کام ہیں جو اسکول اپنے ذمہ لیتا ہے۔

اسکول بچے میں ثقافت کی معیاری شکل، اور ایک معیاری تربیت دینے کا ایک ذمہ دار ادارہ ہے تو دوسری طرف ذرائع ابلاغ جیسے ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ، سوشل میڈیا، اخبار ورسائل مختلف قسم کی ثقافت بچوں میں پہنچاتے ہیں جو کہ شخصیت کو متعین کرنے والا آج کے دور میں اہم عوامل کے طور پر ابھرے ہیں۔

یہ بھی ایک اہم امر ہے کہ فرد کی اہلیت کی سطحات اور جسمانی خصوصیات کو طے کرنے میں ماحول سے زیادہ توارث اہم نظر آتا ہے مگر نفسیاتی طور پر ماحول زیادہ پر اثر نظر آتا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ شخصیت ان دونوں کے تعامل کا نتیجہ ہوتی ہے۔

4.7 مربوط اور ہمہ جہت شخصیت کی نشوونما (Development of Integrated Personality)

4.7.1 مربوط اور ہمہ جہت شخصیت سے مراد ایک ایسی شخصیت ہے جو اپنے گردوپیش کے ساتھ کامل ارتباط قائم کرتا ہے۔اور جس کا جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی ارتباط وتعلق ہر سطح پر نظر آتا ہے۔

گلفورڈ کے مطابق ''مربوط شخصیت سات بنیادی خصائل کے باہمی ربط سے ظاہر ہوتی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) علم افعال اعضاء (۲) ضروریات (۳) دلچسپی کے پہلو (۴) رویہ

(۵) مزاج (۶) رجحان اور ظاہری بناوٹ''

وڈورتھ کے مطابق ایک مربوط شخصیت کا حامل انسان اپنی تمام خواہشات، احساسات اور جذبات کے کامل ارتباط کے ساتھ زندگی نبھاتا ہے۔

4.7.2 مربوط شخصیت کی خصوصیات

۱۔ مربوط شخصیت کا حامل شخص تمام جذبات واحساسات ایک مربوط نظام کے تحت رو بہ عمل ہوتے ہیں۔

۲۔ ایسی شخصیات جذباتی دباؤ وتناؤ کا شکار نہیں ہوتی ہیں۔

۳۔ ایسے اشخاص متوازن ہوتے ہیں اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کا بھرپور استعمال جانتے ہیں۔

۴۔ مربوط شخصیت کے مالک اپنی کمزوریوں اور طاقتوں کا صحیح ادراک کرتے ہیں۔

۵۔ وہ ایک متوازی تصور کے ساتھ زندگی کا سفر جاری رکھنے میں کوشاں نظر آتے ہیں۔

۶۔ مربوط شخصیت سے سرشار انسان اپنی ذاتی خواہشات اور سماجی ضروریات وبندشوں کے درمیان ایک توازن بنا کر چلتا ہے۔

۷۔ وہ اپنی دلچسپیوں اور صلاحیتوں میں ایک باہمی ربط رکھتا ہے۔

4.7.3 مربوط شخصیت کی اہمیت

تعلیم اور تعلیمی کاوشوں کا مقصد ایک کامل، مربوط اور ہمہ جہت شخصیت کی نشوونما وفروغ ہے۔ایک ایسی شخصیت کی نشوونما کرنا ہے جو کہ ماحول کے ساتھ بہتر ہم آہنگی پیدا کر سکے۔اگر شخصیت میں ارتباط کا فقدان ہوگا تو شخصیت میں توازن نہیں ہوگا۔مربوط شخصیت کا حامل انسان کا طرز عمل خود اپنے لیے اور سماج کے لیے سودمند ہوتے ہے۔وہ اپنی زندگی میں کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ان میں خودشناسی ہوتی ہے،اس لیے تعلیم میں ایسے عوامل وعناصر کی شمولیت دی جاتی ہے جو کہ طلبہ میں ایک مربوط شخصیت کی نشوونما کر سکیں۔اس کے لیے نہ صرف نصابی بلکہ غیر نصابی سرگرمیاں بھی اپنی ایسی ڈیزائن کی جاتی ہیں کہ طلبہ کی ہمہ جہت شخصیت کی نشوونما ہو سکے۔

شخصیت کا ارتباط ایک پیچیدہ عمل ہے۔ ایک مربوط شخصیت کی نشوونما میں شخصیت کے تمام پہلوؤں کی شمولیت ہوتی ہے۔جس میں سماجی، جذباتی، وقوفی اور روحانی پہلو شامل ہوتے ہیں۔مہاتما گاندھی نے ہمہ گیر شخصیت کا مطلب بچہ کی جسمانی، ذہنی اور روحانی نشوونما بتایا ہے۔ ٹیگور نے مربوط شخصیت کی نشوونما سے مراد فرد کی ہمہ جہت نشوونما کو لیا ہے۔

4.8 شخصیت کی جانچ

شخصیت کا تعین ایک پیچیدہ عمل ہے۔کیونکہ شخصیت ایک مجرد تصور ہے۔اور ماہر نفسیات اس بات پر متعین نہیں ہوتے ہیں کہ شخصیت کے کتنے پہلو ہیں اور کسی بھی شئے کی جانچ کرنے کے لیے اس کی واضح شکل موجود ہونا ضروری ہے۔اس کے علاوہ جانچ کے عمل میں موزوں اور تصلی بخش آلات کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔اس لئے شخصیت کی جانچ میں دشواریاں حائل ہوتی ہے۔شخصیت میں انسان کی طبعی، ذہنی، جذباتی سماجی، اخلاقی طرزِ عمل، شعوری اور لاشعوری سطحوں کی شمولیت ہوتی ہے۔اس لئے اس کی جانچ کے لئے کوئی ایک ٹسٹ یا آلہ کافی نہیں ہوتا ہے۔اس لئے شخصیت کی جانچ کے لئے مختلف طریقہ کار اپنائے جاتے ہیں۔جن کو دو وسیع حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

4.8.1۔ اظلالی تکنیک

4.8.2 غیر اظلالی تکنیک

4.8.1 اظلالی تکنیک: شخصیت کو جانچے کی یہ تکنیک فرد کے لاشعور کا مطالعہ کرتے ہیں۔یعنی فرد کے شخصیت کے وہ پہلو جو ظاہر نہیں ہوتے ہیں لیکن عیاں پہلوؤں سے زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔فرائڈ کے مطابق ہمارے طرزِ عمل کا صرف 10 فیصد حصہ شعوری ہے بقیہ جو ظاہر نہیں ہیں۔وہ ہمارے لاشعور میں موجود ہیں مگر انسان کے طرزِ عمل کو متاثر اور متعین کرتا ہے۔

اظلالی تکنیک انعکاسی مظاہر پر مبنی ہے۔اس کے ذریعہ کسی فرد کے شخصیت کے پوشیدہ ضرورتوں، تصورات، احساسات، خواہشات اور خوف کو ظاہر کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔اور اس کے لئے فرد کو مبہم تصاویر، غیر ساختی محرکہ، سیاہی کے دھبے، ادھورے جملے دیے جاتے ہیں۔ان مبہم اشیا کے ذریعے اس کے شخصیت کے پوشیدہ پہلو منعکس ہوجاتے ہیں۔ان تکنیکوں کے ذریعہ حاصل کردہ نتائج تجزیہ کرنے پر نہ صرف فرد کی اندرونی و پوشیدہ دنیا عیاں ہوتی ہے بلکہ اس کی کل شخصیت کو جاننے کے لئے ایک مناسب کلید بھی مل جاتی ہے۔

عام طور پر استعمال ہونے والے اظلالی تکنیک مندرجہ ذیل ہیں:

4.8.1.1 روشا کا سیاہی کا دھبہ

4.8.1.2۔ موضوعی۔ادراکی جانچ (TAT)

4.8.1.3۔ بچوں کے لئے موضوعاتی ادارکی جانچ

4.8.1.1۔روشا کا سیاہی دھبہ جانچ: یہ تکنیک سویڈن کے ماہر نفسیات ہرمن روشا نے تیار کی۔یہ ٹیسٹ 10 کارڈوں پر مشتمل ہے۔جن پر سیاہی کے دھبے موجود ہیں۔اس میں پانچ کارڈ رنگین ہیں اور بقیہ پانچ کارڈ کالے اور سفید ہیں۔ان کارڈوں پر بنائے گئے سیاہی کے دھبے پوری طرح غیر ساختی ہیں (Unstructured) ہیں اور ان کا کوئی مخصوص معنی نہیں ہیں۔

ٹسٹ کا نظم:

اس ٹسٹ میں موجود تمام کارڈس ایک ایک کرکے ایک مخصوص تسلسل میں پیش کیا جاتا ہے۔جس شخص پر یہ ٹسٹ دیا جاتا ہے اس کو

سب سے پہلے ضروری ہدایات دی جاتی ہیں اور پھر پہلا کارڈ دیا جاتا ہے۔اور پھر یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ اس میں آپ کو کیا نظر آ رہا ہے یا کیا دکھائی دے رہا ہے یا اس میں بنی ہوئی تصویر کس طرح کی نظر آ رہی ہے۔فرد کو جتنا وقت چاہے ہوتا ہے وہ اس کو دیا جاتا ہے۔اس کو اس بات کی بھی اجازت ہوتی ہے کہ وہ جتنا چاہے جوابات یا ردعمل دے سکتا ہے یا کسی بھی زاویہ سے کارڈ کو وہ دیکھ سکتا ہے یا گھما سکتا ہے۔ دیئے گئے ردعمل کو نوٹ کیا جاتا۔اس کے علاوہ ایک کارڈ میں کتنا وقت لیا گیا۔کارڈ کو کس زاویہ سے پکڑا گیا ان تمام تفصیلات کو بھی نوٹ کیا جاتا ہے۔ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ دوران ٹسٹ فرد کے جذباتی کیفیت اور اس کے برتاؤ و طرز عمل میں وقوع پذیر ہوئی تمام تبدیلیوں کو بھی نوٹ کیا جاتا ہے۔

جب تمام کارڈس پر ردعمل آ جاتا ہے تو آگے مرحلے میں یہ جانکاری لی جاتی ہے کہ یہ مخصوص ردعمل کی کیا وجوہات رہی ہیں۔

نشانات کا اندراج، تجزیہ اور نتائج اخذ کرنا (Scoring, Analysis and Interpretation of the Test)

نشانات کے اندراج کے مقصد سے کچھ مخصوص اشارہ جات دیے جاتے ہیں جن کو چار کالم میں مندرج کیا جاتا ہے جو کہ ذیل ہیں:

۱) وقوع (location)

۲) مواد (content)

۳) اختراعیت (originality)

۴) متعین کرنے والے عوامل (Determinants)

یعنی نشانات دینے کے دوران یہ دیکھا جاتا ہے کہ کارڈ کے کس حصہ کو دیکھ کر ردعمل دیا گیا ہے۔مکمل کارڈ پر کسی کارڈ کے کسی چھوٹے حصے کو ہی لیکر ردعمل دیا گیا ہے۔مواد کے نشانات دیتے وقت یہ دیکھا جاتا ہے کہ فرد کو کارڈ میں کیا نظر آ رہا ہے کوئی انسان نظر آ رہا ہے۔ جانور نظر آ رہا ہے یا انسانی تفصیلات یا کوئی بے جان اشیاء۔اختراعیت یا جدت کو جاننے کے لئے یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس ردعمل میں کوئی اختراعیت ہے یا عمومی ہے۔

متعین کرنے والے عوامل میں یہ چیز کو دیکھا جاتا ہے کہ اس کو کارڈ میں کوئی شبیہہ نظر آتی ہے یا رنگ کی بنیاد پر ردعمل دیا گیا ہے۔ رفتار کو نظر آتی ہے اور اسی کے لحاظ سے اندراج اور تجزیہ کیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا تمام عنصر کو نظر میں رکھتے ہوئے کسی بھی فرد کی شخصیت کی جانچ کی جاتی ہے۔

اس ٹسٹ کو نافذ کرنے کے لئے ممتحن کا ٹرینڈ یافتہ ہونا ضروری ہے ساتھ ہی ساتھ اس کو اسکورنگ اور ترجمانی میں مہارت ہونا ضروری ہے۔اس لئے اس کام کو ایک تربیت یافتہ ماہر نفسیات ہی انجام دے سکتا ہے۔

4.8.1.2 موضوعاتی ادار کی جانچ Thematic Apprecption Test

یہ ٹسٹ کچھ تصویروں کے ذریعہ کسی بھی فرد کا موضوعاتی ادراک کو جانچتا ہے۔امریکی ماہرین نفسیات ہینری مرے نے اسے

متعارف کروایا بعد میں سی ڈی مورگن نے شخصیت کے تعین کے لئے مرتب کیا۔

اس ٹسٹ میں 30 کارڈ ہیں جس میں انسان کی حقیقی زندگی کو ظاہر کرنے والی تصاویر بنی ہوئی ہیں۔اس دس تصاویر آدمیوں کے مخصوص ہیں اور دس عورتوں کے لئے۔ باقی دس مشترک یا عام ہیں۔اس میں جنس کی تخصیص نہیں ہے۔اس طرح ہر ایک کے لئے بیس کارڈس یا تصاویر ہیں۔

مطلوبہ شخص کو ایک کے بعد ایک کارڈ دیے جاتے ہیں اور ہر کارڈ پر جو مبہم تصویر ہے اس کے بارے میں ایک کہانی لکھنے کو کہا جاتا ہے۔مطلوبہ فرد کو واضح طور پر یہ بتادیا جاتا ہے کہ یہ ٹسٹ صرف اختراعی تخیل وفکر کے لئے ہے۔مقررہ وقت میں دی گئی تصویر کو دیکھ کر ایک کہانی مرتب کرنی ہے۔مرتب کرنے کے دوران مندرجہ بالا پہلوؤں کو ذہن میں رکھنا ہے۔

۱۔ تصویر میں کیا ہو رہا ہے۔

۲۔ کیا ہونے والا ہے اور

۳۔ اس کہانی کا ہیرو کون ہے یعنی کہانی کو کون آگے بڑھا رہا ہے۔

کہانی کو مرتب کرنے چونکہ وقت کم ہوتا ہے اس لئے فرد لاشعوری طور پر اپنی ذاتی خصوصیات کو شامل کر لیتا ہے۔اس طرح کہانی میں اس کی اپنی زندگی، خواہشات، پسند، ناپسند، تمنائیں، جذبات واحساسات وغیرہ شامل ہو جاتے ہیں۔

اس ٹسٹ کی خاص اہمیت یہ ہے کہ اس میں پوشیدہ محرکات، زندگی سے جڑی ہوئی پیچیدگیاں اور زندگی میں آنے والے تصادم ظاہر ہو جائے ہیں۔ایک ماہر جانچ کرنے والا احتیاط سے تجزیہ کرکے شخصیت کے پوشیدہ باب بھی جان سکتا ہے۔

نشانات وتجزیہ۔اس کہانی کا تجزیہ کرتے وقت کچھ اہم نکات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہوتا ہے:

☆ کہانی کا ہیرو: وہ کس قسم کی شخصیت کا مالک ہے۔

☆ کہانی کا موضوع: کہانی کا موضوع کس نوعیت کا ہے۔

☆ کہانی کا طرز: کہانی کتنی طویل ہے، کس طرح کی زبان کا استعمال کیا گیا ہے۔راست طور پر یا بالواسطہ۔متن کی ترتیب کیسے کی گئی ہے۔اختراعیت

وجدت موجود ہے یا نہیں۔

☆ کہانی کا متن یا مواد: کہانی میں کس طرح کی دلچسپیاں، احساسات اور روی جزبات بیان کیے گئے ہیں۔کہانی کے دوران کرداروں کا طرز عمل کس انداز سے بیان کیا گیا ہے یعنی ذہن کی داخلی حالات کیا ہے جو کہانی بیان کرتی ہے۔

☆ مجموعی صورتحال: فرد کا ردعمل مجموعی طور پر درج کرنا

☆ کہانی اختتام: خوشی، غم یا مزاحیہ انداز میں

☆ کسی بھی فرد کی ہمہ جہت شخصیت کا تعین تمام کارڈس کے مجموعی یا کلی ردعمل پر مبنی ہوتا ہے۔ایک ناتجربہ کار ممتحن کے ذریعہ

اغلاط کی گنجائش نہیں رہتی

ہے۔اس لئے جو بھی اس ٹسٹ کو نافذ کرے اور تجزیہ کرے اس کا تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے۔

4.8.1.3 بچوں کے لئے موضوعات ادارکی جانچ Children Appreception (CAT)

موضوعاتی ادارکی جانچ چونکہ چھوٹے بچوں کے لئے مناسب نہیں تھا۔اس لئے Leopold Bellack نے بچوں کے لئے CAT کو ترتیب دیا۔جن بچوں کی عمر 3 سے 10 سال ہوتی ہے ان کے لئے ہی مختص ہے۔TAT اور CAT کا طریقہ کار تقریباً یکساں یوتا ہے۔البتہ اس میں کارڈس صرف دس ہوتے ہیں اور تصاویر انسانوں کے بجائے جانوروں کی ہوتی ہے۔ان جانوروں کی تصاویر کو اصلی زندگی کے کسی نہ کسی صورتحال میں دکھایا گیا ہے۔اس میں کارڈس کے لئے جنس کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔یہ ہر کارڈ کو دکھا کر بچے کو اس پر کہانی بنانے کو کہا جاتا ہے۔اس طرح بچوں کی بنائی ہوئی کہانی میں اس کے اپنے مشاہدات، تجربات، ردعمل، جذبات واحساسات وابستہ ہوتے ہیں۔بچوں کی شخصیت اس کہانی کے ذریعہ منعکس ہوتی ہے۔کہانیوں کی توضیح مندرجہ بالا نکات کے ذریعہ کی جاتی ہے۔

- ☆ کہانی کا ہیرو
- ☆ کہانی کا موضوع
- ☆ کہانی کا اختتامیہ
- ☆ والدین کے تیئں رویہ
- ☆ خاندان کا رول
- ☆ تصویر میں باہر کی چیزوں کی موجودگی
- ☆ فکر و پریشانی کی نوعیت
- ☆ سزا کا تصور
- ☆ مدافعت اور بچاؤ
- ☆ دیگر عوامل رمتفرق اجزاء

ان تمام عناصر کی جامع جانچ کے بعد ہی معلم یا نفسیات کا ماہر بچہ کی شخصیت کو جانچ سکتا ہے۔

ان اظلالی تکنیک کے ذریعہ تحت الشعور اور لاشعوری دونوں کو جانا جاسکتا ہے۔اس تکنیک کے ذریعہ کوئی بھی چیز چھپانے کے مواقع نہیں ملتے ہیں اور شخصیت کو واضح طور پر پہچان لیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ یہ جانچ ہر طریقہ کے انسانوں پر کی جاسکتی ہے اور اس کے نتائج میں معتبریت پائی جاتی ہے۔مگر یہ جانچ کا طریقہ وعمل طویل ہے اور اس کے لئے نہایت ماہر اور تربیت یافتہ اشخاص کی ضروری ہوتی ہے جو عموماً آسانی سے دستیاب نہیں ہو پاتے ہیں۔

4.8.2 غیر اظلالی تکنیک Non Projective Techniques

غیر اظلالی تکنیک کے ذریعے راست طور پر شخصیت میں موجود خوبیوں کا مطالعہ و تجزیہ کیا جاتا ھے

4.8.2.1 مشاہداتی طریقہ کار (Observation Method)

مشاہدہ ایک مقبول طریقہ کار ہے جو کہ حقیقی زندگی میں کردار وطرز عمل کے طرز کا مطالعہ کے لئے بہترین طریقہ ہے۔اس طریقہ کار کو روبعمل سے پہلے مشاہدہ کار کو یہ متعین کرنا ہوتا ہے کہ وہ کون سی سرگرمیوں کا مشاہدہ کرے گا۔ یہ مشاہدہ دو طریقہ سے کیا جاسکتا ہے۔ پہلے کہ مشاہدہ کرنے والا یہ ظاہر نہ ہونے دے کہ وہ کسی کا مشاہدہ کر رہا ہے۔اور اپنی موجودگی کو پوشیدہ رکھے۔دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مشاہدہ جس گروہ یا شخص کا مشاہدہ کرنا چاہ رہا ہے اس گروہ کا حصہ بن جائے۔اور وہاں سے زیر مشاہدہ شخص کی تمام سرگرمیوں کا مشاہدہ کرتا رہے۔ مشاہدہ کو بہتر اور معتبر بنانے کے لئے مشاہدہ کار ٹیپ ریکارڈ، تصاویر، کیمرہ وغیرہ کا استعمال کرسکتا ہے۔اس طریقہ سے فرد کی شخصیت کے نمایاں پہلو سامنے آجاتے ہیں اور یہ بھی اندازہ لگ جاتا ہے کہ وہ مختلف حالات میں کس طرح کا طرز عمل کرتا ہے۔اس طریقہ کار میں مشاہدہ کار کی شخصی خصوصیات اور زیر مشاہدہ شخص سے اس کے تعلقات نتائج کو متاثر کرسکتے ہیں۔

4.8.2.2 سوالنامہ Questionnaire

اس طریقہ کار کے مطابق سوالات کی ایک لسٹ مرتب کی جاتی ہے۔اس میں ان پہلوؤں سے متعلق سوالات ہوتے ہیں جن کے بارے میں شخصیت کا اندازہ لگانا مقصود ہوگا ہے۔ یہ سوالنامہ واحد شخص یا گروپ کو ایک ہی وقت میں دیا جاسکتا ہے۔جو جوابات دیے جاتے ہیں ان کی روشنی میں شخصیت کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔مثال کے طور پر:

- ...... کیا آپ کو تنہا رہنا پسند ہے ہاں،نہیں؟
- ...... کیا آپ کبھی خود پر بھی ہنستے ہیں ہاں،نہیں؟

یہ شخصیت کو جانچنے کا ایک مقبول طریقہ ہے اور شخصیت کے متعلق کی جانے والی تحقیقات میں اس کا کافی استعمال کیا جاتا ہے۔

4.8.2.3 انٹرویو Interview

انٹرویو دراصل زبانی سوالنامہ ہے۔اس طریقہ کار میں فرد اور ماہر نفسیات معلومات اور تصورات کا آپسی تبادلہ کرتے ہیں۔یعنی اس طریقہ کار میں ایک فرد دوسرے فرد سے سوالات کرتا ہے اور ان سوالات کے جوابات یا ردعمل کے نتیجے میں شخصیت کے بارے میں اندازہ لگایا جاتا ہے۔اس دوبدو ملاقات وگفتگو میں فرد کی دلچسپیوں، ضروریات اور توقعات کے بارے میں جانا جاتا ہے۔انٹرویو عام طور پر دو طریقہ کا ہوتا ہے۔

- ...... منظّم انٹرویو
- ...... غیر ساختی انٹرویو

منظّم انٹرویو میں سوالات پہلے سے تیار کرلیے جاتے ہیں۔ ماہر نفسیات پہلے سے طے شدہ سوالات کے جوابات حاصل کرنے کی

کوشش کرتا ہے۔ وہ صرف جوابات کا متن ہی نہیں بلکہ لب ولہجہ، استعمال کی گئی زبان، روانی وتسلسل اور اپنے ہی دوسرے عوامل کا جائزہ لیتا ہے۔

غیر ساختی انٹرویو ایک لچکدار انٹرویو ہوتا ہے اس میں تبادلہ خیال کسی ایک لفظ تک محدود نہیں ہوتا۔کسی بھی موزوں مضمون پر بات کی جاتی ہے۔معلومات کی سطح کے علاوہ، انداز بیان، زبان کے استعمال کی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس طریقہ کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اس میں وقت کا ضیاع بہت ہوتا ہے۔بعض اوقات صحیح ردعمل یا شخصیت کے پوشیدہ ظاہر ہو پاتے ہیں۔

4.8.2.4 درجہ پیمائی Rating Scale

درج پیمائی کا استعمال قدیم زمانے سے رائج ہے۔ جب ہم بازار میں کوئی سامان (خصوصاً الیکٹرانک مشین وغیرہ خرید تے ھیں تو اس سامان پر rating لکھی ہوتی ہے۔ جیسے فرج پر پانچ اسٹار، چار اسٹار وغیرہ۔ یہ اسٹار اس شئے کی درجہ پیمائی کو ظاہر کرتی ہے۔ یعنی درجہ پیمائی کسی شخص یا شئے کی خوبی کو درجہ بند کرتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے طرز عمل، رویہ، پسند وغیرہ کی جانچ کرتی ہے۔ اس میں کسی فرد کی شخصیت کا اندازہ متعدد اشخاص کی آراء کو اکٹھا کر کے لگایا جاتا ہے جن اشخاص کی آرا رلی جاتی ہے۔ وہ متعلقہ شخص کے گردونواح کے ہونے چاہئیں۔ اس طریقہ کار میں بیانات پانچ یا سات درجوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔ اس میں کسی شخص کے بارے میں اندازہ لگانے کے لئے اس کی شخصیت کے کسی ایک پہلو کے بارے میں چند سوالات مرتب کر کے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی دانست میں کسی درست جواب پر نشان لگادیں۔ جس میں انہیں بتدریج کئی درجات (مثلاً اچھا، اوسط اور خراب یا پانچ درجات بہت اچھا، اچھا، اوسط، خراب اور بہت خراب) میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ زیادہ درجات دراصل رویہ یا وصف وغیرہ کا باریکی سے مطالعہ وتجزیہ کرتے ہیں۔

اس طرح درجہ پیمائی کسے مقداری یا معیاری وصف سے متعلق معلومات حاصل کرنے کیلئے تیار کئے درجات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ تشکیل اور ساخت کی بنیاد پر اس کی تین اقسام ہیں۔ سب سے زیادہ رائج لیکرٹ درجہ پیمائی ہے اس کا استعمال اور تشکیل آسان ہے درجہ پیما کو مختلف قسم کے خارجی خصائص کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے جیسے کہ قائدانہ صلاحیت، وقت کی پابندی، ایمانداری، واضح رہے کہ اس طریقہ کار میں صرف ایک خاصہ کی ہی درجہ پیمائی کی جاتی ہے۔ اس لئے یہ اہم ہے کہ خاصہ کی اچھی طرح سے وضاحت کی جائے تا کہ نتائج متاثر واثر انداز نہ ہوسکیں۔ اس طریقہ کار کا سب سے برا نقص یہ ہے کہ اس میں رائے کے اظہار میں ذاتی تعصب کے عمل دخل ہونے کا امکان قوی رہتا ہے۔

4.8.2.5 چیک لسٹ Check List

اس پیمانہ پر بچے یا فرد کی شخصیت کی جانچ اس کی متعدد خصوصیات پر نمبر فراہم کر کے کیا جاتا ہے۔ اور ان نمبرات کے کل میزان کی بنیاد پر فرد کے بارے میں یا کسی شخصیت کے بارے میں نتائج اخذ کئے جاتے ہیں۔

اس تکنیک کے تحت معلم طلبا کے طرز عمل کی ایک طویل فہرست تیار کرتا ہے جس میں اس کے مشاہدہ اور تجزیہ کے لحاظ سے یہ دیکھا

جاتا ہے کہ کون سی خوبیاں بچے کے طرز عمل میں ظاہر ہو رہی ہیں۔اس کے بعد نمبرات کے کل میزان کی بنیاد پر بچوں کی خوبیوں کے بارے میں نتائج اخذ کیے جاتے ہیں۔اس میں معقول و مناسب خوبیوں کے لئے 1+ اور غیر معقول خوبیوں کے لئے 1- نمبر دیا جاتا ہے۔

چیک لسٹ کی دو اقسام ہوتی ہیں۔ایک میں بچے سے متعلق کچھ خصوصیات یا خصلتیں دی ہوئی ہیں اور جانچنے والے سے یہ امید کی جاتی ہے جو بچے میں موجود خوبیوں پر صحیح کا نشان لگا دے مثال کے طور پر

☆ اطاعت شعار........................ ( )

☆ ملنسار.......................( )

☆ خوش مزاج ....( )

☆ جارح........................ ( )

دوسری طرح کی چیک لسٹ میں خوبیوں کے سامنے مقداری مندرج ہوتی ہے اور جانچ کنندہ سے یہ امید کی جاتی ہے وہ جس مقدار میں ہوں اس پر صحیح کا نشان لگا دیں۔

اوصاف	مقداری
	بہت زیادہ، زیادہ ....بہت کم
☆ وقت کا پابند	
☆ فرمانبرداری	
☆ ساتھیوں کے ساتھ ہمدردی	
☆ جزبہ	

4.8.2.6 رویہ کا پیمانہ Attitude Scale

رویہ کو جانچنے کے لئے براہ راست اور بالواسطہ دونوں طریقہ استعمال کیے جاتے ہیں۔یعنی کسی بھی موضوع کے تئیں فرد کے رویہ کا پتہ لگانا ہو تو براہ راست اس کی رائے مختلف طریقوں سے پتہ کرتے ہیں۔اسی میں ایک طریقہ رویہ اسکیل بھی ہے۔رویہ کا پیمانہ ایک مخصوص قسم کا سوالنامہ ہوتا ہے جس کے ذریعہ کسی حالات و واقعات کے تئیں کسی شخص کے احساسات و جذبات کی سمت اور شدت کی جانچ کی جاتی ہے۔یہ کبھی کبھی رویہ میں رونما ہونے والی تبدیلی کی بھی پیمائش کرتا ہے۔

4.8.2.7 واقعاتی ریکارڈ Anecdotal Record

واقعاتی ریکارڈ ایک کہانی کے مصداق ہوتا ہے۔لغوی معنی کے لحاظ سے Anecdotal کا تعلق ذاتی معلومات اور تجربات کی بنیاد پر مبنی ہوتا ہے۔اس میں معلم طلبا کی شخصیت کا مشاہدہ کر کے کچھ مختصر یادداشت رکھتا ہے۔اس میں خصوصاً اپنے طرز عمل کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔جو معمول سے ہٹ کر ہو۔وہ طرز عمل مثبت اور منفی دونوں ہو سکتے ہیں۔مجموعی طور پر ایسے ریکارڈ بچوں کی اصلاح، ہدایات اور ہمت

افزائی کے لئے بہت کارآمد ہوتے ہیں۔ایسے ریکارڈ بناتے وقت معلم کا غیر جانبدار رہنا بہت ضروری ہے تاکہ نتائج متاثر نہ ہوسکیں۔

کسی ایک واقعاتی ریکارڈ سے کسی طالب علم کی شخصیت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔کیونکہ ایک واقعہ یا طرز عمل کسی کی شخصیت کی صحیح عکاسی نہیں کرتا ہے۔بلکہ ایک سے زائد واقعات سے صحیح رائے قائم کی جاسکتی ہے۔

اس ریکارڈ کے ذریعہ بچے کی شخصیت کے خاص واہم پہلو ایک نظر میں ہی دکھائی دیتے ہیں۔اور طلبا کی انفرادی اصلاح کے مواقع مل جاتے ہیں۔معلم اور والدین دونوں مل کر بچہ کے طرز عمل کو بہتر بنانے کی سعی کر سکتے ہیں۔مگراس میں کافی وقت لگتا ہے اور ایک تربیت یافتہ استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔

4.9 فرہنگ Glossary

شخصیت : لغوی معنی نقاب یا ماسک جو اداکاری کے دوران اداکار چہرے پر لگاتے تھے۔شخصیت سے مراد فرد کے نفسی و طبعی وصف کا وہ

فعال نظام جو کہ فرد کا اس کے ماحول کے ساتھ منفرد مطابقت کو متعین کرتا ہے۔

وصف (Trait) : وصف شخصیت کی ایسی نمایاں خصوصیت کو کہتے ہیں جو کہ افراد کی نشاندہی کرنے میں مددگار ثابت ہوتی۔

توارث : توارث سے مراد ان عوامل سے ہے جو کسی بچہ میں جبلی اور خلقی طور پر ماں کے پیٹ میں نطفہ ٹھہرنے کے فوراً بعد موجود

ہوتے ہیں

ماحول : ماحول سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو خارجی طور پر افراد کی نشو ونما کو متاثر کرتی ہیں۔

مربوط یا ہمہ جہت شخصیت: مربوط شخصیت سے مراد ایک ایسی شخصیت سے ہے جو اپنے گردوپیش کے ساتھ کامل ارتباط قائم کرتا ہے اور زندگی کی آنے والی

تبدیلیوں کے ساتھ مطابقت قائم کرنے کا اہل ہو۔

اظلالی تکنیک (Projective Techniques): اظلالی تکنیک شخصیت کو جانچنے کا ایک آلہ ہے جس میں مبہم تصاویر، غیر ساختی محرکہ، سیاہی کے

دھبے، ادھورے جملوں کے ذریعہ اپنے پوشیدہ جذبات اور اندرونی تصادم کا انعکاس

کر دیتا ہے۔

غیر اظلالی تکنیک (Non- Projective Techniques): شخصیت کو جانچنے کی وہ تکنیک جو راست طور پر فرد سے اس کی شخصیت کے پہلوؤں کے بارے میں جاننے خواہ وہ سوالنامہ کے ذریعہ ہو یا انٹرویو

4.10 یادرکھنے کے نکات

☆شخصیت انگریزی لفظ Personality کا اردو ترجمہ ہے۔اور Personality لاطینی زبان Persona سے ماخوذ ہے۔جس کا معنی ہے نقاب یا ماسک دراصل اسٹیج پر اداکاری کے دوران اداکار جس کا رول نبھاتے تھے اس کا ماسک اپنے چہرے پر لگا لیا کرتا۔یعنی ماسک پہن کر اس کی شخصیت کو اپنا لیا کرتے تھے۔یعنی لغوی معنوں میں دیکھیں تو شخصیت کو باہری یا ظاہری معنوں میں لیا گیا ہے

☆آل پورٹ نے شخصیت کی ایک تعریف دی جو کہ اب تک سب سے جامع تعریف مانی جاتی ہے۔"شخصیت فرد کے نفسی وطبعی وصف کا وہ متحرک نظام ہے جو کہ فرد کا اس کے ماحول کے ساتھ منفرد مطابقت کو متعین کرتا ہے

☆فرد کی شخصی خصوصیات کی بنیاد پر شخصیت کو منقسم کیا گیا ہے۔اس کے ذریعہ لوگوں کی ان کی خصوصیات کی بنیاد پر درجہ بندی کر سکتے ہیں۔جس میں پہلی

طرز وضع پر مبنی طرز رسائی اور دوسری اوصاف پر مبنی طرز رسائی ہے۔

☆توارث سے مراد ان عوامل سے ہے جو کسی بچے میں جبلی اور خلقی طور پر اس کی ماں کے پیٹ میں نطفہ ٹھہرنے کے فوراً بعد موجود ہوتے ہیں۔معلم کو اگر شخصیت کو بہتر طریقہ سے سمجھنا ہے تو توارث اور اس کے پیچیدہ حقائق کا مطالعہ کرنا بھی ضروری ہے بنیادی طور پر ہمیں ایک مخصوص ساخت سے متعلق ایک رجحان اور ایک مخصوص طریقہ پر کام کرنے کا رجحان ورثے میں ملتا ہے۔مثال کے طور پر جسم کا مخصوص وزن حاصل کرنے کا رجحان،جسم کی ساخت، مٹاپے کا تناسب،عضلائی خلیوں کا سلسلہ،اعضا کی لمبائی،کھال،بالوں کا رنگ،آنکھوں کا رنگ وغیرہ۔

☆ماحول سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو خارجی طور پر افراد کی نشوونما کو متاثر کرتی ہے۔ماحول بچے کے مزاج،رویہ،جسمانی اور ذہنی صحت،اخلاق وکردار پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ماحول اور اچھی تربیت بچے کی شخصیت پر مثبت اثرات مرتب کرتے ہیں اور ان کے کرادر میں تغیر لاتا ہے۔ان کو معاشرتی مطابقت کے قابل بناتا ہے۔

☆مربوط اور ہمہ جہت شخصیت سے مراد ایک ایسی شخصیت ہے جو اپنے گردوپیش کے ساتھ کامل ارتباط قائم کرتا ہے۔اور جس کا جسمانی،ذہنی اور نفسیاتی ارتباط وتعلق ہر سطح پر نظر آتا ہے۔

☆ : شخصیت کو جانچنے کی اظلالی تکنیک فرد کے لاشعور کا مطالعہ کرتے ہیں۔یعنی فرد کے شخصیت کے وہ پہلو جو ظاہر نہیں ہوتے ہیں لیکن عیاں پہلوؤں سے زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔فرائڈ کے مطابق ہمارے طرز عمل کا صرف 10 فیصد حصہ شعوری ہے بقیہ جو ظاہر نہیں ہیں۔وہ ہمارے لاشعور میں موجود ہیں مگر انسان کے طرز عمل کو متاثر اور متعین کرتا ہے۔

☆غیر اظلالی تکنیک کے ذریعے راست طور پر شخصیت میں موجود خوبیوں کا مطالعہ وتجزیہ کیا جاتا ھے

4.11 نمونہ امتحانی سوالات Model Examination Question

4.11.1 طویل جوابی سوالات

۱۔ شخصیت کا تصور واضح کرتے ہوئے اس کی نوعیت بیان کریں۔

۲۔ شخصیت کے اقسام بیان کریں؟ وصف پر مبنی طرز رسائی کا حوالہ دیتے ہوئے آل پورٹ کی درجہ بندی کو مفصل بیان کریں۔

۳۔ شخصیت کی طرز یا وضع پر مبنی اقسام بیان کریں۔

۴۔ شخصیت کو اثر انداز کرنے والے عوامل میں توارث کے رول کو واضح کریں۔

۵۔ والدین اور ہمسائیگی کس طرح شخصیت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ایک تفصیلی نوٹ لکھیں۔

۶۔ مربوط شخصیت سے کیا مراد ہے۔مربوط شخصیت کے نشو ونما آپ طلبا میں کس طرح کریں گے۔

۷۔ شخصیت کی جانچ کے کون کون سے طریقہ کار ہیں۔ایک متعلم کی شخصیت کو جانچنے کے لئے کون سا طریقہ آپ بہتر سمجھتے ہیں۔

۸۔ غیر اظلالی تکنیک پر ایک مفصل نوٹ لکھیں۔

۹۔ اظلالی تکنیک کون کون سی ہیں۔ان تکنیکوں کے ذریعہ شخصیت کی جانچ کے لئے ایک تربیت یافتہ استاد کیوں ضروری ہے۔

۱۰۔ ایک معلم کے لئے واقعاتی ریکارڈ کس طرح مددگار ہوسکتا ہے۔

4.11.2 مختصر جوابی سوالات

۱۔ شخصیت کا معنی و مفہوم کیا ہے؟

۲۔ شخصیت کے کتنے اقسام ہیں۔

۳۔ شخصیت کی وضع پر مبنی طرز رسائی کیا ہے۔

۴۔ شخصیت کی آیورویدک اور یونانی درجہ بندی بتائیں۔

۵۔ اوصاف پر مبنی طرز رسائی کی معنی و مفہوم بیان کریں۔

۶۔ توارث کیا ہے؟ یہ شخصیت پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔

۷۔ ماحولی عناصر کس طرح شخصیت کو مزین کرتے ہیں۔

۸۔ مربوط شخصیت کو واضح کریں۔

۹۔ شخصیت کی جانچ کے کون کون سے طریقہ کار ہیں۔

۱۰۔ روشا سیاہی کے دھبوں والے ٹسٹ کے بارے میں بتائیں

۱۱۔ ٹی ای ٹی اور سی ای ٹی میں فرق واضح کریں۔

۱۲۔ مشاہدہ کے ذریعہ کس طرح شخصیت کی جانچ کی جاسکتی ہے۔

۱۳۔ انٹرویو کے ذریعہ آپ طلبا کی شخصیت کی کیسے جانچ کریں گے۔

۱۴۔ واقعاتی طریقہ کار آپ اپنے اسکول میں کیسے استعمال کریں گے۔

معروضی سوالات

۱۔ شخصیتکس زبان کے لفظ سے ماخوذ ہے۔

۱)انگریزی

۲)لاطینی

۳)جرمن

۴)ہندی

۲۔ شخصیت کو جانچنے کا وہ کون سا طریقہ ھے جس کے ذریعہ پوشیدہ پہلوؤں کی بھی جانچ ہو جاتی۔

(۱)غیر اظلالی تکنیک

(۲)انٹرویو

(۳)اظلالی تکنیک

(۴)سوالنامہ

۳۔روشاک سیاہی کے دھبے میں کتنے کارڈ ہیں۔

(۱)پانچ

(۲) دس

(۳) بیس

(۴) تیس

۴۔ سی۔اے۔ٹی کس عمر کے بچوں کے لیے مختص ہے۔

(۱) ۲ ۔ ۴ سال

(۲) ۲ ۔ ۸ سال

(۳) ۳ ۔ ۱۰ سال

(۵) ۵ ـ ۱۵ سال

۵۔ ٹی اے ٹی کتنے کارڈس پر مشتمل ہے۔

(۱) دس

(۲) پانچ

(۳) آٹھ

(۴) تیس

۶۔ کس کے ذریعہ دی گئی شخصیت کی تعریف کو جامع تعریف مانا جاتا ہے۔

(۱) آل پورٹ

(۲) فرائیڈ

(۳) ایڈلر

(۴) مورگن

اکائی۔۵۔(A) متعلم اور اکتساب کی نفسیات

Psychology of Learner and Learning

ساخت

مقاصد

5.1 تعارف

5.2 اکتساب، اکتساب کا تصور، مراحل اور اکتسابی اصول

5.3 اکتساب پر اثر انداز ہونے والے عوامل،

بچے کے انفرادی اختلافات جیسے طبعی اختلاف، سماجی اختلاف، جذباتی اختلاف، تعلیمی عناصر

5.4 اکتسابی منتقلی، تصور، منتقلی کے اقسام، مثبت منتقلی کے فروغ میں معلم کا رول

5.5 حافظہ اور بھولنا، تصور، بھولنے کی وجوہات، یادداشت کو فروغ دینے کے مؤثر طریقہ

5.6 فرہنگ

5.7 یاد رکھنے کے نکات

5.8 خلاصہ

5.9 سفارش کردہ کتب

مقاصد Objectives

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ اکتساب اور اس کے تصور اور مراحل سے واقف ہوں گے۔

☆ اکتساب پر اثر انداز ہونے والے عوامل سے واقف ہوں گے۔

☆ اکتساب کے مختلف اصولوں اور نظریات سے واقف ہوں گے۔

☆ اکتسابی منتقلی اور اس کے ذریعہ مثبت منتقلی کو ایک معلم ہونے کے ناطے کیسے فروغ دیں گے، اس کی معلومات ہوں گی۔

☆ حافظہ اور اس کی اہمیت سے واقف ہوں گے۔

☆ بھولنے کے وجوہات اور یادداشت کو فروغ دینے کے موثر طریقوں سے بھی واقف ہوں گے۔

5.1 تعارف Introduction

اس اکائی میں ہمارا موضوع ''اکتساب۔اکتساب کا تصور ومراحل اور اکتسابی اصول اکتساب پر اثر انداز ہونے والے عوامل جیسے انفرادی اختلافات جیسے طبعی سماجی جذباتی اختلافات اور تعلیمی عوامل، اکتسابی منتقلی، تصور منتقلی کے اقسام، مثبت منتقلی کے فروغ میں معلم کا رول، اس کے علاوہ حافظہ اور بھولنا، اس کا تصور، بھولنے کے وجوہات۔ یادداشت کو فروغ دینے کے موثر تدابیر اور طریقے وغیرہ شامل ہیں۔

ایک معلم کی حیثیت سے طلباء میں اکتساب اور اس کی اہمیت طلباء کو نئی صورتحال سے نمٹنے کے لیے درکار اکتسابی مہارتوں کی منتقلی میں ایک معلم کا کردار اور اس کے علاوہ بھولنا، بھولنے پر اثر انداز ہونے والے عوامل اسی طرح یادداشت اور یادداشت کو فروغ دینے کے تدابیر اور طریقوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

5.2۔ اکتساب۔اکتساب کا تصور۔مراحل اور اکتسابی اصول:

بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو اپنی بقا کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔غذا حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چیزوں کے نہ ملنے پر غم وغصے کا اظہار کرتا ہے۔یعنی چند افعال پر وہ قادر ہوتا ہے۔اور یہ چیزیں اپنے طور پر کرتا ہے۔یعنی قدرتی طور پر اس کو چند صلاحیتیں عطا ہوتی ہیں۔ جس کو انجام دینے کے لیے اس کو چند چیزیں سیکھنی پڑتی ہے۔اس کو اکتساب کہتے ہیں۔

نفسیات میں اکتساب کو Care of Psychology بھی کہا جاتا ہے۔اکتساب تعلیمی طریقوں میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔اکتساب تمام عمر جاری رہنے والا عمل ہے۔ یہ پیدائش سے موت تک انسان کے ساتھ ساتھ چلتا رہتا ہے۔محرکہ اکتساب کا دل کہلاتا ہے۔اکتسابی عمل مسلسل تبدیل ہوکر وقوع پذیر ہوتا ہے۔ایک طرف سیکھنے کے دوران معلومات اور مہارتوں میں اضافہ ہوتا ہے تو دوسری طرف اس کے کردار میں موزوں تبدیلی رونما ہوتی ہے۔

اکتساب کا تصور (Concept of Learning)

اس حصہ میں اکتساب سے متعلق مختلف تصورات کو سمجھیں گے۔مختلف ماہرین نفسیات کے مطابق ان کے نظریات:

- ☆ آرتھر گیٹس کے مطابق '' تجربات کے ذریعہ فرد کے برتاؤ کی اہم تبدیلی کو اکتساب کہتے ہیں۔
- ☆ جی۔ڈی۔بوج (G.D.Butch) کے مطابق '' محرکہ اور رد عمل کے درمیان مضبوط تعلق اکتساب کہلاتا ہے۔
- ☆ Garrage کے مطابق '' کردار میں ربط وضبط کو اکتساب کہتے ہیں''۔
- ☆ اسمتھ (Smith) کے مطابق '' اکتساب کردار اصول تجربات میں پختگی یا کمزوری ہے''۔
- ☆ Crow & Crow کے مطابق '' اکتساب، معلومات اور رویے کی تبدیلی کا نام ہے''
- ☆ Wood Worth کے مطابق '' اکتساب نئی معلومات اور نئے رد عمل کا طریقہ کار ہے''
- ☆ Gardnar Murphy کے مطابق '' اکتساب کا مطلب کردار میں کسی بھی قسم کی تبدیلی جو مخصوص حالات یا واقعات سے نمٹنے

کے لیے ہوا اکتساب کہلاتی ہے۔

لیکن بعض ماہرین نفسیات یہ کہتے ہیں کہ کردار میں وقتی طور پر تبدیلی ہوسکی ہے۔اس کو اکتساب نہیں کہا جاتا ہے۔ بلکہ کردار میں مستقل تبدیلی کا نام اکتساب ہے۔

اکتساب کے مقاصد:

وقت کے ساتھ ساتھ جسم میں رونما ہونے والی تبدیلیاں پختگی کی طرف لے جاتے ہیں۔

بچے کے رجحانات اور میلانات کو بڑھاوا دینے والا اکتساب کہلاتا ہے۔مطابقت سے رشتہ رکھنے والا عمل اکتساب کہلاتا ہے۔

تیرنا، کار چلانا وغیرہ صلاحیتیں کے سیکھنے کے لیے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔اکتساب کے لیے تین عوامل کی ضرورت ہوتی ہے۔

(1)محرکہ (2) شوق (3)دلچسپی

محرکہ اکتساب کا دل کہلاتا ہے۔

نوٹ: کسی بھی کردار کو S-R سے ظاہر کیا جاتا ہے جہاں S کے معنی مہیج (Stimulus) اور R کے معنی جوابی ردعمل (Response)کے

ہیں۔S-R کے درمیان جو رشتہ ہے اسے Bond کہتے ہیں۔

اکتسابی مراحل (Learning Prosess):

اکتسابی عمل سے مراد جو کچھ ہم سیکھتے ہیں یہ عمل زندگی بھر جاری رہتا ہے۔ یہ انسان اپنے کردار کو نبھاتا ہے اور جو کچھ سیکھتا ہے اس کا اثر اس کے کردار پر نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔اکتسابی عمل کے واقع ہونے کے لیے کسی ضرورت کا لاحق ہونا ضروری ہے یا محرکہ کا پیدا ہونا ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کی جانے والی کوشش سے جو برتاؤ میں تبدیلی رونما ہوتی ہے اکتساب کہلاتی ہے۔

کوئی ایسا قانون نہیں ہے جس میں اکتساب کے لیے ہر وقت کوئی ضرورت پیش آئے۔بعض اوقات ہم میں یہ محرکہ یا دلچسپی پیدا ہوتی ہے کہ ہم کوئی نئی چیز کی ایجاد کریں۔نئی چیزوں کی ایجاد کے دوران بھی اکتساب ہوسکتا ہے۔کامیاب معلم طلباء میں محرکہ پیدا کرکے اکتساب کے لیے راغب کرتا ہے۔اکتساب کا عمل حسب ذیل شکل کے ذریعہ بتلایا جاسکتا ہے۔

خاکہ

☆ اکتساب کا پہلا مرحلہ محرکہ ہے۔ضرورت محسوس ہوتا یا محرکہ پیدا ہوتا ہے۔

☆ دوسرا مرحلہ مقصد ہے۔اکتساب با مقصد ہونی چاہیے۔

☆ تیسرا مرحلہ مقصد کو حاصل کرنے میں رکاوٹیں اور ان رکاوٹوں کو دور کرنا۔

☆ رکاوٹیں۔انفرادی بھی ہوسکتی ہیں اور سماجی بھی ہوسکتی ہیں۔

☆ محرکہ اندرونی اور بیرونی محرکہ کے ذریعہ مقصد منزل طے کرلینا ہے۔

اکتسابی اصول(Principles of Learning):

اکتسابی عمل کی وضاحت کرنے کے لیے متعدد نظریات ماہرین نے پیش کئے ہیں۔جس میں تھارن ڈائیک۔ پالوف۔اسکنر وغیرہ نے کئی جانوروں جیسے کتے۔ بلی۔ چوہے۔کبوتر۔مرغی کے چوزوں وغیرہ پر کئی تجربات کئے ہیں اور ان ہی تجربات کی روشنی میں اکتساب اور اکتسابی اصولوں کو مرتب کیا ہے۔

تھارن ڈائیک کے اکتسابی قوانین:

(1) قانونِ آمادگی (Law of Readiness)

(2) قانونِ تاثیر(Law of Effect)

(3) قانونِ مشق(Law of Exercise)

(4) قانون شدت(Law of Intensity)

تھارن ڈائیک کے ذیلی قوانین:

(1) کثیر جوابی ردعمل کا قانون

(2) Preposition سیٹ کا قانون

(3) Partial Activity یا جزوی عمل کا قانون

(4) Analogy مماثل مشابہہ قانون

(5) Associate یا شراکت کا قانون

قانون آمادگی:

اگر بچہ پڑھنے کے لیے آمادہ ہو تو مہیج اور جوابی ردعمل کا درمیانی رشتہ یعنی Bond طاقتور ہوجاتا ہے۔اگر بچہ پڑھنے پر آمادہ نہ ہو تو مہیج اور جوابی ردعمل کا درمیانی رشتہ کمزور ہوجاتا ہے۔

☆ جب بچہ عملی طور پر سیکھتا ہے تو اس میں داخلی اور خارجی عوامل شامل ہوتے ہیں۔داخلی عوامل میں تحریک، اُمگیں، خواہشات، مقصد کو

حاصل کرنے کی چاہت، دلچسپی، جسمانی صلاحیت وغیرہ کا شمار ہوتا ہے۔ جب کہ خارجی عوامل میں سماجی، معاشی حالت، تدریسی ماحول، تدریسی اوقات مقام، تدریسی جماعت، انتظام وغیرہ کا شمار کیا جاتا ہے۔

جب بچہ کام کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو اس کا کام کرنا، سکون و اطمینان بخش ہوتا ہے اور اگر انجام نہ پاسکا تو تکلیف اور بے چینی ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں آمادگی سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی بچہ کام کرنے کے لیے بالکل آمادہ ہوتا ہے۔ اگر اسے بغیر روک ٹوک کے انجام دینے کا موقع مل جائے تو اس کو مسرت اور خوشی ہوگی اور اگر رکاوٹ رنج و تکلیف ہو تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک بچہ مدرسہ سے آکر کھیلنے لگے۔ اگر اسے اس وقت زبردستی پڑھنے پر مجبور کیا جائے تو اسے بیزارگی ہوگی اس لیے مدرس کو چاہیے کہ وہ بچے میں آمادگی اور دلچسپی پیدا کرے تاکہ مشکل سے مشکل کام کو دلچسپی صحت اور عمدگی کے ساتھ انجام دے سکے۔

قانون آمادگی کی تعلیمی اہمیت:

قانون آمادگی سے معلم کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ بچوں میں کام کی طلب پیدا کرے۔ جب ایسی طلب بچہ میں پیدا ہو وہ مشکل سے مشکل کام کو بھی صحت و عمدگی کے ساتھ انجام دینے لگتا ہے۔ بس ضروری ہے کہ وہ معلم ہمیشہ بچے کی دلچسپیوں کی خط پر چلیں کیونکہ ہر قسم کے اکتساب کے لیے ذاتی تحریک اور دلچسپی کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

☆ اس قانون کی تعلیمی اہمیت معلم کے لیے یہ ہے کہ وہ سکھاتے وقت مضمون کے کسی بھی یونٹ کے ذیلی یونٹ بنا کر پیش کرے اور انتہائی عام اور فہم زبان میں بچوں سے تفہیم کریں۔

قانونِ تاثیر:

اگر دورانِ اکتساب بچوں میں اطمینان پایا جاتا ہے تو مہیج اور جوابی ردعمل کے درمیان کا رشتہ مضبوط ہو جاتا ہے اگر بچے میں دورانِ اکتساب غیر مطمئن حالات موجود ہوں مہیج اور جوابی ردعمل کو جوڑنے والا رشتہ کمزور پڑ جاتا ہے اگر اکتساب کے دوران بچوں کی Rewarding یعنی انعام، حوصلہ افزائی کی جائے تو مہیج اور جوابی ردعمل کو جوڑنے والا رشتہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور اگر سزا کا طریقہ آزمایا جائے تو درمیانی رشتہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ جوابی حرکت کے نتیجہ کے طور پر کوئی خوشگوار حالت وقوع پذیر ہوتی ہے تو اس کا تعلق کے استحکام میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر تعلق قائم ہونے کے ساتھ بیزارگی ہو تو اس تعلق کی فوقیت میں کمی واقع ہوگی۔ مثلاً اگر بچہ زیادہ مٹھائی کھا کر پیٹ کے درد میں مبتلا ہو جاتا ہے تو وہ مٹھائی سے دور بھاگتا ہے۔ بشرطیکہ اس کو اس بات سے واقفیت کروائی جائے کہ اسے درد مٹھائی کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسری وجہ سے ہوا ہے۔ پھر وہ مٹھائی کی طرف راغب ہوگا۔ اسی طرح دوران سبق میں بچوں کو جھڑکیاں اور سزائیں نہیں دینی چاہیے۔ لیکن جس سبق کی تعلیم و تفہیم دلچسپی اور موضونیت کے ساتھ ہو تو بچہ کی اس سے وابستگی اور دلچسپی پیدا ہوگی۔

قانون تاثیر کی تعلیمی اہمیت:

عمدہ درسی عمل میں حوصلہ افزائی، تعریف اور انعامات کی غیر معمولی اہمیت ہوتی ہے۔ اگر کمرہ جماعت میں کوئی طالب علم کسی سوال کا عمدہ جواب دیتا ہے تو معلم کو چاہیے کہ اس کی حوصلہ افزائی کرے جیسے شاباش وغیرہ کہے۔ جس سے طلباء میں ذہنی اطمینان اور مسرت ہوگی

اور بعض موقعوں پر انہیں انعامات وغیرہ سے نوازا جائے تو ان میں اور بھی بہتری ہوگی۔ اس کے برخلاف معلم طلباء کو سزا اور غیر اخلاقی جملوں کا استعمال کرے تو اس کے مضر اثرات مرتب ہوں گے۔

قانونِ مشق:

اس قانون کو تکرار یا اعادہ کا قانون بھی کہا جاتا ہے۔ اگر اکتساب کے دوران بچوں کو زیادہ مشق کروائی جائے تب مہیج اور جوابی رد عمل کا رشتہ طاقتور ہوگا اور اگر بچوں کو زیادہ مشق نہ کروائی جائے تو یہ رشتہ کمزور ہو جائے گا۔ اس قانون کو تکرار اعادہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس قانون کو انگریزی کہاوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ''Practise Makes a Man Perfect'' اس کا مطلب یہ ہے کہ بار بار اعادہ کرنے سے علم قائم رہ سکتا ہے۔ یہ تعلیم میں خاص کر ریاضی کے مضمون کے لیے کافی کارآمد ہوتا ہے۔

قانونِ مشق کے دو حسب ذیلی قوانین ہیں

(۱) قانونِ استعمال (Law of Used)

(۲) قانون عدم استعمال (Law of Disuse)

(۱) قانونِ استعمال (Law of Used):

جب کوئی محرک مہیج اور جوابی ردعمل میں ایک تغیر پذیر تعلق یعنی Bond قائم کیا جاتا ہے اور اس تعلق کا بار بار اعادہ ہوتا ہے تو وہ تعلق استوار اور مستحکم ہوتا ہے۔ اور پھر اس مخصوص عمل کے اکتساب میں کوئی عضویاتی دشواری محسوس نہیں ہوتی۔

(۲) قانون عدم استعمال (Law of Disuse):

جب کسی مہیج اور جوابی ردعمل یعنی Response میں کوئی تغیر پذیر تعلق Bond کچھ عرصے تک قائم نہیں کیا جاتا تب وہ تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔

☆ قانون مشق کی بنیاد عصبی نظام کی تغیر پذیری ہے۔ اکتساب کے شروع میں بہت سے اعصابی سلسلے حرکت میں آتے ہیں لیکن رفتہ رفتہ کمی واقع ہوتی ہے۔ اور جب بار بار اس کا اعادہ ہوتا ہے اس کا اثر اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے یہ مسلمہ ہے کہ کسی ہنر میں مہارت اس کی تکمیل مشق سے ہوتی ہے اور جب اس فن یا ہنر کی مشق ترک کر دی جائے تو وہ اثر بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ تعلیم میں بچوں میں موزوں اور عمدہ جوابی حرکات کا موقع زیادہ سے زیادہ رہنا چاہیے۔

قانونِ مشق کی تعلیمی اہمیت:

معلم کو کسی بھی قسم کی تعلیم دینے کے لیے مشق کی ذمہ داری قبول کرنا چاہیے۔ ریاضی کے مسئلے حل کرنے کے لیے ان سے بہت زیادہ مشق کروانا چاہیے۔ جملوں کی قسمیں، کہاوتوں کا جملوں میں استعمال کروانا، سائنسی مضامین میں تجربات کی مشق کروانی چاہیے۔ اس کے علاوہ کمپیوٹر ایجوکیشن، آرٹ ایجوکیشن ان تمام میں مشق کی یا اعادہ کی بے حد ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا معلم ایسے تکنیکس کو عمل میں لائے جس کے ذریعہ سے بچوں میں مشق کی عادت کو فروغ دیا جاتا ہے جس سے تدریسی عمل بھی مؤثر ثابت ہوتا ہے۔

قانونِ شدت(Law of Intensity):

خوشگوار ماحول میں سیکھنے والے طلباء جو پوری حسرت کے ساتھ سیکھتے ہیں اور انہیں کافی فائدہ بھی پہنچاتا ہے۔ تحقیق سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ طلباء میں جتنی حوصلہ افزائی اور ہمت افزائی کی جائے اتنا ہی ان میں کسی اکتساب کو کرنے کا جذبہ ابھرتا ہے۔ اور سیکھنے کا عمل بھی کافی تیزی کے ساتھ یقینی بن جاتا ہے۔ اس کو قانونِ شدت کہا جاتا ہے۔ اکتساب پر انعام کے کیا اثرات پڑتے ہیں، جانچنے کے لیے جوابی ردعمل اور انعام کے درمیان پایا جانے والا وقفہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جوابی ردعمل یا Response اور انعام کے درمیان وقفہ جب کم ہوگا سیکھنے کا عمل اتنا ہی زیادہ طاقتور ہوگا۔

5.3 اکتساب پر اثر انداز ہونے والے عوامل:

اکتساب پر اثر انداز ہونے والے عوامل، اکتسابی عناصر کہلاتے ہیں۔ عام طور پر اکتساب پر اثر انداز ہونے والے عوامل کو حسب ذیل قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(a) سیکھنے والے سے متعلق

(b) سیکھے جانے والے مواد سے متعلق

(c) اکتسابی طریقوں سے متعلق

(a) سیکھنے والے سے متعلق:

طالب علم کا انفرادی فرق جیسے طبعی، سماجی۔ جذباتی اور تعلیمی عوامل شامل ہیں۔

انفرادی فرق:

ہر فرد ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے اس میں ہر طرح کا فرق نظر آتا ہے۔ جیسے جذباتی فرق۔ جسمانی فرق۔ سماجی فرق اور تعلیم میں بھی فرق ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سیکھنے کی رفتار، سیکھنے کا وقت ہر فرد کے لیے علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے لہٰذا اس خصوص میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اکتساب پر انفرادی اختلاف کا بھی بہت حد تک اثر ہوتا ہے۔ سیکھنے والے سے متعلق اکتسابی عناصر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(1) جسمانی عنصر Physical Factor

(2) ذہنی عنصر Mental Factor

(1) جسمانی عنصر Physical Factor:

جسمانی عنصر کے تحت (a) عمر Age (b) پختگی Maturity (c) تکان Fatigue

(a) عمر Age :

اکتساب کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ البتہ مقررہ عمر میں ہی اکتساب کو موثر طریقہ سے حل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً شیر خوار بچہ

اکتساب کو حاصل نہیں کر پاتا کیونکہ اس میں پختگی کا فقدان ہوتا ہے۔اسی طرح زیادہ عمر دراز افراد کو بھی اکتساب حاصل کرنا دشوار ثابت ہوتا ہے کیونکہ عمر کی زیادتی کی وجہ وہ موثر انداز سے اکتساب نہیں کر پاتے۔

(b) اکتساب کا اثر پختگی پر:

اکتساب کے لیے بلوغیت کا ہونا بہت ضروری ہے۔کسی بھی فرد کے کچھ سیکھنے سے پہلے اس کے حسی اعضا اور عصبی نظام کو ایک سطح تک پہنچا جائے۔ایک چھوٹے بچے کہ ایک چھوٹی شئے میں اضافہ کے لیے کیا جائے تو وہ انگلیوں اور انگھوٹے کا صحیح طور پر استعمال نہیں کر سکتا۔ایک سالہ بچے کو ضرب کے پہاڑے سکھائے جا سکتے۔یہی وجوہات کی بنا اور دوسری مہارتوں کی بنیاد پر کوئی بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک کم عمر لڑکا سیکھنے کے قابل نہیں رہتا بعض چیزوں کو سیکھنے کے لیے معلومات قوت۔تجربہ۔جدت پسندی وغیرہ جیسی صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ تمام صلاحیتیں سن بلوغ کو پہنچنے کے ساتھ ہی طلباء بہتر طور پر حاصل کر سکتیہیں۔اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اکتساب کا انحصار بلوغیت پر ہے۔

(c) تکان (Fatigue): کسی کام کو لگا تار کرنے یا مسلسل لگے رہنے سے تکان پیدا ہوتی ہے۔تکان کا مطلب تھکاوٹ ہے۔تکان دو طرح کی ہوتی ہے ایک عارضی تکان اور دوسری مستقبل تکان۔عارضی تکان میں وقفہ یا Interval کے ذریعہ اسے دور کیا جا سکتا ہے۔اس کے برخلاف مستقل تکان کے لیے مستقل آرام کی ضرورت ہوتی ہے جس میں اکتساب صفر ہو جاتا ہے۔اس کے بعد اکتساب حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

ذہنی عنصر (Mental Factor):

ذہنی عنصر کے تحت (a) دلچسپی (Interest) (b) توجہ Attention (c) محرکہ Motivation

(a) دلچسپی (Interest):

کسی بھی اکتساب کے لیے دلچسپی کا ہونا بے حد ضروری ہوتا ہے۔اگر دلچسپی نہ ہو تو اکتساب کا ہونا مشکل ہے۔دلچسپی اگر ہوتی ہے تو سیکھے جانے والے مواد پر ذہانت مرکوز ہوتی ہے۔

(b) توجہ Attention:

اکتساب میں جس طرح سے دلچسپی کو اہمیت حاصل ہے اسی طرح توجہ کا ہونا بھی اکتسابی کامیابی کے لیے ضروری عنصر ہوتا ہے۔ذہنی یکسوی کے لیے توجہ کا ہونا بے حد ضروری ہے۔

(c) محرکہ Motivation:

محرکہ اکتساب کا دل ہوتا ہے بغیر محرکہ کے اکتساب ناممکن ہے۔غیر فائدہ مند ثابت ہوتاہ ے۔سیکھنے کی جستجو اور حاصل کرنے کا جذبہ پائے جانے والے طلباء میں اکتساب کی رفتار کافی تیز ہوتی ہے۔اکتسابی اصولوں کو اپناتے ہوئے طلباء میں محرکہ کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

سیکھے جانے والے مواد سے متعلق:

(a) بامعنی اکتساب (b) مشکل سطح Difficulty Level (c) مواد مضمون۔

(a) بامعنی اکتساب: اگر اکتساب میں بامعنی اکتساب دیا جائے تو اکتساب موثر ثابت ہوتا ہے۔

(b) مشکل سطح: طلباء کی ذہانت عمر کا خیال رکھتے ہوئے اکتساب کیا جائے ورنہ اکتساب کی رفتار سست ہوگئی۔ لہٰذا سیکھایا جانے والا مواد آسان اور عام فہم ہو۔

(c) مواد مضمون:

ہمیشہ مواد مضمون طلباء کی ذہنی سطح اور ان کی ذہانت کے مطابق ہونا چاہیے۔ ورنہ مشکل مواد ہو تو اکتساب حاصل کرنا مشکل ثابت ہوتا ہے۔

III۔ اکتسابی طریقے:

اکتسابی طریقے پر اکتساب کو موثر بنانے میں کافی اہم رول ہوتا ہے۔ ہر سبق اور مضمون اور عنوان کے تحت طریقہ تدریس اور اکتسابی طریقے موثر ہونے چاہیے۔

5.4 اکتسابی منتقلی (Transfer of Learning)

اکتسابی منتقلی کا تصور، منتقلی کے اقسام، مثبت منتقلی کے فروغ میں معلم کا رول۔

یہ ایک بہت ہی دلچسپ سوال ہے کہ ایک کام کو سیکھنے سے کسی دوسرے اور بالکل نئے کام کو سیکھنے میں مدد ہو سکتی ہے یا رکاوٹ پیش آتی ہے۔ اس طرح ایک کام کو سیکھنے کی ترتیب دوسرے کو سیکھنے میں کام آتی ہے۔ اکتساب کی منتقلی کہلاتی ہے۔ سب سے پہلے ولیم جیمس نے کئی تجربات خود پر کئے ہیں اور ان تجربات کی بنا پر یہ ثابت کیا ہے کہ اکتساب کسی بھی صورت میں منتقل نہیں ہوتا۔ تھارن ڈائک نے بھی مختلف جانوروں پر تجربات کئے اور ثابت کیا کہ اکتساب کی منتقلی ناممکن ہے لیکن بعض ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ ہر قسم کی حالتوں میں اکتساب منتقل نہیں ہوتا لیکن بعض مخصوص حالتوں اور کاموں میں ایک کام کے سیکھنے سے دوسرے کا یعنی نئے کام کرنے میں مدد ملتی ہے یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ سابقہ سیکھے ہوئے کام اور جدید سیکھے جانے والے کام کے مواد میں مشابہت پائی جاتی ہو اور اس کے سیکھنے کے طریقوں میں مشابہت ہو اصولوں میں بھی مشابہت ہو ایسی صورت میں اکتساب کی منتقلی ممکن ہے۔ مثلاً ٹائپ رائٹر سیکھنے والے کو کمپیوٹر سیکھنے میں مدد ملتی ہے۔ سب سے پہلے ولیم جیمس نے باقاعدہ تجربات کئے جن میں سے زیادہ تر تجربات اس نے خود اپنے اوپر ہی کر کے دیکھے اس نے ان تجربات کے ذریعہ یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کی کہ ایک کتاب کے کچھ حصے یاد کرنے کی مشق دوسری کتاب کے حصوں کو یاد کرنے کی صلاحیت تیز کرتی ہے۔ اس کے نتائج نے ثابت کیا کہ اکتساب منتقل ہو سکتا ہے۔ تھارن ڈائیک نے بھی مختلف جانوروں پر تجربات کر کے معلوم کرنا چاہا کہ ایک قسم کی صورتحال میں اکتساب حاصل کر کے دوسرے نئے مسئلہ کو مثبت طور پر سکھایا جا سکتا ہے لیکن اس کے نتائج بھی اکتساب کے منتقل ہونے کے قریب نہیں ہے۔ لیکن دیگر ماہر نفسیات کے تجربات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ملتے جلتے کاموں میں ایک

کے سیکھنے سے دوسرے کے سیکھنے میں مدد ملتی ہے۔

Scorience کے مطابق

''اکتساب کی منتقلی سے مراد معلومات، تربیت اور عادتیں جو اپنائی جاتی ہیں ایک مخصوص حالت سے دوسری حالتوں میں منتقل ہوجاتی ہیں۔یعنی تبادلہ اکتساب نہ صرف مہارتوں میں ہوتا ہے بلکہ عادتوں، دلچسپیوں اور رویئوں کی تبدیلی میں بھی واقع ہوتا ہے۔

اکتساب کی منتقلی کے اقسام

اکتساب کی منتقلی کو چار قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(1) مثبت اکتسابی منتقلی (Positive Transfer of Learning)

(2) منفی اکتسابی منتقلی (Negative Transfer of Learning)

(3) صفر اکتسابی منتقلی (Zero Transfer of Learning)

(4) دوجانبی اکتسابی منتقلی (Bilateral Transfer of Learning)

(1) مثبت اکتسابی منتقلی (Positive Transfer of Learning):

سابقہ سیکھے ہوئے مواد میں اور جدید سیکھے جانے والے مواد میں کچھ مشابہت ہوتی ہے تو ایسی منتقلی کو مثبت اکتسابی منتقلی کہا جاتا ہے۔ مثلاً ریاضی کا سیکھا ہوا طالب علم، طبعیات کو بھی آسانی سے سیکھ سکتا ہے کیونکہ ریاضی اور طبعیات کا تعلق قریبی ہوتا ہے اس کی مساوات میں مشابہت پائی جاتی ہے۔اسی طرح کار چلانے والا بس بھی چلا سکتا ہے۔

(2) منفی اکتسابی منتقلی (Negative Transfer of Learning)

اگر ایک حالت اکتساب دوسرے اکتسابی حالت پر خراب اثر ڈالتا ہے اسے منفی اکتسابی منتقلی کہتے ہیں۔مثلاً اگر کوئی طالب علم Put لکھنا، پڑھنا سیکھتا ہے تو وہ بٹ But کو بھی اس کا تلفظ بُٹ کہے گا۔لہٰذا سابقہ میں سیکھے ہوئے مواد یا مہارتوں میں جدید سیکھے جانے والے مواد فائدہ کے بجائے نقصان پہنچتا ہے۔تو ایسی منتقلی کو بھی منفی اکتسابی منتقلی کہا جاتا ہے۔

(3) صفر اکتسابی منتقلی (Zero Transfer of Learning)

سابقہ سیکھے ہوئے مواد یا مہارتوں میں جدید سیکھے جانے والے مواد یا مہارتوں کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ایسی اکتسابی منتقلی کو صفر اکتسابی منتقلی کہا جاتا ہے۔مثلاً جیسے کوئی طالب علم انگریزی زبان سیکھتا ہے اس کے بعد عربی زبان سیکھتا ہے۔انگریزی زبان اور عربی زبان کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہوتا نہ اس سے فائدہ ہوتا ہے اور نہ ہی نقصان۔ایسی اکتسابی منتقلی کو صفر اکتسابی منتقلی کہا جاتا۔

(4) دوجانبی اکتسابی منتقلی (Bilateral Transfer of Learning):

اس قسم کی منتقلی کو دوسرے معنی میں مثبت اکتسابی منتقلی بھی کہا جاتا ہے۔اگر کوئی فرد کسی مواد یا مہارتوں کو دائیں ہاتھ سے سیکھ سکتا ہے اگر کوشش کرے تو بائیں ہاتھ سے بھی کرسکتا ہے۔ایسی اکتسابی منتقلی کو دوجانبی اکتسابی منتقلی کہا جاتا ہے۔

منتقلی کے نظریے:

☆ دماغی قوتوں کا نظریہ

☆ دماغی تربیتی ضابطے کا نظریہ

☆ یکساں عناصر کا نظریہ

☆ عمومیت کا نظریہ

☆ عام اور خاص عناصر کا نظریہ

☆ **دماغی قوتوں کا نظریہ:**

یہ نظریہ تربیت کی منتقلی کا سب سے قدیم نظریہ ہے اس میں غور وخوص مثالیں حافظہ تخیل وغیرہ قوتیں ایک دوسرے سے آزاد ہیں۔ ان کے آپسی رشتے کو جدا نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ ان کی علیحدہ علیحدہ تیاری ہوسکتی ہے۔ موجودہ دور کے ماہر نفسیات اس قسم کے نظریہ کو قبول نہیں کیا۔

☆ **دماغی تربیتی ضابطے کا نظریہ:**

دماغی قوتوں کو تربیت کے ذریعے مساوی شکل میں تقسیم کر کے بھی ایک حالت کو اچھی طرح فوقیت دیا جاسکتا ہے۔ مگر عام زندگی میں یہ بات سچائی پر پرکھی نہیں جاسکتی ہے کیونکہ نہ تو ڈاکٹر ایک بہترین انجینئر بن سکتا ہے اور نہ ہی ایک انجینئر ایک بہترین ڈاکٹر بن سکتا ہے۔

☆ **یکساں عناصر کا نظریہ:**

دو کاموں یا مضامین اور خیالات میں جتنی زیادہ مشابہت ہوتی ہیں اتنی ہی زیادہ وہ ایک دوسرے کے مطالعہ میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ ریاضی کا جاننے والا طبیعات کے مسئلے آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ جغرافیہ کے معلومات تاریخ کے مطالعہ میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ مگر آرٹ سائنس میں مددگار ثابت نہیں ہوتے۔

☆ **عمومیت کا نظریہ:**

اس کے مطابق جو بچہ مضمون کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے اس مضمون میں مہارت رکھتا ہے تو اس کا فائدہ وہ دوسرے مضامین میں اٹھا سکتا ہے۔ تب اس میں اپنی تربیت کو دوسری شکلوں میں تبدیل کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً اگر معلم کمرہ جماعت کے تمام بچوں کو نفسیات سے واقفیت کرتا ہو۔ بچے اپنے ان معلومات کا استعمال کمرہ جماعت کے مسائل کے حل کرنے میں کام میں لیتے ہیں۔

☆ **عام اور خاص عناصر کا نظریہ:**

Spearman کے مطابق ہر فرد میں دو قسم کی ذہانت ہوتی ہے۔ ایک عام ذہانت جس کو G سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ دوسری خاص ذہانت جس کو S سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

☆ منتقلی کے اس نظریہ میں Spearman کہتا ہے کہ ہمیشہ منتقلی عام ذہانت سے ہی ہوتی ہے۔ مثلاً اگر بچہ جغرافیہ، ریاضی، سائنس کے مضمون کا مطالعہ کرتا ہے تو صرف اپنی تمام ان مضامین سے حاصل کردہ قابلیت کا ہی تبادلہ کرتا ہے۔ خصوصی قابلیتیں یعنی تصورات، مہارتیں وغیرہ کو منتقل نہیں کر سکتا۔

منتقلی کے چند شرائط

Reybur کے مطابق خاص حالت میں منتقلی ممکن ہے وہ مکمل طور پر نہیں ہوتی۔ جزوی طور پر ہوتی ہے یہ بھی اس وقت ممکن ہے جب کہ سازگار ماحول ہو اور سیکھنے والے کے خیالات اور ذہانت کا تعلق ہو۔

(1) سیکھنے والے کی خواہش:

اگر سیکھنے والے کی خواہش ہو تب ہی منتقلی ممکن ہے۔

(2) سیکھنے والے کی تعلیمی لیاقت:

سیکھنے والے کے معلومات اور تعلیمی لیاقت اس معیار کے مطابق ہو جس کی وہ لیاقت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(3) سیکھنے والے کی عام ذہانت:

سیکھنے والے میں جتنی زیادہ عام ذہانت ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ وہ تبادلہ کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔

(4) یکساں مطالعہ کا طریقہ:

اگر دو مضامین کے مطالعہ میں مشابہت ہو تو ان کا تبادلہ کچھ حد تک ممکن ہے۔

(5) مضامین کی منتقلی کی خوبی:

مختلف مضامین میں منتقلی کی مختلف خوبیاں ہوتی ہیں۔ کچھ مضامین آسانی سے منتقل ہوتے ہیں اور کچھ مضامین کو منتقل ہونے کے لیے کافی دشواریاں پیش آتی ہیں۔

5.5 حافظہ اور بھولنا (Memory and Forgetting)

حافظہ یا یادداشت ذہن کے اس عمل کا نام ہے جس کے ذریعہ کسی چیز کو حاصل کر کے ذہن میں تحفظ رکھتے ہیں اور وقت ضرورت اس کو استعمال میں لایا جاتا ہے اس کو حافظہ کہتے ہیں۔ اکتساب کے عمل میں حافظہ ایک مرکزی حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔ اکتساب عملی زندگی میں بھی ایک اہم رول ادا کرتا ہے اور حافظہ اکتسابی عمل میں مثبت عامل کا کردار ادا کر سکتا ہے۔

تعریف:

Wood Worth کے مطابق

''سابق میں سیکھی گئی چیزوں کو یاد رکھنے کا نام ہی حافظہ ہے''۔ حافظہ کسی چیز کو یاد رکھنے کی صلاحیت ہے۔ جس میں سیکھی ہوئی چیز یا

تجربات کو ذہن میں محفوظ رکھا جاتا ہے اور وقت ضرورت اسے استعمال میں لا یا جا سکتا ہے۔

انسانی زندگی کے لیے حافظہ کافی اہمیت کا حامل ہے۔ گذرے ہوئے واقعات اور تجربات کی یادداشت کے بغیر ہم کسی کام کو سیکھتے ہیں اور نہ ہی اس قسم کی تعلیم و تربیت حاصل کر سکتے ہیں۔

☆ زندگی کے ہر شعبہ اور ہر مرحلے میں انسان اپنی گذری ہوئی زندگی اور تجربات کے سہارے ہی آگے بڑھتا ہے۔

☆ حافظہ کی ضرورت تمام ذہنی کاموں جیسے غور و فکر، تصور و تخیل وغیرہ پر بھی استعمال ہوتی ہے۔ اکتساب میں کامیابی کا دارومدار ذہانت سے زیادہ قوت حافظہ پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات بہترین ذہن رکھنے والے بچے تعلیم میں پیچھے رہ جاتے ہیں اور کم ذہانت والے بچے حافظہ کی پختگی کی وجہ سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ حافظہ انسانی ذہانت سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ حافظہ ذہن کے اس عمل کا نام ہے جس کے ذریعہ ہم سابقہ معلومات اور گذرے ہوئے حالات کو ذہن میں محفوظ کرتے ہیں اور وقت کے ساتھ اسے عمل میں لاتے ہیں۔

حافظہ کے عوامل:

(1) حفظ کرنا (Memorising)

(2) یادرکھنا (Retention)

(3) بازآفرینی/دہرانہ(Recall)

(4) شناخت(Recognition)

(1) حفظ کرنا (Memorising):

کسی بھی چیز کو اپنے دماغ میں محفوظ رکھنا اور وقت ضرورت اسے دوہرانہ، جب ہم کوئی نئی بات یا کام سیکھتے ہیں تجربہ حاصل کرتے ہیں تو دماغ کے اعصاب میں مختلف تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اور اندرونی ترتیب وار تعلق پیدا ہوتا ہے۔ ان کی مدد سے دوبارہ اس کام کو دہرانے میں مدد ملتی ہے۔ بار بار مشق اور دہرانے سے اس سے متعلق اعصاب کا راستہ زیادہ ہموار اور مضبوط ہوتا ہے۔ یادداشت کے نقوش دماغ میں جتنے گہرے اور واضح بنے گیں اتنی ہی یاد دیرپا ہوگی اور دہرانا آسان ہوگا اور یہ اس بات پر منحصر ہوگا کہ ہم نے یاد کرنے اور سیکھنے کا عمل مؤثر طریقے سے کیا تھا یا غلط طریقہ سے کیا۔

حفظ کرنے کے لیے چند اہم باتوں کی ضرورت:

(1) توجہ

(2) دلچسپی

(3) مناسب ماحول

(4) بامعنی اکتساب

(5) وقفہ

(6) بغیر وقفہ کے مشق کروانا

(7) ناظرہ۔ (دیکھ کہ پڑھنا)

(8) عزم۔ پختہ ارادہ۔

(2) یادرکھنا(Retention)

یاد کی ہوئی چیز کو دماغ میں محفوظ کیا جاتا ہے۔ کسی بھی یاد کی ہوئی چیز کو دوبارہ واقع ہونے میں سہولت ہوتی ہے یعنی اس مخصوص عصبہ Nerves میں اعادہ کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ زندگی کے مراحل میں ہر وہ چیز جو ہمارے سامنے اور روزمرہ کی زندگی سے تعلق رکھنے والے واقعات تمام ہمارے دماغ پر گہرے اور دیرپا نقوش چھوڑتے ہیں۔ دماغ ایک قسم کا Record ہے جس میں ہمہ قسم کے واقعات Record ہوتے ہیں۔

(3) بازآفرینی(Recall):

بازآفرینی عام طور پر یادداشت کو جانچنے کا ذریعہ مانا جاتا ہے۔ اگر کوئی یاد کی ہوئی چیزوں کو آسانی اور ٹھیک دہرایا جائے تو کہا جاتا ہے کہ اس کی یادداشت بہتر ہے۔

(4) شناخت(Recognition):

کسی شخص، چیز یا جگہ کو دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ کون ہے اور اس کا تعلق کہاں سے ہے۔ اسی کو شناخت کہا جاتا ہے۔ مجموعی اعتبار سے شناخت کا بھی وہی مقصد ہے جو بازآفرینی یا Recall کا ہے۔ شناخت کرنا بازآفرینی کے مقابلے میں زیادہ آسان کام ہے۔ مثلاً ہم کسی شخص کو دیکھتے ہیں تو صرف اتنا بتا سکتے ہیں کہ اسے کہیں دیکھا ہے۔ اس کا نام پتہ کس سلسلے میں ملا تھا یہ تمام چیزیں Recall کہلاتی ہیں۔

حافظہ کے اقسام(Types of Memory)

(1) اچھا یا برا حافظہ

(2) منطقی حافظہ

(3) فوری حافظہ

(4) دیرپا حافظہ

(5) مخصوص حافظہ

(1) اچھا یا برا حافظہ:

عام طور پر اس حافظہ کو اچھا کہا جاتا ہے جس کے ذریعے فرد کم سے کم وقت میں کسی چیز کا مشاہدہ کرے اور اسے دیر تک محفوظ رکھنے اور وقت ضرورت اس کو کام میں لائے۔

(2) برا حافظہ:

کسی چیز کا مشاہدہ کیا جائے اور وہ چیز اس کے دماغ سے نکل جائے اور اس کو بہتر طور سے سمجھ بھی نہ سکے اور وقت ضرورت کام بھی نہ آتا ہو تو ایسے حافظہ کو برا حافظہ یا Bad Memory کہا جاتا ہے۔

(3) منطقی حافظہ

ایسی یادداشت جس میں کسی عبارت یا مقالہ یا مضمون کو ایک مرتبہ دیکھتا ہے اور اس کو اپنے تصورات کی روشنی میں اچھے اور برے کا فیصلہ کرتا ہے اس قسم کے حافظہ کو منطقی کہا جاتا ہے۔

(4) Rote Memory:

ایسی یادداشت جس کی میں عبارت، احوال وغیرہ کو بغیر سوچے سمجھے کئی مرتبہ یاد کرلیا جائے جیسا کہ ریاضی کے پہاڑے اور قوائد وغیرہ جس طرح سے یاد کئے جاتے ہیں اس کو Rote Memory کہا جاتا ہے۔8 تا 12 سال کے بچوں میں قوت حافظہ زیادہ ہوتا ہے کسی بھی چیز یا الفاظ کو بہت جلد رٹ لیتے ہیں۔ اگر انہیں رٹنے کے ساتھ ساتھ مضامین کو حقیقی طور سے سمجھ کر پڑھایا جائے تو یہ دیرپا حافظہ میں محفوظ ہوگا۔

(5) فوری حافظہ:

کوئی واقعہ جو خوشگوار یا ناگوار اچانک پیش آئے تو ذہن میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس حافظہ کو فوری حافظہ کہا جاتا ہے۔

(6) دیرپا حافظہ:

ایسے واقعات، تجربات، حقاق وغیرہ جو ہماری روزمرہ کی زندگی کے لیے اہمیت کے حامل ہوتے ہیں جن سے ہمیں بار بار واسطہ پڑتا ہے وہ دیرپا حافظہ کے ذریعے ہمارے ذہن میں مستقل طور پر محفوظ رہتا ہے۔ اس کی افادیت کی وجہ سے ہم اسے بھول نہیں سکتے۔

(7) مخصوص حافظہ

نفسیاتی مفکرین کی رائے میں مختلف افراد میں مختلف قسم کا قوت حافظہ ہوتا ہے۔ لہذا اس مخصوص حافظہ میں ایسے افراد کے حافظہ کے بارے میں تذکرہ کیا گیا ہے جو مخصوص حافظہ رکھتے ہیں۔ جیسے فنکارنہ صلاحیت رکھنے والے جو راگ راگنی گیت وغیرہ کو ایک مرتبہ سنتے ہیں اور اسے مستقل طور پر یاد رکھتے ہیں۔

مخصوص حافظہ رکھنے والے افراد کی خصوصیات:

☆ شبیہات (Images) کو آسانی سے ذہن میں لانا جیسے حواس خمسہ، بصری، سمعی، شامیہ، ذائقہ اس قسم کے خواص خمسہ کو آسانی سے دیر پا حافظہ میں تحفظ کر سکتے ہیں۔

☆ جس شخص کے Auditory Images زیادہ صاف اور واضح ہوں گے وہ لوگ شاعری، فنون لطیفہ وغیرہ کی تکنیک کو بخوبی یاد رکھیں گے۔

☆ دریافتی شبیہات Inventive Images:

جن افراد میں اس قسم کے شبیہات ہوتے ہیں ان لوگوں میں پیشہ وارانہ صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ ڈاکٹر، سائنٹسٹ، پروفیسر اور اچھے وکیل ہوتے ہیں۔

بھولنا (Forgetting)

یادداشت اور بھول کا تعلق ایک دوسرے سے کافی قریب ہوتا ہے۔ یادداشت سے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں بھولنے سے وہ نقصانات میں تبدیل ہوتے ہیں۔ اکتساب میں جس طرح یادداشت کو اہمیت حاصل ہے اسی طرح بھولنے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

انسانی ذہن مختلف یادداشتوں کا مجموعہ ہے ان یادداشتوں میں غیر ضروری یادداشتوں کو بھلانا ضروری ہوتا ہے۔

Munn کے مطابق

"سیکھی ہوئی بات کو یاد رکھنے یا دوبارہ یاد کرنے کی ناکامی کو بھولنا کہتے ہیں"

بھولنے کے اقسام:

☆ حافظہ کے بارے میں جو باتیں بیان کی جا چکی ہیں وہ تمام باتیں بھولنے کے موضوع پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ مگر بھولنے کا عمل اساتذہ اور طالب علموں کے لیے ایک اہم مسئلہ ہے۔ نفسیاتی مفکرین کی نظر میں عام طور پر بھولنے کے دو اسباب بتائے گئے ہیں۔

(1) Passive Natural Forgetting

(2) Active Morbet Forgetting

(1) Passive Natural Forgetting:

یہ ایسی بھول ہوتی ہے جو انسان شخصی طور پر بھولنے کی کوشش نہیں کرتا البتہ وقت اور حالات اور وقفہ دوسری ایسی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے اس کے حافظہ میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اور پہلے یاد کی ہوئی چیز کو بھول جاتا ہے۔

(2) Active Morbet Forgetting:

یہ ایسی بھول ہے جس میں خود فرد شخصی طور پر بھول جانا چاہتا ہے اور سابقہ تجربات، مشاہدات جن میں اسے کسی قسم کی تکلیف یا ذہنی تناؤ پیدا ہوا ہے اس قسم کی بھول کو وہ نظر انداز کرتا چلا جاتا ہے۔

بھولنے کے اسباب:

بھولنے کے حسب ذیل دو اسباب ہیں۔

(1) عام اسباب کی بنا سے بھولنا

(a) عدم استعمال

(b) مداخلت

(c) پس کاری بندش

(2) غیر معمولی اسباب کی بنا سے بھولنا

(a) دماغی بیماریاں

(b) دماغی چوٹ

(c) توارثی اثرات

عام اسباب کی وجہ سے بھولنا:

(a) عدم استعمال:

کسی بھی اکتساب کے وقت مختلف مضامین، واقعات کو اگر حافظہ میں محفوظ کیا گیا اس کا استعمال نہ کیا گیا ہو وہ حافظہ سے محو ہو جاتا ہے۔

(b) مداخلت:

انسانی دماغ، بچپن سے لے کر جوانی، بوڑھاپے تک لا تعداد، لامحدود یا داشتوں کا ذخیرہ ہے۔ کبھی کبھی ان یادداشتوں میں مشابہت ہوتی ہے اور یادداشتوں کے نقشوں کا ایک دوسرے سے اتنے گھل مل جاتے ہیں کہ جس سے ایک دوسری یادداشت میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف قسم کے امتحانات میں مختلف قسم کے مضامین میں حافظہ میں مختلف قسم کے سوالات کے جوابات کا تحفظ کرنا پڑتا ہے جس سے ایک دوسرے کے مضامین میں خلل پیدا ہوتا ہے اور ایک دوسرے سے مداخلت کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں نقوش غیر واضح ہو جاتے ہیں اور ان کی یادداشت کمزور ہو جاتی ہے۔

پس کاری بندش:

جب ہم کسی نئے کام کو سیکھتے ہیں تو اس کام میں پہلے ہی سے سیکھے ہوئے کام اور اس نئے کام میں کچھ نہ کچھ فرق محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح ہماری روزمرہ زندگی میں اتنے مصروفیات ہوتے ہیں ایک کام کو کرنے کے بعد اگر وہ پہلے کام سے مشابہت رکھتا ہو یا دوسرا کام شروع کیا جاتا ہے تو دوسری نئی مصروفیت پیش آتی ہے۔ لہٰذا ہر نیا کام نیا تجربہ یادداشت کے ذخیرہ میں پہنچ کر پہلی یادوں کو متاثر کرتا ہے۔ بھولنے کا سب سے بڑا اسبب انہیں اثرات کی بنا پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی چیز یاد کرنے کے بعد شروع میں بھولنے کی رفتار بہت تیز

ہوتی ہے اور پھر بھولنے کا عمل بہت آہستہ اور سست رفتار ہو جاتا ہے۔ یکساں قسم کے کام یا یاداشت پر بھولنے کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

غیر معمولی اسباب کی بنا پر بھولنا:

(a) دماغی بیماریاں:

مختلف قسم کے افراد میں مختلف قسم کی دماغی بیماریاں پائی جاتی ہیں جن کا براۓ راست اثر حافظہ اور بھولنے پر پڑتا ہے۔

(b) دماغی چوٹ:

مختلف قسم کے حادثات وغیرہ میں دماغی چوٹوں کی وجہ سے دماغ پر اثر ہوتا ہے۔ حافظہ پر اس کے مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کا اثر بھولنے پر بھی ہوتا ہے۔

(c) توارثی اثرات:

کسی بھی فرد میں حافظہ اور بھولنے کا تعلق توارثی اثرات پر بھی منحصر ہوتا ہے۔ کیونکہ ذہنی، جسمانی نشوونما کا تعلق توارث ہوتا ہے۔ لہٰذا ذہین ماں باپ کی اولاد ذہین ہوتی ہے اور غیر تعلیم یافتہ، شرابی، پاگل ان کی اولاد پر بھی اثر پڑتا ہے۔ جس سے ان میں بھولنے کی عادت ہوتی ہے۔

بھولنے کی اہمیت:

Sigmend Fried کے مطابق انسانی ذہن ناخوشگوار تجربات اور تلخ حقیقتوں کو بھولا دیتا ہے یا اسے دباۓ رکھتا ہے۔

بھولنے جہاں بہت سے نقصانات ہیں وہیں پر چند فائدے بھی ہیں۔ ہماری زندگی میں لاتعداد باتیں اور تجربات پیش آتے ہیں۔ اگر ہر بات ہمیشہ یاد رہے تو انسانی ذہن میں بیگاڑ پیدا ہوگا۔ اور ہر چیز کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنا مشکل ہوگا۔ لہٰذا اس میں غیر ضروری چیزوں کو بھولنا ہی انسانی ذہانت اور دماغ کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔ انسان کو وہ تمام غم ناک حادثات جو اس کی زندگی میں پیش آئے تھے اسے ہمیشہ کے لیے اگر یاد رکھتا ہے تو اس کی زندگی، جینا مشکل ہوجائے گی اور وہ ذہنی پریشانیوں اور ذہنی الجھنوں میں مبتلا ہوجائے گا۔ جس سے اس کے دماغ اور حافظہ پر مضر اثرات مرتب ہوں گے۔

بھولنے پر اثرانداز ہونے والے عوامل:

(1) بھولنے کا تعلق حافظہ اور اکتساب سے

(2) بھولنے کا تعلق حافظہ اور تکان سے

(3) بھولنے کا تعلق حافظہ اور محرکہ سے

(1) بھولنے کا تعلق حافظہ اور اکتساب سے

حافظہ کا تعلق بچوں کے اکتساب میں کافی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ حافظہ کے بغیر اکتساب مؤثر طریقے سے ترقی نہیں پا سکتا۔ تحقیقات سے یہ بتا واضح ہوتی ہے کہ بچوں کا حافظہ سات سال کی عمر سے لے کر 15 سال کی عمر تک کافی تیزی سے ترقی کرتا ہے۔ 15

سال کی عمر کے بعد اس میں سست رفتاری آتی ہے۔ 50 سال کی عمر تک اس میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی۔ اس کے بعد انعقات شروع ہوجاتا ہے۔ اور جس کی رفتار بھی سست سے سست تر ہوتی رہتی ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بصری حافظہ، سمعی حافظہ سے کہیں زیادہ قوی ہوتا ہے۔ بچوں کی تعلیم میں وہی معلم کامیاب ہوسکتا ہے جو صرف زبانی پڑھانے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ انہیں اہم نوٹس، تدریسی مواد اور تختہ سیاہ سے بہترین کام لے کر بصری حافظہ کو قوت دے سکتا ہے۔

☆ لڑکیوں کا حافظہ بمقابل لڑکوں کے 14 تا 15 سال کی عمر تک بہت زیادہ تیز ہوتا ہے۔ مگر اس کے بعد لڑکوں سے پہلے ان کے حافظہ کی رفتار گھٹنا شروع ہوجاتی ہے۔

(2) بھولنے کا تعلق حافظہ اور تکان سے

کئی تجربات اور مشاہدات کے بعد پتہ چلایا گیا ہے کہ حافظہ اور تکان کا باہمی تعلق ہوتا ہے لہٰذا حافظہ کا تکان پر برائے راست اثر پڑتا ہے۔ لہٰذا تھکے مانندے بچے سے کسی چیز کو یاد کرنے یا حفظ کرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

(3) بھولنے کا تعلق حافظہ اور محرکہ سے

حافظہ کے بہترین نتائج کے لیے بچوں میں محرکے کی ضرورت اہم ہوتی ہے۔ بچوں کو وہ چیزیں جو خوب یاد رکھتی ہیں جن میں ان کی دلچسپی کا سامان ہوتا ہے مثلاً خوشی، تہوار، کسی عزیز کی شادی، گھریلو تقاریب وغیرہ۔

چنانچہ مدرسہ میں بچوں کو وہ اسباق بہ آسانی سے یاد ہوجاتے ہیں جن میں ان کی دلچسپی کا سامان مہیا ہوتا ہو۔ حافظہ کا دارومدار اور بھولنے کا دارومدار بڑی حد تک دلچسپی اور محرکہ پر ہوتا ہے۔ لہٰذا معلم دوران تدریس بچوں میں بہترین محرکہ پیدا کر کے جیسے Teaching Learning Material استعمال کرتے ہوئے بچوں کی دلچسپیوں کا سامان مہیا کرنا جس سے حافظہ کا تحفظ ہوتا ہے اور بھول کی رفتار کم ہوتی ہے۔

بھول کو کم کرنے کے طریقے:

(a) کسی بھی مضمون کے معنی و مفہوم اور مقصد کو سمجھ کر تدریس دینا

(b) کسی بھی یاد کی ہوئی چیز کا عائدہ بار بار کرنا

(c) کسی بھی چیز کا بار بار مشق کرنا

(d) بچوں میں دلچسپی پیدا کرنا

(e) وسیع اور گہرے مطالعہ کا شوق پیدا کرنا

(f) یادداشت کو قوی بنانا

(g) بہترین ماحول مہیا کرنا

(h) سمعی و بصری آلات کا استعمال کرنا

ہنگ حاس کا بھولنے کا خط منحنی(Ebbing Haus's Curve of Forgetting):

بھولنا مستقل یا عارضی وہ نقصان ہے جو سیکھی گئی باتوں کو دہرانے اور انہیں شناخت کرنے کی صلاحیتوں سے محروم کردے۔ دراصل بھولنے کا عمل سیکھنے اور دہرانے کے درمیان ایک لمبے وقفے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس بات کو Ebbing Haus جس نے اپنے Ebbing Haus's Curves of Forgetting بھولنے کا منحنی کے ذریعہ ثابت کر دکھایا ہے۔ اس نے اس بات کو ثابت کرنے کے لیے ایک تین Syllabal لفظ کا انتخاب کیا اور اس کو Nonsense Syllabal کا نام دیا جیسے NOF۔ BDF ۔ CEM۔ اس لفظ کی اچھی مشق کرانے کے بعد اس نے مختلف وقفے دیئے اور پھر یاد کئے گئے۔ اس بے معنی لفظ کو دہرایا گیا تو اسے وقفہ کے لحاظ سے بھول جانے کا فیصلہ معلوم ہوا۔

Ebbing Haus's کے مطابق بھولنے کے خط منحنی کا جدول :

S.No.	بھولنے کی معیاد Time Laps	بھولنے کا فیصد% Amount of Forgetting	
1.	After 20 Minuts بیس منٹ کے بعد	47%	
2.	After 60 Minuts 60 منٹ کے بعد	53%	
3.	After One Day ایک دن کے بعد	66%	
4.	After Two Days دو دن کے بعد	72%	
5.	After Six Days چھ دن کے بعد	75%	
6.	After Thirtz one Days 31 دن کے بعد	79%	

یادداشت کو فروغ دینے کے مؤثر طریقے:

طلباء میں یادداشت یا حافظہ کو بڑھانے کے کئی طریقے ہیں کسی شخص میں حافظہ کے چار عوامل، اکتساب، محفوظ رکھنا، دہرانا، شناخت کے وقت واحد میں استعمال سے حافظہ تیز ہوتا ہے۔ لیکن طلباء میں حسب ذیل طریقوں کو اپنا کر حافظہ کو تیز کیا جاسکتا ہے۔

(1) ارادی طور پر سیکھنا (Will to Learn)

کسی چیز کے سیکھنے میں سیکھنے والے کی مرضی اور دلچسپی شامل ہوتو وہ چیز اسے دیر تک یاد رہتی ہے ایسی تمام چیزیں جن میں طلباء کی دلچسپی اور مرضی نہیں ہوتی وہ اسے آسانی سے بھول جاتا ہے۔

(2) توجہ اور دلچسپی (Interest and Attention)

کسی چیز کے سیکھنے اور یاد رکھنے میں دلچسپی اور توجہ کا ہونا بہت ضروری ہے ورنہ وہ چیز جلد بھلا دی جاسکتی ہے اس لیے اکتساب کے دوران توجہ اور دلچسپی کا خیال رکھنا چاہیے۔

(3) گروپ واری اور ترتیب واری (Grouping and Rhytheming)

گروپ واری الفاظ یا اعداد کے استعمال سے حافظہ کے فروغ اور برقراری میں مدد ملتی ہے۔ اس لیے کسی بھی مضمون کے مواد کی تحلیل جائے اور طلباء میں پیش کی جائے جس سے طلباء آسانی اور عام فہم انداز میں یاد کریں گے۔

(4) اکتساب کے بہتر مواقع فراہم کرنا (Arranging Learning Better Situation)

ماحول حافظہ کی برقراری میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ جیسے خاموشی، پرسکون ماحول، آوازوں سے دور، تنہائی مہیا کرنے والا ماحول پیدا کیا جائے جس سے یاد کرنے میں مدد حاصل ہوتی ہے۔

(5) دہرانا یا مشق کرنا (Repetation and Practice)

حافظہ کے لیے آرام، اچھی نیند، یاد رکھنے کے لیے مشق، اعادہ اور تربیت وغیرہ حافظہ کو تروتازہ رکھتی ہے۔ اعادہ اگر بہتر انداز میں ہو تو سیکھنے کا عمل اور دہرانے کا عمل تیز ہوتا ہے۔

5.6 فرہنگ

مہیج	-	Stimulus
جوابی ردِ عمل	-	Response
قانونِ شدت	-	Intensity
تکان	-	Fatigue
حافظہ	-	Memory
محرکہ	-	Motivation
اکتسابی منتقلی	-	Transfer of Learning
منطقی حافظہ	-	Logical Memory

5.7 یادرکھنے کے نکات

☆ اکتساب سے مراد سیکھنا ہے۔

☆ محرکہ اکتساب کے لیے بے حد ضروری ہے۔

☆ اکتساب کے لیے پختگی کا ہونا ضروری ہے۔

☆ تھارن ڈائیک کے تین اکتسابی قوانین ہیں۔

(i) قانون آمادگی

(ii) قانون تاثیر

(iii) قانون مشق

☆ اکتسابی منتقلی کے چار قسمیں ہیں۔

(i) مثبت منتقلی

(ii) منفی منتقلی

(iii) صفر منتقلی

(iv) دوجانبی منتقلی

☆ حافظہ کے حسب ذیل عوامل ہیں۔

(i) حفظ کرنا

(ii) یادرکھنا

(iii) دہرانہ

(iv) شناخت

☆ بھولنے کے حسب ذیل اقسام

(i) Passive Natural Forgetting

(ii) Active Marbet Forgetting

☆ بھولنے کے حسب ذیل وجوہات ہیں:

(i) عام اسباب کی بنا سے بھولنا

(ii) غیر معمولی اسباب کی بنا سے بھولنا۔

5.8 خلاصہ

اس اکائی میں ہم نے سیکھا اکتساب کا تصور اس کے مراحل اور اکتسابی اصول جیسے قانون آمادگی۔قانون تاثیر، قانون مشق وغیرہ اسی طرح اکتساب پر اثر انداز ہونے والے عوامل جیسے انفرادی فرق۔وغیرہ اس کے علاوہ اکتسابی منتقلی کیسے ہوتی ہے۔ان کے اقسام اور کیسے ایک معلم ہونے کے ناطے طلباء میں مثبت اکتسابی منتقلی کو فروغ دے سکتا ہے اور پھر حافظہ اور اس کی اہمیت بھولنا۔بھولنے پر اثر انداز ہونے والے عوامل۔کمرے جماعت میں ایک معلم ہونے کے ناطے کیسے یادداشت کو فروغ دیا جاتا ہے ان تمام امور پر بحث کی گئی ہے۔

5.9 سفارش کردہ کتب

(1) تعلیمی نفسیات کے مختلف زاویے (مسرت زمانی)

(2) تعلیمی نفسیات SCERT، گورنمنٹ آف آندھراپردیش

(3) ''تعلیمی نفسیات کے بنیادی اساس''(چوہاں۔ایس۔ایس(1988)

(4) تعلیمی نفسیات(شریف خان)

☆☆☆

اکائی۔۵ (B) (اکتسابی نظریات اور کمرۂ جماعت میں انکے اطلاقات)

(Theories of Learning and its Classroom Implications)

ساخت

5.1 تعارف/تمہید

5.2 مقاصد

5.3 سعی اور خطا کا نظریہ (تھارن ڈائک

5.4 کلاسیکی مشروط نظریہ (پاؤلو)

5.5 عملی مشروط نظریہ (اسکینر)

5.6 بصیرتی اکتساب کا نظریہ (گیسٹالٹ)

5.7 سماجی اکتساب کا نظریہ (بندورا)

5.8 خلاصہ کلام

5.9 اپنی معلومات کی جانچ

5.10 سفارش کردہ کتابیات

5.1 تمہید

اس سے قبل آپ نے سیکھنے یا اکتساب کے تصور کو تفصیل کے ساتھ پڑھا ہوگا جس میں آپکو یہ معلومات فراہم کرائی گئی ہوگی کہ برتاؤ میں ہونے والی مثبت تبدیلی کو ہی سیکھنا یا اکتساب کہتے ہیں۔ ویسے تو ایک بچہ جھوٹ بولنا اور چوری کرنا بھی سیکھتا ہے لیکن تعلیم ونفسیات کے شعبے میں سیکھنے کی جو تعریف بیان کی گئی ہے ان میں صرف مثبت پہلوؤں کو ہی شامل کیا گیا ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ سیکھنے یا اکتساب کا عمل پیدائش سے موت تک جاری رہنے والا عمل ہے۔ اس دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جو بغیر اکتساب کا ہے۔ یہاں پر تذکرہ ضروری ہے کہ سیکھنے اور تعلیم حاصل کرنے میں فرق ہے ایک فرد غیر تعلیم یافتہ تو ہوسکتا ہے اگر وہ کسی اسکول اور کالج میں نہ پڑھا ہو۔ لیکن ایک فرد غیر اکتساب نہیں ہوسکتا کیونکہ اکتساب کا دائرہ صرف اسکول تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ حیات سے ہے۔ ایک بچہ اپنے گھر، والدین، خاندان، پڑوس اور سماج وغیرہ سے بہت کچھ چیزیں سیکھتا رہتا ہے جس میں گفتگو کرنا، طور طریقہ سیکھنا، چلنا پھرنا سیکھنا اور آداب واخلاق وغیرہ شامل ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ سیکھنے کا عمل آفاقی ہوتا ہے یعنی کہ ہر بچہ کچھ نہ کچھ سیکھتا ہے۔ اور یہ اکتساب کا عمل

مسلسل جاری رہنے والا عمل ہے یعنی کہ ہم ہر وقت، ہر پل، ہر گھڑی ہم کچھ نہ کچھ سیکھتے رہتے ہیں۔ اکتساب کی مدد سے ہم نئے ماحول میں اپنے آپ کو ہم آہنگ کرتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ اکتساب ہمیں مطابقت کی صلاحیت بھی فراہم کرتا ہے جس سے ہم کسی بھی نئے حالات اور نئے ماحول کا سامنا کر سکتے ہیں۔ اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ اکتساب کی مدد سے ہم اپنی زندگی کے مقاصد کو حاصل کر سکتے ہیں خواہ وہ تعلیمی ہو یا سماجی۔ آپ اس بات سے بھی واقف ہو گئے ہونگے کہ اکتسابی عمل میں مختلف عوامل کارفرما ہوتے ہیں جو ہماری اکتساب کو متاثر کرتے ہیں جن میں ذاتی، گھریلو، اکتسابی مواد، اسکول اور سماج وغیرہ کافی اہمیت کے حامل ہیں اگر یہ تمام عوامل مثبت ہیں تو اکتساب پر مثبت اثر ڈالتے ہیں اور اگر صنفی ہیں تو ان کے اثرات اکتساب پر منفی ہی ہونگے۔ آپ اس بات سے بھی کما حقہ واقفیت حاصل کر لئے ہونگے کہ زندگی کے ایک میدان میں سیکھی ہوئی چیز کو اگر دوسری چیز کو سیکھنے میں استعمال کیا جائے یا ایک اکتساب دوسری اکتساب میں اثر انداز ہو تو ہم اسے اکتساب کی منتقلی کہتے ہیں۔ یہ منتقلی مثبت بھی ہو سکتی ہے اور منفی بھی۔ اس سلسلے میں مختلف ماہرین نے اپنے اپنے نظریات پیش کیے ہیں مجھے یقین ہے کہ آپ ان تمام نظریات کا مطالعہ کیے ہونگے۔ ایک معلم کی یہ ذمہ داری ہے کہ طلبا کے اندر مثبت منتقلی کو پروان چڑھائیں اور انہیں اس بات کی تعلیم دیں کہ کس طرح مثبت اکتساب کی منتقلی کو یقینی بنایا جا سکے۔ آپ نے حافظہ اور بھولنے کے تصورات کا بھی مطالعہ کیا ہوگا اور اس بات سے بھی واقفیت حاصل کی ہوگی کہ طلبا موادِ مضمون کو یاد کرنے کے بعد کیوں بھول جاتے ہیں۔ اسباب میں خصوصیت کے ساتھ ذاتی اور ماحولیاتی اثرات قابلِ ذکر ہیں اسی کے ساتھ آپ کو یہ بھی بتایا گیا ہوگا کہ ہم کسی شئے کو بہتر طور پر کیسے یاد رکھ سکتے ہیں۔

اس یونٹ میں ہم آپ کو اکتساب کے تعلق سے پیش کئے گئے مختلف ماہرینِ نفسیات کے نظریات کو بتائیں گے جو درس و تدریس کے میدان/ شعبے میں کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ کے نصاب میں جو نظریات شامل کیے گئے ہیں وہ تھارن ڈائک کا پیش کردہ سعی و خطا کا نظریہ، پاؤلو کا کلاسیکی مشروط نظریہ، اسکینر کا عملی مشروط نظریہ، گیسٹالٹ سائیکالوجسٹ کا بصیرتی اکتساب کا نظریہ اور رالبرٹ بندورا کا سماجی اکتساب کا نظریہ ہے۔ یہ تمام نظریات تجربات پر مبنی ہیں اور طلبا و اساتذہ کے لیے اکتساب و تدریس میں کافی مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

5.2 مقاصد

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

☆ اکتساب کے مختلف نظریات کو بیان کر سکیں۔

☆ سعی اور خطا کے اکتسابی نظریہ کو مثالوں کی مدد سے سمجھا سکیں۔

☆ درس و تدریس میں مناسب اکتسابی نظریہ کا اطلاق کر سکیں۔

☆ کلاسیکی مشروط اور عملی مشروط کے اکتسابی نظریہ کے مابین فرق اُجاگر کر سکیں۔

☆ اکتسابی عمل میں مشاہدہ کی اہمیت واضح کر سکیں۔

☆ تدریس فعل انجام دیتے وقت مناسب وموزوں طریقہ تدریس کا استعمال کرسکیں۔

5.3 سعی اور خطا کا اکتسابی نظریہ (تھارن ڈائک)

Trial and Error Theory of Learning (Thorndike)

امریکی ماہر نفسیات ای.ایل.تھارن ڈائک نے اکتساب کے اس نظریہ کو پیش کیا۔اس نظریہ کو پیش کرنے کے لئے انہوں نے بچوں، بلی اور چوہوں پر متعدد/مختلف تجربات کئے۔بلی پر کیا جانے والا تجربہ سب سے مشہور ہے۔اپنی مختلف تجربات کی روشنی میں تھارن ڈائک نے جس نظریہ کو پیش کیا اسے سعی اور خطا کا اکتسابی طریقہ (Trial & Error Method of Learning) اور رابطہ کا اکتسابی نظریہ (Connectionism Learning Theory) کا نام دیا۔بقول تھارن ڈرئک سیکھنے یا اکتساب کا عمل سعی وخطا یعنی کہ کوشش اور غلطی کی مدد سے ہوتی ہے اور سیکھنے کے عمل میں بیچ تھی کہ (Stimulus) اور ردّعمل یعنی کہ (Response) کے مابین ایک رشتہ یا رابطہ قائم ہو جاتا ہے جسے انہوں نے Connection کا نام دیا۔اسی لیے اس اکتسابی نظریہ کو رابطہ/ رشتہ کا (Connectionism) اکتسابی نظریہ یعنی کہ (Connectionism theory of learning) کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

تھارن ڈائک کے مطابق اکتسابی عمل کوشش اور غلطی کا مجموعہ ہے۔ہم کوشش کرتے ہیں غلطی کرتے ہیں پھر کوشش کرتے پھر غلطی کرتے ہیں اور یہ کوشش وغلطی کا سلسلہ تب تک جاری رہتا ہے جب تک ہم اس شئے کو سیکھ نہ لیں۔اسی لئے سیکھنے کے اس عمل کو تھارن ڈائک نے سعی اور خطا (Trial & Error Method of Learning) کا طریقہ اکتساب نام دیا۔بقول تھارن ڈائک سیکھنے کے عمل میں غلطیوں کی تعداد متواتر گھٹتی جاتی ہے اور جب سیکھنے والا بار بار کوشش کرتا ہے تو کوئی نہ کوئی کوشش کامیاب ہو جاتی ہے مستقبل میں اس کامیاب کوشش کو دہرایا جاتا ہے اور اس طرح سے اکتساب مستحکم ہو جاتا ہے۔ہماری زندگی میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جس میں کسی چیز یا شئے کو سیکھنے کے لیے لاشعوری طور پر ہم سعی وخطا کے نظریہ پر کاربند رہتے ہیں اور سیکھنے کے عمل میں کوشش اور غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔اور کوشش وغلطی کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ ہم اس شئے کو سیکھ نہ جائیں۔مثال کے طور پر بچپن میں ہم سائکل چلانا سیکھتے ہیں۔آپ ذرا یاد کیجیے جب ہم سائکل پر پہلی بار چڑھتے ہیں پھر کیا ہوتا ہے۔یقیناً ہم زمین پر گر جاتے ہیں یعنی کہ اس دنیا میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو پہلی بار سائکل پر سوار ہونے کے بعد کامیابی سے سائکل چلانا شروع کر دیتا ہے۔اگر سائکل چلانا سیکھنا ہے تو گرنا بھی پڑے گا یعنی کہ غلطی بھی ہوگی۔ٹھیک اسی طرح کی بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں مثلاً روٹی بنانا سیکھنا،لکھنا سیکھنا، ٹائپ کرنا سیکھنا وغیرہ۔

اس نظریہ کے مطابق اکتساب یعنی کہ سیکھنے کے لئے کوشش لازمی شئی ہے اگر ہم مسلسل کوشش نہ کریں تو نہیں سیکھ سکتے کیوں کہ بہت سے افراد ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے پہلی بار کوشش کی اور غلطی کی وجہ سے پھر نئی کوشش نہیں کی تو وہ افراد اس چیز کو نہیں سیکھ سکے۔مثال کے

طور پر اگر کوئی فرد پہلی بار سائکل پر چڑھا اور گر گیا، زخم کی وجہ سے یا چوٹ لگنے کے ڈر سے اس نے اگر دوبارہ کوشش نہیں کی تو زندگی بھر سائکل نہیں چلا سکتا۔ اس لیے اکتساب کے لیے مسلسل کوشش لازمی ہے۔ جب انسان مسلسل کوشش کرتا ہے تو غلطیوں کی تعداد متواتر کم ہوتی جاتی ہے اور کامیاب کوشش کو دوبارہ دہرایا جاتا ہے حتیٰ کہ اس شئے کو مکمل طور پر سیکھ نہ لیا جائے۔

تھارن ڈائک کا اکتسابی تجربہ (Learning Experiment of Thorndike)

تھارن ڈائک نے اس نظریہ کو پیش کرنے کے لیے اپنا کامیاب تجربہ جو بلی پر کیا تھا دنیا کے سامنے مثال کے طور پر پیش کیا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سیکھنے کا عمل کوشش اور غلطیوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ تو آئیے اب ہم آپ کو تھارن ڈائک کا ایک بھوکی بلی پر کیا جانے والا تجربہ سناتے ہیں۔ تجربہ کے لوازمات حسب ذیل ہیں۔ (۱) بھوکی بلی (۲) تجرباتی پنجرہ (۳) مچھلی۔ اگر آپ ان تین چیزوں کو یاد رکھیں گے تو یہ تجربہ آپ کے دماغ میں مستحکم ہو جائے گا۔

چونکہ یہ ایک تجربہ ہے اس لیے سب سے پہلے تھارن ڈائک نے ایک بھوکی بلی کا انتخاب اپنے تجربہ کے لئے کیا۔ پھر انہوں نے ایک تجرباتی پنجرہ بنوایا جس کو ہم تھارن ڈائک پزل باکس (Thorndike Puzzle Box) کہتے ہیں۔ اس مخصوص پنجرے کو کھولنے کا نظم اندر سے کیا گیا تھا یعنی کہ ایک لیور ایسا بنایا گیا تھا کہ اس کو دبایا جائے تو دروازہ کھل جائے۔ اسی پنجرے میں اس مخصوص بلی کو بند کر دیا جاتا اور پنجرے کے باہر ایک پلیٹ میں مچھلی رکھ دیا جاتا۔ بعدازاں تھارن ڈائک کچھ فاصلے پر بیٹھے اس کا مشاہدہ کرتے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ جوں ہی بھوکی بلی کو پنجرے میں بند کیا گیا اور اس کے باہر مچھلی دیکھتے ہی وہ بلی اس مچھلی کو حاصل کرنے کے لئے اچھل کود مچانی شروع کر دی۔ اِدھر اُدھر اُچھل کود کرتے وقت اس کا پنجہ اچانک اس لیور یا کھٹکے پر پڑ گیا جس کو دبانے سے وہ پنجرہ کھل جاتا تھا۔ فوراً بلی باہر آئی اور مچھلی کو نوش فرمایا۔ تجربہ کا یہ سلسلہ متواتر چلتا رہا۔ تھارن ڈائک ہر اگلے تجربہ کے دوران بلی کے پنجرے سے باہر آنے کا وقت نوٹ کرتے رہے۔ دورانِ تجربہ تھارن ڈائک نے یہ محسوس کیا کہ پنجرے سے باہر نکلنے کا وقت کم ہوتا جا رہا ہے یعنی کہ اگر پہلی بار بلی پانچ منٹ میں باہر نکلی تو دوسری بار چار منٹ میں ہی باہر آ گئی۔ اسی طرح ہر اگلے تجربے میں وقت کم ہوتا گیا اور آخر میں جوں ہی دروازہ بند ہوتا وہ فوراً اس لیور کو دباتی اور باہر آ کر اپنی پسندیدہ غذا حاصل کر لیتی۔ اس طرح بلی نے مسلسل کوشش اور غلطی کے نتیجے میں یہ سیکھ لیا کہ کون سی کوشش کامیاب ہو رہی ہے آخر میں بغیر غلطی کیے ہوئے صحیح بٹن دبا کر اس تجرباتی پنجرے سے باہر آ جاتی۔ یعنی کہ بلی نے مسلسل کوشش اور غلطیوں کے نتیجے میں یہ سیکھ لیا باہر آنے کے لئے کس بٹن کو دبانا ہے۔ اس سیکھنے یا اکتساب کے عمل کو تھارن ڈائک نے سعی اور خطا کا نظریہ بتایا۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ سیکھنے کے لیے کوشش اور غلطی لازمی ہے۔

☆ **اکتساب کے مراحل۔** تجربات کی روشنی میں تھارن ڈائک نے اکتساب یا سیکھنے کے مراحل بیان کیے جو کہ اس طرح ہیں۔

(۱) محرّکہ/ضرورت (Motive, Need)

(۲) ہدف/مقصد (Goal)

(۳) رکاوٹ (Barrier)

(۴) کوشش (Trial)

(۵) اچانک کامیابی (Random Success)

(۶) صحیح کوشش کا انتخاب (Selection)

(۷) مقررعمل (Fixation)

بقول تھارن ڈائک سیکھنا اکتساب ایک مرحلے کے تحت ہوتا ہے جو ترتیب کے ساتھ ہوتا ہے جسے ہم Step by Step مرحلہ کہتے ہیں۔یعنی کہ سیکھنے کا عمل ایک مکمل Process ہے جس میں سیکھنے والا درجہ بہ درجہ آگے بڑھتا ہے اور مختلف مراحل سے گزرتا ہوا اپنے ہدف یعنی کہ سیکھنے کے مقصد کو حاصل کرتا ہے۔تھارن ڈائک فرماتے ہیں کہ سیکھنے یا اکتساب کے لیے محرکہ یا Motive ہے اگر ہمارے اندر محرکہ نہ ہو تو ہم اس چیز کو بالکل نہیں سیکھ سکتے۔ تجربہ میں بلی کے لئے محرکہ اس کی بھوک ہے۔ اگر بلی بھوکی نہ ہوتی تو پنجرے سے باہر آنے کی کوشش نہ کرتی۔اس لئے اکتساب کے لیے سب سے اول اور لازمی شئی ضرورت ہے اگر ہمیں B.Ed. ڈگری کی ضرورت نہ ہوتی تو ہم بی۔ایڈ کورس میں داخلہ نہ لیتے۔ٹھیک اسی طرح سیکھنے کا دوسرا مرحلہ مقصد کو حاصل کرنا ہے تجربہ میں بلی کے لیے مقصد اس مچھلی کو حاصل کرنا ہے۔اور مقصد کو حاصل کرنے کے لیے بلی اُچھل کود شروع کر دی۔تیسرا مرحل رکاوٹ کا ہوتا ہے۔اس تجربہ میں پنجرہ ایک رکاوٹ ہے بلی کو اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں۔ چوتھا مراحلہ کوشش کا ہے جس طرح بلی نے کوشش کرنا شروع کی کہ وہ کس طرح باہر آئے۔جس طرح ایک بچہ سائکل چلانے کی کوشش کرتا ہے۔ پانچویں مرحلے کی طور پر کوشش کے دوران اچانک ملنے والی کامیابی ہے جس طرح تجربہ میں کوشش کرتے وقت اچھلے کودتے وقت اچانک بلی کا پنجہ اس بٹن پر پڑتا ہے جس سے وہ پنجرے سے باہر آجاتی ہے۔کوشش کرنے کے عمل میں سیکھنے والا صحیح کوشش کو دہراتا ہے اور ناکام کوشش کو مسترد کرتا جاتا ہے جسے ہم Selection کہتے ہیں اور آخر میں ہم اس مخصوص کوشش کو ہی دوہراتے ہیں جسے کامیاب کوشش کا نام دیا جاتا ہے۔اس طرح سیکھنے والا سعی اور خطا کے ذریعے صحیح عمل کرنا سیکھ جاتا ہے اسی کو ہم سعی اور خطا کا نظریہ کہتے ہیں۔

☆ اکتساب/سیکھنے کے قوانین/اُصول (Laws/Principles of Learning)

اپنے تجربے کی بنیاد پر تھارن ڈائک نے سیکھنے کے قوانین وضع کیے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

☆ ابتدائی قوانین/اصول (Primary/ Basic Laws or Principles)

☆ ثانوی قوانین/مراحل (Secondary Laws or Principles)

☆ **ابتدائی قوانین۔** ابتدائی قوانین میں تھارن ڈائک نے تین قوانین کو شامل کیا ہے جس میں اول قانونِ آمادگی دوم قانونِ مشق اور سوم قانونِ تاثیر ہیں۔ درس وتدریس میں ان ہی تین قوانین کی بہت اہمیت ہے۔

☆ **قانونِ آمادگی۔** اس قانون یا اصول کے تحت سیکھنے یا اکتساب کے لیے سب سے پہلی شرط اور ضروری شئے آمادگی ہے یعنی کہ تیار ہونا۔ جب تک سیکھنے والا سیکھنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ سیکھنے کا عمل ممکن ہی نہیں ہوسکتا۔ کمرۂ جماعت میں سیکھنے کا عمل ذہنی تیاری سے ہے۔ یعنی کہ استاد کو چاہیئے کہ سب سے پہلے طلبا کو ذہنی طور پر تیار کریں اور جب طلبا ذہنی طور پر پڑھنے کے لیے یا سیکھنے کے لیے تیار ہو جائیں تو تدریسی فعل انجام دینا چاہیئے۔ اگر کسی وجہ سے طلبا ذہنی طور پر تیار نہیں ہیں تو انہیں پہلے تیار کرنا چاہیئے پھر انہیں سکھانے کا عمل شروع کرنا چاہیئے۔

☆ **قانونِ مشق۔** یہ قول بہت مشہور ہے کہ "Practice Makes Man Perfect" یعنی کہ بہتر اکتساب کے لیے مسلسل مشق کرنی چاہیئے۔ اگر ہم واقعی کسی بھی سبق کو بہتر طور پر یاد کرنا چاہتے ہیں تو مشق لازمی جزو ہے۔ اسی لئے اسکولوں اور کالجوں میں اساتذہ طلبا کو گھر کا کام دیتے ہیں تاکہ پڑھائے گئے سبق کی مشق یا Revision ہوسکے اور طلبا کے اکتساب میں استحکام آسکے۔ اگر ہم کسی سبق کو یاد کر کے اسے نہیں دہراتے یا مشق کرتے تو کچھ دنوں کے بعد بھول جاتے۔ مثال کے طور پر گیت یا Poem۔ آپ ذرا اپنی ابتدائی طالب علمی کے دور کو یاد کیجیئے، کتنے Rhyms اور گانے یاد تھے لیکن اب وہ یاد نہیں رہے۔ اگر آپ نے ٹائپنگ سیکھی ہوگی اور بہت دنوں تک اسے مشق میں نہیں رکھا ہوگا تو اب ذرا ٹائپ مشین پر بیٹھیئے پھر دیکھیئے کہ کتنا بٹن یاد ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشق کی کتنی ضرورت واہمیت ہے بہرکیف اکتساب کو مستحکم کرنے اور کسی کام کو بہتر سے بہتر کرنے کے لئے مشق نہایت ہی لازمی ہے۔

قانونِ مشق میں تھارن ڈائک نے دو باتوں کا تذکرہ کیا ہے۔

قانونِ استعمال۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کو سیکھتے ہیں اگر اسے عملی زندگی میں استعمال کرتے ہیں تو اسے کبھی بھول نہیں سکتے۔ لہٰذا یہ قانون ہمیں اکتساب کے سبق کو استعمال میں رکھنے کی طرف راغب کرتا ہے۔ اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اگر ہم اکتساب میں مستحکم چاہتے ہیں تو سیکھی ہوئی چیز کو ہمیشہ استعمال میں رکھنا ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر ہم نے ٹائپ کرنا سیکھا ہے تو ہمیں ٹائپ کرنے کی مشق کو جاری رکھنا ہوگا اگر ہم نے کمپیوٹر چلانا سیکھا ہے تو اس کو استعمال میں رکھنا ہوگا، اگر ہم نے کوئی سبق یاد کی ہے تو اس کو دہرانا ہوگا۔

قانونِ عدم استعمال۔ اس قانون کے تحت یہ بات بتائی گئی ہے کہ اگر یاد کئے ہوئے سبق کو ہم نے دہرانا چھوڑ دیا، اگر کمپیوٹر سیکھنے کے بعد ہم نے اس کا استعمال ترک کر دیا، ٹھیک اسی طرح ٹائپنگ سیکھنے کے بعد ہم نے ٹائپ کرنا بند کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد اگر ہم دوبارہ اس عمل کو شروع کریں گے تو یقیناً اس رفتار سے اور صحیح طور پر ہم ان تمام کاموں کو انجام نہیں دے سکتے جس کو سیکھنے کے بعد ترک کر دیا۔

☆ **قانونِ تاثیر (Law of Effect)** – یہ قانون ہمیں یہ بتاتا ہے کہ سیکھنے اور اکتساب کے عمل میں دو چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں جن کی تاثیر سے ہم سیکھتے ہیں اور کمرۂ جماعت میں یہ دونوں کافی اہمیت کے حامل ہیں۔

انعام (Reward) – تھارن ڈائک کے مطابق اکتسابی عمل میں انعام کا کافی اہم رول ادا کرتا ہے۔ یہ ایک محرکہ کا کام کرتا ہے۔ دورِ جدید کے تمام ماہرین نفسیات اس بات پر متفق ہیں کہ طلبا کے اندر بہتر اکتسابی عادات کے فروغ میں انعام مثبت رول ادا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک استاد نے طلبا کو سبق یاد کرنے کے لیے کہا۔ دوسرے دن ایک طالب علم اس سبق کو سب سے پہلے یاد کر کے استاد کو سنا دیا۔ اس پر استاد خوش ہو کر اس طلبا کو شاباشی، بہت اچھے اور تمام طلبا سے حوصلہ افزائی کے طور پر Clapping کرنے کے لیے کہا۔ اس عمل سے یقیناً وہ طالب علم جس نے سبق سنایا تھا متحرک اور خوش ہوا ہوگا اور مستقبل میں بہتر کام کرنے کی طرف مائل ہوگا ساتھ ہی ساتھ دوسرے طلبا میں بھی حوصلہ پیدا ہوگا کہ ہمیں بھی استاد کے دیئے گئے کام کو جلدی اور بہتر طور پر کرنا ہے۔ اس طرح سے ہم دیکھتے ہیں کہ انعام کی بہت سی صورتیں ہیں، بہت سے اقسام ہیں جن کا استعمال کر کے ایک معلم کمرۂ جماعت میں درس و تدریس کی بہتر فضا قائم کر سکتا ہے۔

انعام کی مختلف صورتوں اور اقسام میں خصوصیت کے ساتھ شاباشی بہت اچھے، Good، Very good، Excellent، Wonderful، کمرۂ جماعت کا لیڈر، کاپی و پین/قلم، ٹیم لیڈر، میڈل، سرٹیفکیٹ اور اعلیٰ کارکردگی کی صورت میں نقد انعام (جو روپیہ کی شکل میں ہو) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

☆ کمرۂ جماعت میں اطلاق/تعلیمی مضمرات – Educational Implication

ایک معلم نے اگر حقیقی معنوں میں اس اکتسابی نظریہ کے اہم خدوخال کو سمجھ لیا، اس نظریہ میں پیش کیے گئے اکتسابی قوانین اور اصولوں کو اپنی تدریس کا حصہ بنالیا تو یقیناً طلبا کو اکتسابی عمل میں کافی رہنمائی کر سکتا ہے۔ کیوں کہ ہماری زندگی میں بے شمار اکتساب سعی اور خطا کے ذریعہ عمل میں آتی ہے یعنی کہ ہم کوشش کرتے ہیں اور غلطی کرتے ہیں اور آخر میں اس شئے کو سیکھ لیتے ہیں۔ تو آیئے ہم آپ کو اس نظریہ کے اہم تعلیمی مضمرات کو بتاتے ہیں اور یہ امید بھی کرتے ہیں آپ اپنی کمرۂ جماعت میں دوران تدریس ان باتوں کا پاس و لحاظ رکھیں گے اور اس نظریہ سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھاتے ہوئے طلبہ کو ان کے سیکھنے کے عمل میں مددگار معاون ثابت ہونگے۔

(۱) بطورِ معلم ہمیں یہ چاہیئے کہ جب ہم کمرۂ جماعت میں داخل ہوں تو سب سے پہلے اپنے طالب علموں کی ذہنی طور پر آمادہ کریں تا کہ وہ ہماری بات کو سننے کے لیے تیار ہو جائیں۔ کمرۂ جماعت میں درس و تدریس کی فضا قائم ہو جائے اور سارے طلبا اکتساب کے لیے، سیکھنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

(۲) ہمیں اپنے طلبا کو ہمیشہ یہ بات بتانی چاہیئے کہ وہ جس سبق کو، جس کا کام کو سیکھا ہے اور دہرائیں یعنی کہ مشق کریں جس سے یاد کیا ہوا سبق، سیکھا ہوا کام مزید بہتر طور پر یاد ہو جائے یا مستحکم ہو جائے۔

(۳) ایک معلم کو طلبا کے اندر بہتر اکتسابی عادت کے فروغ کے لئے انعام اور سزا دونوں کا انتخاب کرنا ہوگا۔ وقت، حالات اور ضرورت کے مطابق موزوں و مناسب انعام یا سزا کے استعمال میں ایک معلم کو کافی محتاط رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۴) یہ اکتسابی نظریہ طلبا کے اندر اچھی خوش خط کے فروغ دینے میں کافی معاون ثابت ہوتا ہے۔

(۵) ہم بار بار عمل اور مشق کے ذریعے ٹائپنگ میں مہارت، کمپیوٹر میں مہارت پیدا کر سکتے ہیں۔

(۶) یہ اکتسابی نظریہ چھوٹے بچوں کے لئے کافی اہمیت کا حامل ہے طلبا کے اندر یاد رکھنے کی صلاحیت جو کہ مسلسل مشق پر مبنی ہوتا ہے فروغ دیا جاسکتا ہے۔

5.4 کلاسیکی مشروط اکتساب کا نظریہ (پاؤلو)

Classical Conditioning Theory of Learning

آئی. وی. پاؤلو (I.V. Pavlov) نامی روسی ماہر فعلیات/طبیعیات (Physiologist) نے اس نظریہ کو پیش کیا۔ انہوں نے کتے پر کیئے گئے مختلف تجربات کی روشنی میں اس نظریہ کو پیش کیا۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے بنیادی طور پر وہ ماہر نفسیات نہیں تھے، نہ ہی ان کے تجربہ کا مقصد اکتسابی نظریہ کو پیش کرنا تھا، بلکہ وہ ایک ماہرِ فعلیات تھے اور اپنی تجربہ گاہ میں یہ مطالعہ کر رہے تھے کہ کتے کے منہ سے لعاب (رال) کا اخراج کس طرح سے ہوتا ہے۔ جس سے کہ کتے کے ہاضمے کے عمل (Digestive Process) کو معلوم کیا جا سکے۔

کتے پر تجربہ کرنے کے دوران انہوں نے دیکھا کہ غذا کو دیکھنے کے بعد یا ان کے نگراں کے قدموں کو آہٹ سن کر کتے کے منہ سے لعاب خارج ہونا شروع ہو گیا۔ چنانچہ پاؤلو کا دھیان اپنے اصل تجربے سے ہٹ کر اکتسابی عمل کی طرف راغب ہو گیا اور انہوں نے کتے کے لعاب خارج ہونی کی وجوہات پر تحقیق کرنا شروع کر دیا۔ پاؤلو کے اکتسابی نظریہ کو سمجھنے کے لئے پہلے ہمیں ان کا مکمل تجربہ سمجھنا ہوگا اس کے بعد ہی ہم پاؤلو کے پیش کردہ اکتسابی نظریہ جسے ہم کلاسیکی مشروط اکتساب کا نظریہ کہتے ہیں بہتر طور پر سمجھنے کے لائق ہو جائیں گے تو آیئے سب سے پہلے ان کا کتے پر کیا جانے والا تجربہ دیکھتے ہیں۔

☆ پاؤلو کا اکتسابی تجربہ

Learning Experiement of Pavlov

پاؤلو نے ایک بھوکا کتا لیا اور اسے تجرباتی میز کے درمیان زنجیر میں جکڑ دیا۔ چونکہ یہ ایک تجربہ تھا۔ اس لیے انہوں نے بالکل پر سکون کمرے میں اپنے تجربہ کو انجام دیا۔ ان کے تجربہ کو سمجھنے کے لیے ہمیں ان چار چیزوں کو ذہن میں رکھنا ہوگا۔

(۱) بھوکا کتا (۲) تجرباتی میز (۳) کھانا (۴) گھنٹی کی آواز

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے سب سے پہلے پاؤلو نے اس مخصوص تجرباتی میز کے درمیان کتے کو زنجیر سے جکڑ دیا۔ پھر اس کو کھانا پیش کیا گیا۔ کھانا دیکھتے ہی کتے کی منہ سے لار (Saliva) نکلنا شروع ہو گیا۔ اس تجربے کو پاؤلو نے متواتر دہرایا اور پایا کہ ہر بار کھانا

دیکھتے ہی کتے کی منہ سے لار نکل رہا ہے۔ تجربے کے دوسرے مرحلے میں پاوٗلو نے پہلے گھنٹی بجائی پھر کھانا پیش کیا۔ اور یہ عمل کئی بار جاری رکھا۔ یعنی کہ پہلے گھنٹی بجاتا پھر فوری بعد کھانا پیش کرتا۔ یہی تجربہ بار بار دہرانے سے پاوٗلو نے یہ مشاہدہ کیا کہ صرف گھنٹی کی آواز سنتے ہی کتے کے منہ سے لار کا نکلنا جاری ہو جاتا تھا۔ اس طرح گھنٹی کی آواز گویا کتے کے لیے کھانا ملنے کی علامت یا سگنل کا کام کیا۔ تجربے کے تیسرے مرحلے میں پاوٗلو نے صرف گھنٹی کی آواز بجائی اور مشاہدہ کیا جس طرح کھانے کو دیکھ کر کتے کے منہ سے لعاب جاری ہو جاتا ہے۔ اس طرح کتا گھنٹی کی آواز سے Conditioned ہو گیا اور یہ سیکھ لیا کہ گھنٹی کی آواز کھانا ملنے کی علامت ہے۔ اسی اکتساب یا Learning کو پاوٗلو نے ”کلاسیکی مشروط اکتساب کا نظریہ“ نام دیا۔

اب آیئے ہم آپ کو اس نظریہ میں استعمال ہونے والے اہم اصطلاح (Terminology) کی مدد سے تجربے کو مزید واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چونکہ بھوک ایک قدرتی یا فطری ضرورت ہے اور کھانا بھوک کو مٹانے کا ایک فطری اور قدرتی وسیلہ۔ بھوک کی حالت میں غذا یا کھانا دیکھ کر منہ سے لعاب (Saliva) آنا بھی ایک قدرتی عمل ہے۔ اس نظریہ میں پاوٗلو نے غذا کو فطری ہیج یعنی کہ (Natural Stimulus) کا نام دیا اور غذا دیکھ لعاب نکلنے کے عمل کو (Natural Response) کا نام دیا۔ اس تجربہ میں گھنٹی کی آواز کو (Artificial Stimulus) یا Conditioned Stimulus کا نام دیا یعنی کہ شروط ہیج۔ غذا کو غیر مشروط ہیج (Unconditonal Stimulus) بھی نام دیا۔

تجربہ کا مرحلہ Steps of Experiment

اوپر دیے گئے تصاویر کو اگر آپ غور سے دیکھیں یا سمجھیں گے تو پاوٗلو کا پیش کردہ تجربہ بالکل آسانی کے ساتھ سمجھ میں آ جائے گا۔ جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ پاوٗلو نے اپنے تجربے کو مختلف مرحلے میں کیا۔ پہلے مرحلہ میں کتے کے سامنے غذا پیش کیا گیا جسے UCS کا نام دیا گیا اور غذا کو دیکھ جو ردّعمل سامنے آیا اس کو UCR کہا گیا۔ ٹھیک اسی طرح گھنٹی کی آواز کو CS کا نام دیا گیا اور گھنٹی کی آواز سن کر لعاب نکلنے کے عمل کو CR کہا گیا۔ چونکہ گھنٹی کی آواز سن کر کتا Conditioned ہو گیا اور اس کے منہ سے لعاب جاری ہو گیا۔ اس لیے اس نظریہ کا نام Conditional Learning Theory رکھا گیا۔

اس نظریہ کو ہم آسان زبان میں اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ ”یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں Artificial Stimulus یعنی کہ گھنٹی کی آواز نے Natural Stimulus یعنی کہ غذا کی جگہ لے لی ہے اس طرح گھنٹی کی آواز غذا کی خصوصیات کا حامل بن جاتا ہے جیسا کہ اوپر کے تجربہ میں گھنٹی کی آواز کو بار بار غذا کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا گیا ہے۔

☆**مشروط اکتساب کے اصول-** اپنے کیئے گئے تجربات کی روشنی میں پاؤلو نے اکتساب کے اصول مرتب کیے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

☆**تقویت کا اصول۔** اس سے یہ مراد ہے کہ اکتسابی عمل کے لیے سب سے ضروری اور تقویت کا ہے یعنی کہ گھنٹی کی آواز کے فوری بعد غذا پیش کیا جائے۔ اگر مشروط مہیج کو غیر مشروط مہیج کے ساتھ جوڑا جائے گا تبھی اکتساب موثر ہوگی۔

☆**وقفہ یا تسلسل کا اصول۔** یعنی کہ اکتسابی عمل میں مشروط مہیج اور غیر مشروط مہیج کے درمیان بہت کم وقفہ ہونا چاہئے۔ اگر گھنٹی کی آواز اور کھانا/ غذا پیش کرنے کے دوران/ درمیان وقفہ زیادہ ہو جائے گا تو اکتساب کا عمل متاثر ہوگا۔

☆**معدومیت کا اصول۔** اگر گھنٹی کی آواز کے ساتھ غذا نہیں پیش کیا جاتا تو اکتسابی عمل فتح یا معدوم ہو جاتی ہے۔ اس لیے لازمی ہے کہ مشروط مہیج کے ساتھ غیر مشروط مہیج کو جوڑا جائے ورنہ اکتسابی عمل رُک جائے گی جیسا کہ تجربے میں پیش آیا بار بار صرف گھنٹی کی آواز سنانے اور کھانا/ غذا پیش نہ کرنے کی صورت میں اکتساب محدود ہوگی۔

☆**از خود بحالی کا اصول۔** اس کا مطلب یہ ہوا کہ کچھ عرصے کے بعد جب پھر اس تجربہ کو دہرایا گیا تو جو اکتساب معدوم ہو چکی تھی خود بخود دوبارہ بحال ہوگئی۔ کتے کے تجربے میں کچھ وقفے کے لئے تجربہ کو موخر کر دینے کے بعد جب پاؤلو کتے کو تجربہ گاہ میں لے گئے اور گھنٹی کی آواز بجائی تو پھر سے دوبارہ کتے کے منہ سے لعاب جاری ہو گیا اور اس مرحلہ یا مقام پر پاؤلو نے یہ ثابت کر دیا کہ اکتساب کا عمل مشروط ہوتا ہے اور اسی کا نام پاؤلو نے مشروط اکتساب کا نظریہ رکھا۔

☆ کمرۂ جماعت میں اطلاق/ تعلیمی مضمرات Educational Implication

مشروط اکتسابی نظریہ کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد ایک معلم درس و تدریس کے میدان میں اس کا استعمال کر سکتا ہے جس سے کہ اس کو تدریسی ذمہ داریوں کو اچھی طرح نبھانے میں اور طلبا کے اندر سیکھنے کی صلاحیت کو بڑھا سکتا ہے۔ اس نظریہ کے تعلیمی مضمرات حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ طلبا کے اندر نظم وضبط کو فروغ دینے میں یہ نظریہ کافی معاون ثابت ہوسکتا ہے۔

۲۔ طلبا کے اندر اچھی عادتوں کے فروغ میں اور بری عادتوں کو دور کرنے میں بھی یہ نظریہ کافی مددگار ہوسکتا ہے۔

۳۔ طلبا کے اندر مثبت رویوں کو فروغ دینے میں بھی یہ نظریہ کارآمد ہے۔

۴۔ یہ نظریہ جانوروں کی تربیت میں بہت اہم رول ادا کرتی ہے۔

۵۔ Physiotherapy اور Psychotherapy میں استعمال کیا جاتا ہے۔

۶۔ الفاظ کو صحیح طور پر ادا کرانے میں اور زبان دانی کی تربیت میں بھی مددگار ہے۔

۷۔ طلبا کے اندر ڈر و خوف کو دور کرنے میں یہ نظریہ معاون ہوتی ہے۔

5.5 عملی مشروط اکتساب کا نظریہ (بی. ایف. اسکنر)

(Operant Conditioning Theory of Learning)

''عملی مشروط اکتساب کا نظریہ'' امریکی ماہر نفسیات بی. ایف. اسکنر (B.F. Skinner) نے پیش کیا۔ یہ نظریہ بھی ''مشروط نظریہ'' کے ہی درجہ کا ہے لیکن پاوٗلو کے ''کلاسیکی مشروط اکتساب نظریہ'' سے مختلف ہے۔ دونوں نظریات میں سب سے اہم فرق ''شروعات'' اور ''عمل'' کا ہے۔ یعنی کہ کلاسیکی نظریہ کے مطابق سیکھنے والا کسی بھی عمل کو کرنے سے پہلے مہیج یعنی کہ محرکہ کے انتظار میں رہتا ہے بغیر محرکہ کے وہ کوئی بھی عمل نہیں کرسکتا۔ اگر آسان زبان میں کہا جائے تو بغیر Stimulus کے Response نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے ہم اس نظریہ کو مہیج پر مرکوز (Stimulus Based) نظریہ بھی کہتے ہیں۔

بی. ایف. اسکنر پاوٗلو کے نظریہ کے خلاف اُٹھے اور ان کا کہنا تھا کہ عملی زندگی میں انسان کسی کام یا عمل کو کرنے سے پہلے کسی مہیج یا Stimulus کے انتظار میں نہیں بیٹھا رہتا، بلکہ پہلے ''عمل'' کرتا ہے اور عمل کے بعد جو نتیجہ اخذ کرتا ہے اس کے مطابق مستقبل کا لائحہ عمل طے کرتا ہے۔ اس سے بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسکنر کے نظریہ کے مطابق پہلے ''عمل'' ہے یعنی کہ "Response" اور پاوٗلو کے نظریہ کے مطابق پہلے ''مہیج'' ہے یعنی کہ "Stimulus" اور ان دو نظریات میں یہی بنیادی فرق ہے۔

اب آیئے ہم آپ کو اسکنر کے عملی مشروط اکتسابی نظریہ کو مزید واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بنیادی طور پر اسکنر Behaviourism کے مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں جس کا بانی "Watson" مانا جاتا ہے۔ واٹسن کے ساتھ ایک قول منسوب کیا جاتا ہے ''ہمیں بچہ دے دو جو کہو ہم بنا کر دیدیں خواہ ڈاکٹر یا ڈاکو'' یعنی کہ اس مکتب کے مطابق کسی بھی بچے کو ایک مخصوص ماحول میں رکھ کر اس کے طرزِ عمل میں مطلوبہ تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ یہ تصور اب اس بات پر بھی زور دیتا ہے کہ برتاوٗ کا آغاز اضطراری یعنی کہ فطری ردّ عمل سے ہوتا ہے۔

عملی مشروطیت کو ''تقویت کی مشروطیت'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہاں پر تقویت کا تعلق مہیج کے مقابلے جوابی ردّ عمل سے ہے۔ اس قسم کی مشروطیت میں انعام یا حوصلہ افزائی کا اس وقت تک امکان موجود نہیں رہتا ہے جب تک کہ جوابی عمل سامنے نہ آئے۔ اسکنر نے عملی مشروط اکتساب کو پیش کرنے کے لیے چوہوں اور کبوتروں پر تجربہ کیا تو آیئے اب ہم اسکنر کا تجربہ دیکھتے ہیں۔

اسکنر کا اکتسابی تجربہ Learning Experiment of Skinner

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے اسکنر (Skinner) نے اپنے تجربات چوہوں اور کبوتروں پر کیا تھا۔ تجربہ کو یاد رکھنے کے لیے تین چیزوں کو ذہن میں رکھیئے۔

(۱) چوہا/ کبوتر (۲) تجرباتی ڈبہ (۳) غذا۔ اپنے تجربہ کو انجام دینے کے لیے اسکنر نے ایک تجرباتی باکس بنوایا تھا جسے ہم اسکنر باکس (Skinner Box) کہتے ہیں۔ اس باکس کا نظم اس طرح تھا کہ ایک بٹن کے دبنے سے اس ڈبہ پر غذا/ کھانا آجاتا تھا۔ یہ تجربہ بھی

سابقہ کے مطابق ایک بھوکا چوہا چھوڑ دیا گیا اور وہ چوہا اس باکس کے اندر اِدھر اُدھر گھومنا شروع کر دیا۔ چونکہ چوہا بھوکا تھا اس لیے گھومنے پھرتے ہر جگہ اپنی چونچ یا منہ مارتا رہا۔ اتفاق سے اس مقام پر اس کی چونچ پہنچ گئی جس سے کہ بٹن دب گیا۔ نتیجتاً غذا نمودار ہوا اور چوہے نے اپنی غذا کھائی۔ اس تجربہ کو دوبارہ دہرایا گیا۔ پھر چوہے بھوک کی شدت میں اِدھر اُدھر گھومنا شروع کیا اور غذا کی تلاش میں اپنی چونچ کو اِدھر اُدھر مارنا شروع کیا نتیجتاً ایک وقت ایسا آیا جب اس کی چونچ اس بٹن پر پڑی اور دوبارہ کھانا سامنے آ گیا۔ یہ تجربہ متواتر چلتا رہا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ بٹن دبنے پر بھی کھانا حاصل نہیں ہوا۔ اس طرح چوہا نے اس عمل کو چھوڑ دیا۔ کچھ وقفے کے بعد پھر تجربہ کو دہرایا گیا تو مشاہدے میں یہ بات آئی کہ چوہا دوبارہ کھانے کی تلاش میں چونچ مارنا شروع کر دیا۔

اس طرح سے دیکھا جائے تو عملی مشروطیت میں جاندار خود ایک مناسب ردّعمل دریافت کرتا ہے اور اس سے سیکھتا ہے اس کے نتیجے میں اسکا ردّعمل ذی شعور کے برتاؤ کا حصہ بن جاتا ہے۔

بقول اسکینر اگر ہم انسانی زندگی اور بہت سے جانداروں کی زندگی کو دیکھیں اس کا مشاہدہ کریں جو اپنی زندگی کے مختلف اعمال کو سر انجام دیتے ہیں اور وہ اپنے حیاتیاتی تقاضوں اور ماحولیاتی قوتوں کے زیر اثر کئی حرکات کرتے ہیں یا عمل کرتے ہیں اور اگر کسی حرکت یا عمل کے نتیجے میں ان کو کوئی پسندیدہ چیز مل جائے یا کسی ناخوش گوار عادات واطوار سے چھٹکارا مل جائے تو جانوروں کی طرح عمل بار بار دہراتے ہیں حتیٰ کہ وہ ان کے برتاؤ کا ایک لازمی جزو بن جاتا ہے۔ اس عمل کو ہم ''عملی مشروط'' یعنی کہ (Operant Conditioning) اکتسابی نظریہ کہتے ہیں۔

☆عملی مشروط اکتساب کے اقدامات Steps of Operant Learning

اسکینر نے اپنی تجربات کی روشنی میں اکتساب کے مراحل بیان کیے ہیں جن کو ہم اقدامات بھی کہتے ہیں جو کہ حسبِ ذیک ہیں۔

(ا) صورتِ گری (Shaping) - یہ عملی مشروط اکتساب کا بے حد اہم مرحلہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ سیکھنے والے کے طرزِ عمل میں مطلوبہ تبدیلیاں لانے کے لیے تقویت (Reinforcement) کا صحیح استعمال کیا جانا۔

جیسا کہ ہم نے تجربہ میں محسوس کیا صحیح عمل کے نتیجہ میں غذا فراہم کی گئی تو اس کے عمل کو تقویت ملی اور پھر بعد میں چوہا اس عمل کو دہرایا۔ بعد ازاں سیکھنے والے کی طرف سے غلط طرزِ عمل کرنے پر تقویت دینے کا خاص فائدہ یہ ہوتا ہے کہ غلط طرزِ عمل دھیرے دھیرے ختم ہو جاتا ہے۔

اس نظریہ کے مطابق تجربہ کرنے والا ایک جاندار کے طرزِ عمل کو ایسے ہی ڈھالتا ہے یا شکل دیتا ہے جیسے کمہار برتن کو دھیرے دھیرے ایک حقیقی شکل دیتا ہے۔

(۲) ردعمل کا زنجیری سلسلہ (Chaining) - اس مرحلہ کے مطابق مطلوبہ ردّعمل کو مرحلوں میں حاصل کیا جاتا ہے۔ پہلے ردّعمل کو مستحکم کرنے کے لیے تقویت پہنچائی جاتی ہے پھر دوسرے مرحلے کے ردّعمل کے لیے تحریک دی جاتی ہے اور مقصد کے حصول تک ان تمام

مراحل کو آپس میں جوڑا جاتا ہے جسے ہم Chaining یا زنجیری سلسلہ کہتے ہیں۔

(۳) معدوم/ختم/ٹوٹنا (Extinction) - اس کا مطلب یہ ہے کہ سابقہ میں قائم شدہ تعلق کو ختم کر دینا۔ جیسا کہ ہم نے تجربہ میں دیکھا اگر چوہا بٹن کو بار بار دباتا ہے اور اس کو غذا حاصل نہیں ہوتی تو ایک ایسا وقت آیا کہ چوہے نے بٹن دبانے کے عمل کو ترک کر دیا یا چھوڑ دیا۔ اس سے بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ غلط ردّ عمل پر تقویت (Reinforcement) نہیں پہنچائی جائے تو غلط ردّ عمل دھیرے دھیرے خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔

☆ تقویت کا تصور Concept of Reinforcement

اسکینر کے عملی مشروط اکتسابی نظریہ میں تقویت یعنی کہ (Reinforcement) کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ ہل (Hull) کے مطابق۔ کسی عمل یا ردّ عمل سے حاصل کردہ نتائج تقویت ہیں۔ یعنی تقویت سے مراد ''کسی ردّ عمل کے بار بار دہرانے کے امکان کا بڑھنا اور جس کے ذریعے طرز عمل میں مطلوبہ تبدیلی کا آنا۔ اسکینر نے اس نظریہ میں دو قسم کی تقویت کا تذکرہ کیا جو اکتسابی عمل کو متاثر کرتی ہیں۔

(۱) مثبت تقویت (Positive Reinforcement)

(۲) منفی تقویت (Negative Reinforcement)

مثبت تقویت وہ تقویت ہے جو کسی ردّ عمل کو بار بار دہرانے کے امکان کو بڑھاتا ہے جیسے استاد کی مسکراہٹ، تعریف، شاباشی، شفقت، پیٹھ تھپتھپانا، انعام وغیرہ۔

منفی تقویت وہ تقویت ہے جو کسی ردّ عمل کے بار بار دہرانے کے امکان کو گھٹائے حتیٰ کہ وہ ختم ہو جائے۔ جیسے سزا، دھمکی، پریشانی، تھکن وغیرہ۔

☆ نظام العمل (Schedule)۔ ہم بخوبی واقف ہو چکے ہیں کہ اسکینر کے نظریہ میں تقویت کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ اس لیے انہوں نے کسی پسندیدہ عمل کو دوہرانے یا کسی مخصوص طرز عمل کو مستقل یا مستحکم بنانے اور کسی ناپسندیدہ عمل کو ختم کرنے یا اس طرزِ عمل کو کمزور کرنے کے لیے اسکینر تقویت کے ایک نظام العمل کو تجویز کیا ہے۔

اس نظریہ کے مطابق کسی بھی طرزِ عمل کو مستقل یا طویل مدتی بنانے کے لیے تقویت کے اس نظام العمل کو استعمال کرنا فائدہ مند ثابت ہوگا۔ اگر کوئی شخص پہلی کوشش میں پہلا اقدام کامیابی سے انجام دیتا ہے تو اس کو ترغیب دی جاتی ہے تاکہ وہ اس عمل کو بار بار دہرا سکے۔ اسکینر کے نظریہ کی افادیت کو ہم درج ذیل مثالوں کی مدد سے واضح کر سکتے ہیں۔

I طلبا ایک مقررہ اوقات میں اسکول میں حاضر ہو جاتے ہیں۔

II ہم تمام افراد مخصوص کاموں، ذمہ داریوں کو مقررہ وقت پر کرتے ہیں۔

III ہم مقررہ وقت پر کھانا کھاتے ہیں۔

IV ہم مقررہ وقت پر اپنے کام یا آفس پر جاتے ہیں۔

اگر ہم غور کریں تو اسکینر نے تقویت کا ایک بہترین نظام العمل تیار کیا ہے۔

☆ کمرۂ جماعت میں اطلاق/تعلیمی مضمرات Educational Implication

بحیثیت استاد ہم اس نظریۂ کا اطلاق اپنی درس وتدریس اور عملی زندگی میں کر کے خود اپنے طالب علموں کے لیے فائدہ کا سامان مہیا کر سکتے ہیں تو آیئے دیکھتے ہیں کہ ایک معلم کے لیے اس اکتسابی نظریہ کی کیا اہمیت ہے۔

(۱) چونکہ اس نظریہ میں تقویت پر زور دیا گیا ہے جو درس وتدریس میں بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ استاد اور والدین تقویت کے ذریعے بچوں کے برتاؤ میں خوش آئند یا مطلوبہ تبدیلی (Desirable Change) لا سکتے ہیں۔

(۲) اسی نظریہ کو بنیاد بنا کر اسکینر نے منظّم اکتساب (Programmed Learning) کو پیش کیا ہے۔ جس میں طلبا ایک منظّم طور پر مرحلہ در مرحلہ اکتساب کرتے ہیں۔

(۳) اس نظریہ کے مطابق طلبا کو اپنی کامیابی و ناکامی اور سیکھنے کے نتائج کا وقتاً فوقتاً علم ہونا چاہئے جس سے کہ وہ کس عمل کو کرتا ہے اور کس کو ترک کرنا ہے سیکھ لے۔

(۴) اس نظریہ سے ایک استاد اپنی تدریسی فعل انجام دینے میں کافی مدد لے سکتا ہے اور تدریس کے دوران تقویت کے طور پر مسکرانا، شاباشی دینا و انعام وغیرہ ایسی ترغیبات ہیں جو طلباء کو تعلیم و اکتساب کے لیے راغب کرنے کا کام کرتی ہیں۔

(۵) یہ نظریہ مشق اور عادت پر زور دیتا ہے۔

(۶) اس نظریہ کی مدد سے ہم طلبا کے اندر مثبت و منفی رویوں کو فروغ دے سکتے ہیں۔

(۷) یہ نظریہ کم عمر بچوں، کند ذہن بچوں اور جانوروں کی تربیت کے لیے مناسب ہے۔

(۸) اس نظریہ کی مدد سے طلبا میں اچھی عادتوں کو فروغ اور بری عادتوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔

(۹) یہ نظریہ طلبا کے اندر سے ڈر و خوف کو دور کرنے میں بھی مدد کرتی ہے۔

(۱۰) حروف، تلفظ کا صحیح طور پر ہجے کرنا اور اعداد و شمار سکھانے میں بے حد کارآمد ہے۔

5.6 بصیرتی اکتساب کا نظریہ (گیسٹالٹ)

Insight Theory of Learning (Gestalt)

اکتساب کے اس نظریہ کو جرمنی کے ماہرین نفسیات جن کو گیسٹالٹ سائیکالوجسٹ (Gestalt Psychologist) کے نام

سے جانا جاتا ہے، نے پیش کیا اور اس نظریہ کو پیش کرنے میں تین ماہرین نفسیات شامل ہیں وردیمر (Wertheimer)، کوفکا (Koffka) اورکوہلر (Kohler)۔ چونکہ Gestalt ایک جرمن لفظ ہے جس کا مفہوم ہے ''ایک مکمل تنظیم'' یعنی کہ (An Organized Whole) اوراسی مفہوم میں اس نظریے کو پوری جان ہے۔ دوسری چیز جو اس نظریہ میں سمجھنے کی ہے وہ ہے بصیرت یعنی کہ Insight اور بصیرت کا تعلق انسان کے دماغ سے ہے اور دماغی صلاحیتوں سے ہے جس میں عقل، فہم، ادراک آتے ہیں۔

اب آیئے ان دو الفاظ یعنی کہ Gestalt اور Insight کی مدد سے ہم آپ کو اس اکتسابی نظریہ کے بارے میں بتانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ نظریہ کہتا ہے کہ جب ہم کسی شیئے کو سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس کو ''مکمل'' طور پر اپنی فہم وفراست کا استعمال کرتے ہوئے سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ نظریہ بنیادی طور پر ''اِدراک کی ماہیت'' سے جڑا ہوا ہے۔ اس نظریے کے مطابق سیکھنے والا ''جُز'' کے بجائے ''کُل'' کا ادراک کرتا ہے اور اکتسابی صورتِ حال یا ماحول کا مجموعی طور پر جائزہ لینے کے بعد مسائل اور صورتِ حال کے مابین رشتہ قائم کرتا ہے اور اپنی بصیرت کا استعمال کرکے اس مخصوص مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ سیکھنے کے عمل میں بطورِ مجموعی حالات کا جائزہ لینے کے بعد اپنی عقل، فہم، ادراک اور بصیرت کا استعمال کرتے ہوئے مسائل کو حل کرنے یا اکتساب کرنے یا سیکھنے کو ہی ہم بصیرتی اکتساب کہتے ہیں۔

بصیرتی اکتساب کا تجربہ Experiment of Insight Learning Theory

بصیرتی اکتساب کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے سب سے پہلے ہمیں کوہلر (Kohler) کا چمپنجی (Chimpanzee) جس کا نام سلطان تھا، پر کیا جانے والا تجربہ سمجھنا ہوگا۔ تو آیئے ہم آپ کو سلطان پر کئے جانے والے تجربہ کی روداد سناتے ہیں۔ آپ اپنی ذہن میں تین باتوں کو رکھ لیجئے۔ پہلا چمپنجی، دوسرا تجرباتی کمرہ اور تیسرا کیلا/ موز۔ یہ تجربہ بھی حسبِ سابق ایک بھوکے چمپنجی پر کیا گیا جس کا نام کوہلر نے سلطان رکھا تھا۔ کوہلر نے بھوکے سلطان کو ایک کمرے میں بند کردیا اور اس کمرے کی چھت پر اندر سے کیلا/ موز لٹکا دیا۔ اس مخصوص تجرباتی کمرے میں کچھ ڈبے، کچھ آپس میں جڑ جانے والے لکڑی کے ٹکڑے بھی اِدھر اُدھر بکھیر کر رکھ دیا گیا تھا۔ تجربہ کے پہلے مرحلہ میں جب سلطان کو تجرباتی کمرے میں بند کیا گیا تو سب سے پہلے سلطان نے پورے کمرے کا جائزہ لیا تو پایا کہ کمرے کی اوپری سرے پر کیلا/ موز لٹک رہا ہے چونکہ سلطان بھوکا تھا اس لیے اس نے اُچھل کود مچانی شروع کردی۔ لیکن کیلا ہاتھ نہیں لگا۔ پھر سلطان ایک جگہ بیٹھ گیا اور پھر پورے کمرے کا جائزہ لیا تو اچانک اس کی دماغ میں یہ بات آئی کہ کمرے میں ڈبّہ بھی موجود ہے لہٰذا اس نے ڈبہ کو کیلے کے نیچے رکھا اور اس پر چڑھ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کی یہ دوسری کوشش بھی ناکام ہوگئی۔ سلطان نے پھر کمرے پر پوری نظر دوڑائی اور مزید ڈبوں کو ایک کے اوپر ایک رکھ کر اس کیلے کو حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ پھر کچھ سوچنے لگا، پورے کمرے کا جائزہ لیا ایک کونے میں ڈنڈا پڑا ہوا تھا، اسے اپنی ہاتھ میں لیا پھر نئی کوشش کی۔ یہی سلسلہ چلتا رہا اور آخر میں اپنی عقل وبصیرت کا استعمال کرتے ہوئے اس نے ڈنڈوں کو آپس میں جوڑ لیا۔ پھر کیا تھا کیلا اس کے ہاتھ میں آگیا۔ کچھ دنوں کے بعد کوہلر نے اسی تجربہ کو دوہرایا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ بڑی آرام

سے سلطان ان تمام ڈبوں کو لایا اور ڈنڈوں کو آپس میں جوڑا اور بغیر کسی غلطی کیے ہوئے ان کیلوں کو حاصل کر لیا۔ گویا کہ اپنی بصیرت اور ماحول کا بطور مجموعی جائزہ لینے کے بعد وہ سیکھ گیا کہ کیلے کو کیسے حاصل کرنا ہے۔ اسی اکتساب کا نام کوہلر نے بصیرتی اکتساب کا نام دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ سیکھنے کا عمل بصیرت سے ہوتا ہے۔

☆ **اکتسابی مرحلہ**۔ اپنی تجربات کی روشنی میں کوہلر نے اکتساب کے کچھ مراحل بیان کئے جو کہ حسبِ ذیل ہیں۔

☆ جائزہ (Survey)

☆ جھجھک (Hesitation, Pause)

☆ کوشش (Trial)

☆ نئی کوشش (In first trial fail, new trial)

☆ اکتساب (Learning)

بقول گیسٹالٹ سائیکالوجسٹ سیکھنے کا عمل کئی مراحل میں ہوتا ہے سب سے پہلے تو سیکھنے والا یا اکتساب کرنے والا پورے ماحول کا، پوری حالات کا بغور جائزہ لیتا ہے۔ پھر عمل کرنے میں یا کوشش کرنے میں جھجھکتا ہے کہ یہ عمل کامیاب ہوگا کہ نہیں پھر تیسرے مرحلے میں وہ کوشش کرتا ہے جس طرح تجربہ میں سلطان نے کیلا حاصل کرنے کی پہلی کوشش کی۔ چوتھے مرحلے میں اگر سابقہ میں کوئی کوشش ناکام ہوگئی تو اسکا دوبارہ/ ارتکاب نہیں کرتا بلکہ پھر سے دوبارہ نئی کوشش کرتا ہے اور یہ نئی کوشش اپنی عقل، فہم، ادراک و بصیرت کو استعمال کر کے ہی کرتا ہے یہاں تک کہ اس شئے کو سیکھ نہ لے۔

☆ **اکتساب کے اصول Principles of Learning**

سلطان پر کئے گئے تجربات کی روشنی میں کوہلر نے کچھ اہم اصول وضع کئے ہیں۔ جن کو ہم بصیرتی اکتساب کا اصول کہتے ہیں۔ تو آیئے ہم آپ کو ان اصولوں سے واقف کرواتے ہیں۔

☆ **تنظیم کا اصول (Principle of Organisation)** - اس اصول کے مطابق سیکھنے کے عمل میں تنظیم یعنی کہ Organisation بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر ہم کسی بھی چیز کو منظّم طور پر سیکھیں گیں تو اکتساب میں آسانی ہوگی۔ اس لئے معلم کو یہ چاہیئے کہ تدریسی فرائض انجام دیتے وقت پورے مواد کو ایک تنظیمی ڈھانچے میں منظّم طور پر تیار کرلیں پھر اس کی ترتیب بنالیں۔ اگر ایک ترتیب کے ساتھ موادِ مضمون کو طلبہ کے سامنے پیش کیا جائیگا تو ان کو سمجھنے میں کافی آسانی ہوگی۔

☆ **نزدیک کا اصول (Law of Proxomity/Nearness)**- یعنی کہ ہم اگر کسی چیز کے بارے میں سیکھنا یا اکتساب کرنا

چاہتے ہیں تو اس کو قریب سے دیکھیں، اس کے پاس جا کر سیکھیں تو بہتر اکتساب ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر ہم طلبا کو تاج محل کے بارے میں درس دینا چاہتے ہیں تو سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ طلبا کو تاج محل کے پاس لے جایا جائے۔ ٹھیک اسی طرح ہم چار مینار سبق کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کرنا چاہتے ہیں تو طلبا کو چار مینار کا باقاعدہ سیر کرائیں۔ جب طلبا تاج محل اور چار مینار کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو اس کا مکمل خاکہ ان کے ذہن میں آئے گا اور اکتساب بالکل مستحکم ہو جائے گی۔

☆ **یکسانیت کا اصول (Law of Similarity)**- اس نظریہ میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ حالات اور مسائل کی نوعیت میں یکسانیت ہو تو اکتساب بہتر ہوگا۔ مثال کے طور پر اگر ہم ایک طالب علم کو جوڑ سکھانا چاہتے ہیں تو صرف جوڑ ہی سکھائیں اسے گھٹانا سکھائیں گے تو دشواری ہوگی۔ اس لیے سب سے پہلے جوڑے کے پورے تصورات سمجھائیں پھر دوسری نشست میں گھٹانا سکھانے کی کوشش کی جائے تو بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔

☆ **آسان کا اصول (Law of Simplicity)** - اس اصول کے تحت عمل کرتے ہوئے ایک معلم کو کسی بھی عنوان کے تصورات کو سمجھانے کے لئے آسان سے آسان طریقہ جو طلبا کی ذہنی استطاعت کے مطابق ہو استعمال کرنا چاہئے۔ اور ایسی مثالیں پیش کی جائیں کہ اسکا رشتہ طالب علم کی زندگی سے ہو۔ سارا منظر اس کے سامنے آجائے اور وہ تصور بالکل واضح ہو جائے۔ اس تعلق سے آسان زبان، عام فہم انداز، سادہ اسلوب اختیار کرنی چاہئے جس سے کہ طلبا کو سبق سمجھنے میں کسی بھی قسم کی کوئی دشواری نہ ہو۔

☆ کمرۂ جماعت میں اطلاق/تعلیمی مضمرات Educational Implication

اس نظریہ کے مطابق انسان جو بھی سیکھتا ہے اس میں بصیرت یعنی کہ عقل، فہم، شعور ادراک شامل ہوتا ہے۔ چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور یہ درجہ اسے عقل وفہم کی بنیاد پر ہی دی گئی ہے۔ اس لئے کسی بھی چیز کو سیکھنے کے لیے اپنی عقل، سمجھ بوجھ کا استعمال کرتا ہے۔ اس لئے معلم کو بھی یہ چاہئے کہ طلبا کی عقل وفہم کے مطابق اسے تدریس دیں اور ہمیشہ ان کو اس بات کی طرف راغب کریں کہ سیکھنے کے عمل میں اپنی ذہنی صلاحیتوں کا بہتر سے بہتر استعمال کرتے ہوئے موادِ مضمون کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ جن میدان میں یہ نظریہ مددگار ہو سکتا ہے وہ حسبِ ذیل ہیں۔

☆ عمل کے ذریعے اکتساب کو فروغ ملتا ہے۔

☆ تخلیقی صلاحیتوں کو فروغ دینے، کام کو نئے طور پر کرنے اور غور وفکر میں مددگار ہوتی ہے۔

☆ موثر اکتساب کے لیے ''کل''، یعنی کہ Whole کا طریقہ جز یعنی کہ Part سے بہتر ہے۔

☆ اس اکتسابی نظریہ میں مقاصد کا بہت ہی اہم رول ہوتا ہے۔

☆ دریافت (Inventions) اور ایجادات (Discoveries) کے لئے بھی معاون ہے۔

☆ مسائل کو حل کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔

☆ Thinking، Reasoning اور Imagination کو پروان چڑھانے میں مددگار ہے۔

☆ تعمیری (Constructive) اور تخلیقی صلاحیتوں (Creativity) کو بڑھاوا ملتا ہے۔

5.7 سماجی اکتساب کا نظریہ Social Learning Theory

اس نظریہ کو البرٹ بندورا (Albert Bandura) نامی ماہر نفسیات نے پیش کیا ہے۔ بندورا کے مطابق اکتساب ایک سماجی عمل ہے یعنی کہ ہر بچہ، ہر شخص، ہر انسان جو کچھ بھی سیکھتا ہے یا اکتساب کرتا ہے وہ سماج سے ہی سیکھتا ہے۔ اسی لئے اس نظریہ کا نام سماجی اکتساب کا نظریہ رکھا گیا۔ ہم سب کو معلوم ہے انسان ایک سماجی حیوان ہے وہ سماج میں رہتا ہے، سماج میں رونما ہونے والی چیزوں کو دیکھتا ہے، ان کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کے اثرات کو اپنے اندر داخل کرتا ہے۔ سماج میں رونما ہونے والے واقعات، حادثات، تجربات سے وہ بہت کچھ سیکھتا ہے۔ چونکہ ایک بچہ اپنے اردگرد کے ماحول کا مشاہدہ کرتا ہے۔ بڑوں کے عمل کو دیکھتا ہے۔ ان تمام چیزوں کو دیکھنے، مشاہدہ کرنے اور سمجھنے کے بعد ان کی باتوں یا چیزوں کو دہرانے کی یا سیکھنے کی کوشش کرتا ہے جو اسے اچھی لگتی ہیں یا تقویت (Reinforcement) فراہم کرتی ہیں، اس لئے اس نظریہ کو ہم مشاہداتی اکتسابی نظریہ یعنی کہ (Observation Theory of Learning) بھی کہتے ہیں۔ ایک اور خاص بات اس اکتسابی نظریہ کی ہے۔ بقول بندورا سیکھنے والا ہر آنکھ سے دیکھی ہوئی چیز کو نہیں دہراتا یا نقل کرتا ہے بلکہ ان ہی چیزوں کو دوہراتا یا کرنے کی یا سیکھنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کے من کو بھائے، اسے اچھی لگے۔ اس بات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص، جس واقعہ اور جس حادثہ سے انسان متاثر ہوتا ہے ان ہی کو سیکھتا یا عمل کرتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک طالب علم کو اپنے ایک استاد کے بات چیت کرنے کا طریقہ بہت اچھا لگتا ہے تو وہ اسی طرح گفتگو کرنے کی کوشش کرتا ہے ایک کرکٹ کھیلنے والے بچے کو سچن تندولکر کے بیٹنگ کی اسٹائل اچھی لگتی ہے تو وہ بھی بلے بازی کرتے وقت تندولکر کی ہی طرح بلے بازی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر ہمیں کسی فلمی ہیرو یا ہیروئن کا لباس اچھا لگتا ہے تو ہم اس طرح کے لباس کو پہننا پسند کرتے ہیں اسی طرح نہ جانے ہم کتنی مثالوں کو آپ کے سامنے پیش کر سکتے ہیں اور اب آپ بھی غور کیجیے کہ ہم اپنی زندگی میں کن کن چیزوں کو دوسروں کی نقل کر کے سیکھنے میں استعمال کرتے ہیں۔ یعنی کہ ہر شخص کسی نہ کسی کا مخصوص انداز Follow کرتا ہے اور اپنی زندگی میں کوئی نہ کوئی رول ماڈل رکھتا ہے اور اپنے آپ کو اسی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی لیے ہم اس اکتسابی نظریہ کو ماڈلنگ اکتسابی نظریہ (Modelling Learning Theory) کے نام سے بھی جانتے ہیں۔

اس نظریہ کو پیش کرنے سے پہلے بندورا بہت فکر مند رہتے تھے کہ کیا وجہ ہے آج کا نوجوان کافی غصہ ور یعنی کہ Aggressive ہے۔ اس حقیقت کا پتہ لگانے کے لیے انہوں نے بڑی کوشش کی، تحقیق کیا۔ تحقیق کے بعد ان پر یہ عیاں ہوا کہ نوجوانوں کے قول و فعل میں،

ان کے برتاؤ میں، انکے بات چیت کرنے کے طریقوں میں ان کی لباس میں، ان کے باتوں کے اسٹائل میں فلموں کے بے شمار اثرات مرتب ہورہے ہیں۔اورنوجوان نسل فلموں کے اثرات کوسب سے زیادہ اپنی زندگی کا حصہ بنا رہی ہے۔اس بات سے ہم بخوبی واقف ہیں کہ فلم میں ایک ہیرو ہوتا ہے، وہ سماج کے ہر حالات خواہ وہ کیسے بھی ہوں اکیلے مقابلہ کرتا ہے۔سماج کے تمام بندھنوں کو توڑتا ہے اور آخر میں جیت اُسی کی ہوتی ہے، اسی لئے تو وہ ہیرو کہلاتا ہے۔ چونکہ ہم سب کو معلوم ہے کہ عمر کا ۱۴واں تا ۱۸واں سال ایسا ہوتا ہے جس میں ایک انسان نہ تو ممکن طور پر ناسمجھ ہوتا ہے نا ہی مکمل طور پر سمجھ دار۔یعنی کہ یہ عمر نابالغ اور بالغ کے بیچ کی ہوتی ہے۔نتیجتاً جو چیز اس کے دل ودماغ کو متاثر کرتی ہے وہ اسکو نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنی زندگی کا حصہ بناتا ہے۔اور فلموں میں چونکہ Aggression بہت زیادہ دکھایا جاتا ہے اس لیے نوجوان کے برتاؤ میں Aggression شامل ہوتا ہے۔

بندورا نے ماڈل کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک تو حقیقی زندگی کے ماڈل اور دوسرا علامتی ماڈل

(۱) حقیقی زندگی کے ماڈل (Real Life Model)

(۲) علامتی ماڈل (Symbolic Model)

حقیقی زندگی کے ماڈل وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو ایک سیکھنے والا اپنے ماڈل کے طور پر سمجھتا ہے اور جب کوئی بھی بچہ یا انسان اپنی زندگی میں ماڈل رکھتا ہے تو وہ اپنے ماڈل کی ہر بات کو، ہر عمل کو، ہر برتاؤ کو، ہر طریقہ کو اپنی زندگی میں بھی اُتارنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ ماڈل ایک بچہ کے لیے اس کے والدین ہوسکتے ہیں۔اسکے اساتذہ ہوسکتے ہیں، دوست واحباب ہوسکتے ہیں، فلموں کے ہیرو اور ہیروئن ہو سکتے ہیں، مختلف کھیلوں کے کھلاڑی ہوسکتے ہیں، سیاہی رہنما ہوسکتے ہیں، سماج کے کوئی بھی کامیاب شخص بھی ہوسکتے ہیں۔

انسان اپنی زندگی میں علامتی ماڈل سے بھی بہت کچھ سیکھتا ہے جن میں کتابیں، فلمیں، ٹیلی ویزن، تصاویر، اخبارات، رسائل و جرائد وغیرہ قابل ذکر ہیں۔یعنی کہ کتاب کا مطالعہ کرتے وقت اگر کوئی بات ہمیں بہت اچھی لگی، ہمارے دل کو چھوگئی تو ہم اس بات کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیتے ہیں اور اس سے سیکھی ہوئی باتوں کو عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ہم سنیما اور فلموں سے بھی بہت کچھ سیکھتے ہیں۔جیسا کہ بندورا نے ثابت کیا کہ نوجوان نسل کے برتاؤ میں فلموں کا سب سے زیادہ عمل دخل ہے۔اسی طرح ہم مصوری یا تصاویر دیکھ کر بھی ان کے Messages جو ہمیں اچھی لگتی ہیں اپنی زندگی کا حصہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں ٹھیک اسی طرح ہم اخبارات، رسائل وجرائد میں لکھی گئی ان باتوں کو اپنے قول وفعل کا حصہ بناتے ہیں جو ہم کو متاثر کرتی ہیں۔اس دنیا میں ان گنت ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں لوگوں نے لکھی ہوئی باتوں پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی کو تبدیل کردیا۔اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ رول ماڈل اکتساب میں بہت ہی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

نمونہ کے انتخاب کے عوامل – Factors for Selection of Models

اس نظریہ کے مطابق جب ایک بچہ یا انسان اپنے رول ماڈل کا انتخاب کرتا ہے تو اس کے مختلف وجوہات ہوتے ہیں جن کو ہم

عوامل بھی کہہ سکتے ہیں۔تو آیئے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ نمونہ یا رول ماڈل کے انتخاب میں کون کون سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔

☆**عمر** - عمر مختلف عوامل میں سب سے اہم ہے۔کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بچے زیادہ تر اپنے رول ماڈل کے طور پر ان ہی نمونوں کا انتخاب کرتے ہیں جوان کی عمر سے مناسبت رکھتا ہے۔مثال کے طور پر چھوٹے بچے ڈوری مان، چھوٹا بھیم، شکتی مان وغیرہ۔اسی طرح نوجوان فرد نوجوان کو اپنی رول ماڈل بناتے ہیں ٹھیک اسی طرح معمر افراد بھی معمر افراد کو ہی رول ماڈل کے طور پر انتخاب کرتے ہیں۔ایسا بہت کم ہی ہوتا ہے کہ کوئی بوڑھا فرد اپنے ماڈل کے طور پر ڈوری مان انتخاب کرتا ہے اور ایک چھوٹا بچہ اپنے ماڈل کے طور پر مولانا آزاد یا گاندھی جی کا انتخاب کرتا ہے۔

☆ **جنس (Sex)** - یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایک مرد کسی مرد کو ہی رول ماڈل کے طور پر اپناتا ہے اور ایک خاتون بھی خاتون کو ہی اپنا رول ماڈل بناتی ہیں۔اکثر و بیشتر نوجوان لڑکے کسی فلمی، ہیرو کو اپنا رول ماڈل بناتے ہیں تو لڑکیاں فلمی، ہیروئن کو ہی رول ماڈل بناتی ہیں۔یہ دیکھنے میں بہت کم آتا ہے کہ مخالف جنس کو کوئی اپنا رول ماڈل بناتا ہے۔

☆ **رتبہ (Status)** - اکثر و بیشتر ان ہی افراد کو رول ماڈل کے طور پر انتخاب کیا جاتا ہے جن کا سماج میں کافی بلند مرتبہ، مقام یا رتبہ ہوتا ہے۔اگر آپ غور فرمائیں گے تو محسوس ہوگا کہ انہیں افراد کو ماڈل کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے یا رول ماڈل بنایا جاتا ہے جنہوں نے دوسروں سے ہٹ کر اعلیٰ کارکردگی کا اپنی اپنی میدانوں میں مظاہرہ کیا ہے مثال کے طور پر گاندھی جی، مولانا آزاد، سچن تندولکر، ایم ایف حسین، شاہ رخ خان اور نہ جانے کتنے۔بہرکیف زیادہ تر اعلیٰ رتبہ والا شخص ہی ماڈل بنتا ہے۔

☆ اکتساب کے اہم اجزاء - Important Components of Learning

اس اکتسابی نظریہ کے جو چار اہم اجزاء ہیں وہ نیچے پیش کئے جارہے ہیں۔

(ا) توجہ (Attention) - اکتساب کے میدان میں توجہ کی بڑی اہمیت ہے یعنی کہ ہم جس چیز کو توجہ کے ساتھ دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، مشاہدہ کرتے ہیں وہ چیز ہمیں بہتر طور پر یاد ہو جاتی ہے اور ہم سیکھ جاتے ہیں۔اس لیے یہ بات ہمیشہ کی جاتی ہے کہ معلم کو چاہیئے کہ طلبا کو وہ بار بار بتائیں کہ بہتر اکتساب کے لئے پوری توجہ کے ساتھ وہ باتوں کو سنیں، دیکھیں اور سمجھیں۔اگر استاد کی باتوں کو طلبا توجہ کے ساتھ سنیں گے، دیکھیں گے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے تو ان کو سیکھنے میں کسی بھی قسم کی دشواری نہیں ہوگی۔

(۲) یادرکھنا/ذہن نشیں کرنا/محفوظ رکھنا (Retention) - یہ کہا جاتا ہے کہ ہم اپنے اکتساب کا تقریباً 70 فیصد حصہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر سیکھتے ہیں۔اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اکتساب کے میدان میں آنکھ کی اہمیت کان سے زیادہ ہے، تبھی تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیزوں کو کبھی نہیں بھولتے۔اس لئے یہ استاد کی ذمہ داری ہے کہ تدریسی فعل انجام دیتے وقت ان وسائل کا زیادہ سے زیادہ استعمال کریں جن کو ہم تدریسی وسائل کے نام سے، اکتسابی وسائل کے نام سے، معاون اشیاء امدادی کے نام سے اور

TLM وغیرہ کے نام جانتے ہیں۔ یہ تمام وسائل ماڈل کی شکل میں، چارٹ کی شکل، ریڈیو ٹیلی ویژن کی شکل میں کمپیوٹر یا انٹرنیٹ کی شکل میں، تصاویر کی شکل میں دورانِ تدریس استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

(۳) برتاؤ کے ذریعہ عمل کرنا (Behavioural Production) - اس کا مطلب یہ ہے کہ جو جو باتیں ہم سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، مشاہدہ کرتے ہیں، اسے اگر اپنی زندگی کا حصہ بناتے ہیں تو عمل کے ذریعہ اپنے برتاؤ میں شامل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک نوجوان جب فلم یا سنیما دیکھتا ہے تو ان باتوں کو دہراتا ہے جو باتیں اسے متاثر کرتی ہیں اسی طرح ایک فرد اپنے رول ماڈل کی ان تمام چیزوں کو عمل کرتا ہے یا اپنی برتاؤ کا حصہ بناتا ہے اس لیے معلم کو چاہئے کہ طلبا کے سامنے ایک بہترین ماڈل کے طور پر اپنے آپ کو پیش کریں کیوں کہ اکثر و بیشتر طلبا اپنے اساتذہ کی نقل کرتے ہیں جن میں انکے بات چیت یا گفتگو کرنے کا طریقہ، حرکات وسکنات، لباس، چال چلن، رہن سہن وغیرہ کافی اہمیت کے حامل ہیں۔

(۴) محرکہ/تحریک اور تقویت Motivation & Reinforcement - درس وتدریس میں محرکہ اور تقویت کا بڑا ہی اہم رول ہے۔ اس لیے معلم کو یہ چاہئے کہ طلبا کو ہمیشہ اچھے کام، اچھے اعمال کرنے کی ترغیب دیں اور اگر کوئی طالب علم غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کرے تو اسے شاباشی، بہت اچھے، اہم رتبہ، میڈل، سرٹیفیکیٹ وغیرہ کے طور پر پیش کرے تاکہ اس طالب علم کے اندر حوصلہ اور جذبہ پروان چڑھے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ دوسرے طلبا کو بھی نصیحت ملے گی۔ اگر ایسا کیا گیا تو بلاشبہ اچھے نتائج برآمد ہونگے اور طلبا کے اندر اکتساب کے تئیں مثبت رویہ پروان چڑھے گا اور وہ کامیابی کے بام عروج تک پہنچ جائیں گے۔

☆ کمرۂ جماعت میں اطلاق/تعلیمی مضمرات Educational Implication

ایک معلم ماڈل کے طور پر اپنے طالب علموں کے اندر اکتساب کے تئیں اہم رول ادا کرسکتا ہے۔ معلم کی پوری شخصیت طالب علموں کے لیے مشعل راہ ہوتی ہے اس لیے اسے چاہئے کہ طلبا کے اندر اچھی سوچ وفکر، اچھے احساسات خیالات وجذبات اور ساتھ ہی ساتھ اچھے اعمال کو کرنے کی ترغیب دیں۔

مختصر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس اکتسابی نظریہ کا اطلاق شخصیت کے تینوں پہلوؤں پر یکساں طور پر مفید اور کارآمد ہے جس میں وقفی/ادراکی حلقہ (Cognitive Domain)، جذباتی حلقہ (Effective Domain) اور نفسی وحرکی حلقہ (Psycho-motor Domain) ہے۔

5.8 خلاصۂ کلام

☆ سعی اور خطا کے اکتسابی نظریہ کو پیش کرنے والے ماہر نفسیات ای.ایل تھارن ڈائک ہیں۔ اس نظریہ کے مطابق سیکھنے کا اکتساب کا

عمل کوشش اور غلطی کی مدد سے ہوتی ہے اور سیکھنے سے عمل میں Stimulus اور Response کے مابین رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔اس لیے اس نظریہ کو Connectionism کے نام سے جانا جاتا ہے۔

☆ تھارن ڈائک نے سعی اور خطا کے نظریے کو پیش کرنے کے لیے ایک بھوکی بلی پر تجربہ کیا تھا۔اس نظریہ کے مطابق اکتساب کے مراحل حسب ذیل ہیں۔(۱)محرکہ/ضرورت (۲)ہدف/مقصد (۳)رکاوٹ (۴)کوشش (۵)اچانک کامیابی (۶)صحیح کوشش کا انتخاب (۷)مقرر عمل

☆ سعی اور خطا اکتسابی نظریہ کے قوانین/اصول- قانونِ آمادگی، قانونِ مشق اور قانونِ تاثیر اہم ہیں

☆ مشینی اکتساب مثلاً - لکھنا، ٹائپنگ، کمپیوٹر کی ٹریننگ وغیرہ کے لیے سعی وخطا کا نظریہ بے حد مددگار ومعاون ہے۔بہتر اکتساب کے لیے طلبا کو ذہنی طور پر آمادہ کرنا اور انکے اندر مشق کی عادت ڈالنا معلم کی ذمہ داری ہے۔

☆ کسی مخصوص سگنل یا مخصوص اشارے یا مخصوص حالات میں کسی مخصوص عمل یا ردّ عمل کرنے کو مشروط اکتساب کہتے ہیں۔جس اکتسابی عمل میں مہیج (Stimulus) پہلے درکار ہوتی ہے اسے ہم کلاسیکی مشروط اور جس اکتسابی عمل میں عمل یا ردّ عمل (Response) پہلے کیا جائے اسے ہم عملی مشروط اکتساب کہتے ہیں۔

☆ مشروط اکتساب کے اصول - تقویت کا اصول، وقفہ یا تسلسل کا اصول، معدومیت کا اصول اور ازخود بحالی کا اصول ہیں۔

☆ طلبا کے اندر نظم وضبط کو فروغ دینے میں، طلبا کے اندر اچھی عادتوں کو فروغ دینے میں، سکھانے میں، زبان دانی کی تربیت میں، طلبا کے اندر ڈر وخوف کو دور کرنے میں مشروط اکتسابی نظریے اہمیت کے حامل ہیں۔

☆ جب ہم سیکھنے کے عمل میں اپنی عقل کا، سمجھ بوجھ کا، فہم کا، ادراک وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں تو ایسی اکتساب کو بصیرتی اکتساب کہتے ہیں۔اس قسم کے اکتساب میں اکتسابی ماحول کا ہم بطور مجموعی جائزہ لیتے ہیں۔سیکھنے کے عمل میں ''کل'' کی اہمیت ''جذ'' سے زیادہ ہے۔

☆ بصیرتی اکتساب کے اصول میں تنظیم کا اصول، نزدیک کا اصول، یکسانیت کا اصول اور آسان کا اصول قابلِ ذکر ہیں۔بصیرتی اکتساب دریافت، ایجادات، غور وفکر کی صلاحیت پروان چڑھانے تخلیقی صلاحیتوں کو فروغ دینے میں بے حد مددگار ومعاون ثابت ہوتی ہے۔

☆ سماج میں رونما ہونے والے واقعات، حادثات، تجربات اور مشاہدہ کے ذریعہ سیکھنے کے عمل کو ہم سماجی اکتساب یا مشاہداتی اکتساب کہتے ہیں۔

☆ سماجی اکتساب کے مطابق حقیقی زندگی کے ماڈل اور علامتی ماڈل سیکھنے میں بہت اہم رول ادا کرتے ہیں۔

☆ سماجی اکتسابی نظریات میں نمونہ کو انتخاب کرنے میں جو عوامل کارفرما ہوتے ہیں ان میں عمر، جنس اور رتبہ قابل ذکر ہیں۔

☆ سماجی اکتساب کے عمل میں اہم رول ادا کرنے والے اجزاء کے طور پر توجہ، یاد رکھنا، برتاؤ کے ذریعہ عمل کرنا اور تقویت اہمیت کے

حامل ہیں۔

☆ شخصیت کے ہر پہلو پر سماجی اکتسابی نظریہ کا اطلاق یکساں طور پر مفید ہے اس لیے ایک معلم کو طلبا کے لیے مثالی نمونہ بننے کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ ذہنی، جذباتی اور مہارتوں کے اعتبار سے ان میں مثبت تبدیلی لائی جا سکے۔

5.9 اپنی معلومات کی جانچ کیجیے۔

☆ طویل جوابی سوالات

۱۔ تھارن ڈائک کے پیش کردہ اکتسابی نظریہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیجیے۔

۲۔ تجربات کی روشنی میں کلاسیکی مشروط اکتسابی نظریہ کو واضح کیجیے اور اس کے تعلیمی مضمرات بھی لکھیے۔

۳۔ اسکینر اور پاؤلو کے اکتسابی نظریات کا تقابلی جائزہ پیش کیجئے۔

۴۔ بصیرتی اکتساب سے کیا مراد ہے۔اس کے اصول اور درس و تدریس میں اطلاق پر روشنی ڈالیئے۔

۵۔ اپنا پسندیدہ اکتسابی نظریہ بیان کیجئے۔ پسندیدگی کے وجوہات لکھیئے۔

☆ مختصر جوابی سوالات

۱۔ سعی اور خطا اکتسابی نظریہ کے بنیادی قوانین بیان کیجئے۔

۲۔ تھارن ڈائک کے اکتسابی نظریہ کا اطلاق کمرۂ جماعت میں ایک معلم کیسے کر سکتا ہے؟

۳۔ عملی اکتسابی نظریہ کے اصول اور تعلیمات مضمرات بیان کیجئے۔

۴۔ سعی اور خطا نظریہ کے پیش کردہ اکتسابی مراحل واضح کیجئے۔

۵۔ سماجی اکتساب کے اہم خدوخال کو مختصراً بیان کیجئے۔

۶۔ کوہلر نے کس جانور پر تجربہ کیا۔ تجربات کی روشنی میں اکتساب کے مراحل بیان کیجئے۔

☆ معروضی سوالات

۱۔ کس ماہر نفسیات کے مطابق سیکھنے کا عمل کوشش اور غلطی کا نتیجہ ہے؟

(a) پاؤلو (b) اسکینر

(c) کوہلر (d) تھارن ڈائک

۲۔ کس اکتسابی نظریہ میں چوہے اور کبوتر پر تجربہ کیا گیا؟

(a) سعی اور خطا کا نظریہ (b) کلاسیکی مشروط نظریہ
(c) عملی مشروط نظریہ (d) بصیرتی اکتساب نظریہ

۳۔ کون سا اکتسابی نظریہ لکھنا سکھانے اور ٹائپنگ سیکھنے میں سب سے زیادہ مددگار رہے۔
(a) کلاسیکی مشروط نظریہ (b) سعی اور خطا کا نظریہ
(c) بصیرتی اکتساب نظریہ (d) عملی مشروط نظریہ

۴۔ کوہلر کے مطابق سیکھنے کے عمل میں سب سے اہم ہے۔
(a) کوشش (b) غلطی
(c) عقل وفہم (d) ماحول

۵۔ کس ماہر نفسیات نے اکتسابی عمل میں Reinforcement کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔
(a) کوہلر (b) کوفکا
(c) تھارن ڈائک (d) اسکینر

5.10 سفارش کردہ کتابیں

☆ مسرت زمانی (2001)، تعلیمی نفسیات کے نئے زاویے، ایجوکیشن بک ہاؤس، علی گڑھ
☆ شریف خان (2004)، جدید تعلیمی نفسیات، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ
☆ ڈاکٹر آفاق ندیم، سید معاذ حسین (2014)، تعلیمی نفسیات کے پہلو، ایجوکیشن بک ہاؤس، علی گڑھ
☆ Chauhan, S.S. (1995), Advanced Educational Prychology Vikas Publishing Home Pvt. Ltd., New Delhi
☆ Mangal S.K. (1991), Educational Prychology Prakash Brothers Educational Publisher, Ludhiana